

اعلیٰ حضرت المیرا محمد رضا خان بیگموی سیدنا عزیز کی تصانیف
ادان سے متعلق کتب پر لکھے گئے مقدمات اور تعارفی نکات



مقدمات



مصنف
شیخ الحدیث علامہ محمد عابد کبیر شرف قادری

ترجمہ: محمد عابد کبیر شرف قادری

مکتبہ اہل سنت قادریہ

مقدماتِ رضویہ

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کی تصانیف اور ان سے متعلق کتب پر لکھے گئے مقدمات اور تعارفی کلمات

مصنف

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

مرتب

محمد عبدالستار طاہر مسعودی

مکتبہ رضویہ، لاہور

marfat.com

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب	مقدمات رضویہ
تصنیف	علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری
مرتب	محمد عبدالستار طاہر مسعودی
صفحات	368
تعداد	1000
اشاعت اول	ربیع الاول 1427ھ / اپریل 2006ء
باہتمام	حافظ ثار احمد قادری
ناشر	مکتبہ قادریہ، جامعہ اسلامیہ ٹھوکر نیاز بیگ لاہور
ہدیہ	=/150 روپے
کمپوزنگ	حافظ قاری محمد رمضان، سید سعید حسن زیدی

ملنے کا پتا

مکتبہ رضویہ، داتا دربار مارکیٹ۔ لاہور Ph:042-7226193

مکتبہ اہل سنت، جامعہ نظامیہ رضویہ۔ لاہور

کاروان اسلام پبلی کیشنز، ایچی سن ہاؤسنگ سوسائٹی، ٹھوکر نیاز بیگ۔ لاہور

marfat.com

مشمولات

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
7	علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری	۱
9	محمد عبدالستار طاہر مسعودی	۲
11	حیات شرف ایک نظر میں	۳
28	باب نمبر ۱ — قرآن و حدیث اور سیرت طیبہ	
29	مولانا عبدالرزاق بھتر الوی	۱
32	ڈاکٹر لیاقت علی نیازی	۲
34	ڈاکٹر مجید اللہ قادری	۳
38	مولانا تقی علی خاں	۴
47	مولانا محمد حنیف خاں رضوی	۵
52	باب نمبر ۲ — فقہیات	
53	امام احمد رضا بریلوی	۶
57	امام احمد رضا بریلوی	۷
59	امام احمد رضا بریلوی	۸
65	علامہ عبدالعزیز پرہاروی	۹
69	امام احمد رضا بریلوی	۱۰
71	امام احمد رضا بریلوی	۱۱
73	امام احمد رضا بریلوی	۱۲
75	امام احمد رضا بریلوی	۱۳
78	(۱) امام احمد رضا بریلوی	۱۴
"	(۲) مولوی اشرف علی تھانوی	
94	امام احمد رضا بریلوی	۱۵

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
103	امام احمد رضا بریلوی فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد اول	۱۶
131	امام احمد رضا بریلوی فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد نمبر ۱۳	۱۷
142	امام احمد رضا بریلوی ذبیحہ حلال ہے	۱۸
156	باب نمبر ۳ — اعتقادات	
157	امام احمد رضا بریلوی غایۃ التحقیق فی ائمتہ العلی والصدیق	۱۹
169	علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری عقائد و نظریات	۲۰
177	امام احمد رضا بریلوی حیات الموات	۲۱
186	امام احمد رضا بریلوی برکات الامداد لاهل الاستمداد	۲۲
192	باب نمبر ۴ — ادبیات	
193	امام احمد رضا بریلوی سلام رضا	۲۳
199	مفتی محمد خاں قادری شرح سلام رضا	۲۴
203	علامہ فیض احمد اویسی شرح حدائق بخشش	۲۵
205	سید حازم محمد احمد محفوظ مقدمہ بساتین المغفران (اردو)	۲۶
214	باب نمبر ۵ — تنقیدات و تعاقبات	
215	امام احمد رضا بریلوی حسام الحرمین علی منخر الکفر والین	۲۷
223	مولانا عزیز الرحمن بہاؤ پوری فیصلہ مقدسہ	۲۸
239	مولانا حشمت علی خاں فیض آباد سیشن کورٹ کا تاریخی فیصلہ	۲۹
246	علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری شیشے کے گھر	۳۰
250	علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری اندھیرے سے اُجالے تک	۳۱
272	علامہ محمد عبدالکریم رضوی ضرب مجاہد	۳۲
276	علامہ اختر شاہ جہان پوری کلمہ حق	۳۳
278	مولانا حسن علی رضوی محاسبہ دیوبندیت	۳۴
280	امام احمد رضا بریلوی افضلیت سیدنا غوث اعظم	۳۵

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
284	باب نمبر ۶ — سیاسیات	
285	فاضل بریلوی کے معاشی نکات	۳۶
288	پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی	
288	انگریز کا ایجنٹ کون؟	۳۷
294	پروفیسر ظفر الحق بندیا لوی	
294	محدث اعظم کچھو چھوی اور تحریک پاکستان	۳۸
	محمد اعظم نورانی	
	امام احمد رضا محدث بریلوی اور	۳۹
297	فخر سادات سید محمد محدث کچھو چھوی	
	سید صابر حسین بخاری قادری	
304	باب نمبر ۷ — تذکرہ	
305	یادِ اعلیٰ حضرت	۴۰
	علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری	
307	سوانح سراج الفقہاء	۴۱
	علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری	
314	باب نمبر ۸ — مثلث کروی	
315	اعالیٰ العطایا	۴۲
	امام احمد رضا بریلوی	
322	باب نمبر ۹ — علم المیراث	
323	تجلیۃ المسلم فی مسائل من نصف العلم	۴۳
	امام احمد رضا بریلوی	
330	باب نمبر ۱۰ — متفرقات	
331	نظارہ روئے جاناں کا	۴۴
	ڈاکٹر نجیب جمال	
334	صحابہ کی ثنا	۴۵
	قاضی عبدالداائم دائم	
338	بریڈ فورڈ کانفرنس	۴۶
	علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری	
341	تین مصری دانشور	۴۷
	علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری	
348	ڈاکٹر ضیاء الدین احمد	۴۸
	ڈاکٹر ساجد امجد	
359	الامن والعلیٰ (عربی کے دو صفحوں کا ترجمہ)	۴۹
	امام احمد رضا بریلوی	
362	صاحبزادے کی پیدائش پر تہنیت	۵۰
	امام احمد رضا بریلوی	
369	مکتوب تعزیت بر رحلت یادگار اعلیٰ حضرت، مولانا تقدس علی خاں	۵۱
	علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری	
371	منقبت	۵۲
	ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی	

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انتساب

اس مجموعے کو محدث اعظم پاکستان مولانا علامہ ابوالفضل محمد سردار احمد

چشتی قادری قدس سرہ العزیز

گلستانِ محدث اعظم پاکستان، جنگ بازار، فیصل آباد

اور ان کے تحت جگر اور جانشین

پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت مولانا قاضی

محمد فضل رسول چشتی قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ

کے نام نامی سے معنون کرتے ہوئے ایک گونہ خوشی محسوس کرتا ہوں

جن کی شفقت و عنایت کا شکر یہ ادا کرنے کے لئے

میرے پاس ذخیرہ الفاظ نا کافی ہے۔

شرف قادری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مسلك اہل سنت ان عقائد و نظریات کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں بصورت اسلام عطا فرمائے، اس مسلك کی محبت یوں تو ہر پیدا ہونے والے بچے کی طرح پیدا ہوتی ہے اور اس پر میری گھنٹی میں پڑی ہوئی تھی، لیکن اس کو میرے والدین اور اساتذہ نے پروان چڑھایا، خاص طور پر استاذ گرامی محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری رحمہ اللہ تعالیٰ (فیصل آباد) اور استاذ گرامی ملک المدرسین مولانا علامہ عطا محمد چشتی گوڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ (بندیال شریف) اور مرشد گرامی مفتی اعظم پاکستان مولانا علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمہ اللہ تعالیٰ (لاہور) نے اس محبت کو دو آتشہ بلکہ سہ آتشہ کر دیا۔

دور آخر اور خاص طور پر متحدہ پاک و ہند میں دلائل و براہین کے ساتھ مسلك اہل سنت کی ترجمانی اور پاسداری جس طرح امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کی وہ ان ہی کا حصہ ہے، ان کے تعارف کا مطلب مسلك اہل سنت کو متعارف کرانا ہے، وہی مسلك اہل سنت و جماعت جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام، اہل بیت عظام اور ائمہ دین کے ذریعے ہم تک پہنچا۔ امام احمد رضا بریلوی سے محبت و عقیدت کی وجہ سے ہی راقم مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کے دست اقدس پر بیعت ہوا، انہیں امام احمد رضا بریلوی سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔

درس نظامی سے فارغ ہونے کے بعد راقم نے سب سے پہلی کتاب "یاد اعلیٰ حضرت" لکھی، پھر کچھ عرصہ بعد البریلویہ کے جواب میں "تحقیقی و تنقیدی جائزہ" لکھی، عربی میں "من عقائد اہل السنة" لکھی، اس کا ترجمہ "عقائد و نظریات" کے نام سے لکھا، ان کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کئی کچھ لکھا، اس میں پیش نظر یہی تھا کہ مسلك اہل سنت و جماعت کا پیغام دوسروں تک پہنچایا جائے اور اہل سنت کے علماء و مشائخ کی دینی، علمی اور ملکی و ملی خدمات کو صفحات تاریخ میں محفوظ کیا جائے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی کے مرید صادق برادر دینی و ایمانی محترم

محمد عبدالستار طاہر نے جہاں راقم کے بارے میں ”محسن اہل سنت“ اور ”مذکار شرف“ ایسی کتابیں لکھیں وہاں راقم کی بکھری ہوئی تحریرات کو بھی جمع کیا، ان میں سے ایک مجموعہ اس وقت آپ کے سامنے ہے، اس کا نام ”مقدمات رضویہ“ اس مناسبت سے رکھا گیا ہے کہ یہ یا تو امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی تصانیف پر لکھے گئے مقدمات ہیں یا ان کا تعلق کسی نہ کسی عنوان سے ان کے ساتھ ہے اللہ تعالیٰ انہیں دارین میں اس کا اجر عطا فرمائے۔

طوالت سے بچنے کے لئے بعض مقدمات پیش نظر کتاب میں شامل نہیں کئے گئے:

(۱) ”انوار الالغیاء“ کے ساتھ راقم کا تقریباً ایک سو صفحات کا ایک رسالہ ”ندائے

یا رسول اللہ“ کے نام سے شائع ہوا تھا، اب وہ ”عقائد و نظریات“ میں شامل کر دیا گیا ہے۔

(۲) مجموعہ رسائل رد و وافض کے ساتھ ایک مقدمہ ”امام احمد رضا اور رد شیعہ“

کے نام سے شائع ہوا تھا جو ”تنقیدی جائزہ“ میں شامل ہے۔

(۳) ”سبحان السبوح“ اور چند دیگر رسائل ”اللہ تعالیٰ جھوٹ سے پاک ہے“ کے

نام سے شائع ہوئے تو راقم کا ایک مقالہ ”تقدیس الوہیت اور امام احمد رضا“ کے نام

سے اس کی ابتداء میں چھپا، یہ مقالہ ”مقالات رضویہ“ میں چھپ گیا ہے۔

(۴) ایک مقالہ ”امام احمد رضا اور رد قادیانیت“ رسالہ ”الجزال الدیانی“ اور ”مجموعہ

رسائل رد مرزائیت“ کی ابتدا میں چھپا، یہ بھی ”مقالات رضویہ“ میں چھپ گیا ہے۔

یاد رہے کہ یہ صرف وہ مقدمات ہیں جو اردو میں لکھے گئے، عربی میں لکھے

گئے مقدمات ان سے الگ ہیں، اللہ تعالیٰ کو منظور ہو تو وہ الگ شائع کئے جائیں گے۔

مولانا حافظ قاری محمد رمضان صاحب فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور نے

یہ مقدمات کمپوز کئے، سید سعید حسن شاہ زیدی نے ان کے پروف اور پرنٹ نکال کر

دئے، حافظ ثار احمد قادری نے ان کی اشاعت کا اہتمام کیا، مولائے کریم سب کو

محمد عبدالکیم شرف قادری

احسن جزا عطا فرمائے۔ آمین!

چمن زار سٹریٹ، لالہ زار فیرا ۱۱

۲۳ رجمادی الآخرہ ۱۴۲۶ھ

رائیونڈ روڈ، لاہور

۳۱ جولائی ۲۰۰۵ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پہلی بات

محسن اہل سنت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب نے متعدد تصانیف و تالیفات پر جو مقدمات قلم بند فرمائے، ان میں سے رضویات کے حوالے سے محررہ نقدیمات اور تقریظات علیحدہ کر لی گئیں، یہ مقدمات اگرچہ ”آئینہ شرف“ کا حصہ ہیں مگر رضویات کا شعبہ اپنی ایک الگ حیثیت رکھتا ہے اور مجدد دین و ملت امام احمد رضا خاں کے حوالے سے شرف صاحب تخلص بھی رکھتے ہیں۔ بلکہ ان کی مقدمہ نگاری کا نکتہ آغاز ہی رضویات ہے، موصوف نے ۱۹۶۹ء میں سب سے پہلا پیش لفظ اعلیٰ حضرت کے رسائل ”النجۃ الفاتحہ اور ”اتیان الارواح“ کے لئے تحریر کیا۔

شعبہ رضویات سے متعلق مقدمات و تقریظات مزید کئی شعبوں میں منقسم ہو گئے، جنہیں موضوع کے اعتبار سے یکجا کر دیا گیا ہے۔ مثلاً

- | | |
|--------------------------------|-------------------------------|
| ۱۔ قرآن و حدیث سے متعلق..... ۳ | ۶۔ سیاسیات..... ۳ |
| ۲۔ فقہیات..... ۱۲ | ۷۔ تذکرہ..... ۲ |
| ۳۔ اعتقادات..... ۲ | ۸۔ علم جفر، مثلث کرومی..... ۳ |
| ۴۔ ادبیات..... ۲ | ۹۔ عم المیراث..... ۱ |
| ۵۔ تنقیدات..... ۹ | ۱۰۔ متفرقات..... ۳ |

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ درج ذیل رسائل کے لئے ایک ہی تحریر کو تقدیم کے طور پر شامل کیا گیا:

- | | |
|----------------------|-------------------|
| ☆ رسالۃ فی علم الجفر | ☆ الوسائل الرضویہ |
| ☆ اجلی الاعلام | ☆ الجداول الرضویہ |

حضرت مسعود ملت قبلہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد دامت برکاتہم العالیہ نے رضویات کے حوالے سے کثیر مقدمات و پیش لفظ تحریر فرمائے ہیں۔ ان مقدمات کے تین حصص ”آئینہ

رضویات“ کے عنوان سے کراچی سے شائع ہو چکے ہیں..... اور چوتھی جلد سمیت یہ چاروں مجلدات اب ”آئینہ رضویات..... کامل“ کے زیر عنوان ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی کے زیر اہتمام زیر طبع ہیں۔

مقدمات رضویہ کی اپنی ایک اہمیت و افادیت ہے۔ اس حوالے سے شرف صاحب کی بکھری تحریروں کی یکجا پیش کرنے کا مقصد ایک تو انھیں محفوظ کرنا ہے اور دوسرا رضویات کے شعبے میں حضرت ممدوح کی کارگزاری پیش کرنا ہے۔ امید ہے قارئین رضویات اس سے مستفیض ہوں گے۔ زیر نظر مجموعہ تقدیمات ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی کی سلور جوہلی تقریبات کے موقع پر پیش کیا جا رہا ہے۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی کا یہ پچیس سالہ سفر ایک تاریخ ساز سفر ہے، جو کہ اخلاص و لہیت اور جہد مسلسل کا بین ثبوت ہے۔ حضرت مسعود ملت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے زیر سرپرستی ادارہ کی یہ فتوحات آپ کی غایت درجہ شفیق و بردبار شخصیت کا آئینہ ہیں۔ مولیٰ کریم اپنے محبوب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے طفیل ادارے کو شبانہ روز ترقیات سے بہرہ مند فرمائے۔ آمین!

مولیٰ تعالیٰ ہم سب کی یہ مخلصانہ مساعی قبول و منظور فرمائے۔ اور آخرت میں ان اہل اللہ کی نسبت سے ہمارے لئے ذریعہ نجات بنائے۔ اللهم آمین! بجاہ سید المرسلین و الحمد للہ رب العالمین۔

خاکپائے صاحب دلاں

محمد عبدالستار طاہر عفی عنہ

۳۰ محرم الحرام ۱۴۱۹ھ

پیر کالونی، مین روڈ۔ واٹسن۔ لاہور کینٹ

۲۸ مئی ۱۹۹۸ء

کوڈ ۵۴۸۱۰

☆☆☆☆

حیات علامہ شرف قادری..... ایک نظر میں

از محمد عبدالستار طاہر

نمبر شمار	احوال	ماہ و سال
۱	ولادت با سعادت بمقام مرزا پور ضلع ہوشیار پور	۲۲ شعبان ۱۳۶۳ھ / ۱۳ اگست ۱۹۴۴
۲	قیام پاکستان پر تین سال کی عمر میں والدین کے ہمراہ لاہور ہجرت کی۔	۱۹۴۷ء
۳	شفیق ترین ہستی مل جی "جنت بی بی" کلاصال	۱۹۴۸ء
۴	ایم۔ سی پرائمری سکول انجمن شید، لاہور سے پرائمری تعلیم کا آغاز	۱۹۵۱ء
۵	چھوٹی ہمشیرہ کا وصال	۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۱ھ / ۷ مارچ ۱۹۵۲ء بروز جمعہ
۶	تکمیل پرائمری تعلیم	۱۹۵۵ء
۷	جامعہ رضویہ فیصل آباد میں داخلہ لیا اور شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری سے منطق کا ابتدائی رسالہ "صغریٰ" پڑھا	شوال ۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۵ء
۸	دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف میں داخلہ لیا۔ وہاں صوفی حامد علی سے "نخومیر" کا درس لیا۔	۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ / ۲ جنوری ۱۹۵۷ء
۹	جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں داخلہ لیا۔ یہاں مولانا علامہ غلام رسول رضوی، شارح	

نمبر شمار	احوال	ماہ و سال
	بخاری مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی مولانا شمس الزماں قادری وغیرہم سے علمی استفادہ کیا والدہ صاحبہ رابعہ بی بی رحمہما اللہ تعالیٰ کی حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد علیہ الرحمہ سے بیعت جامعہ مظہریہ لدادیہ بندیال میں داخلہ لیا اور استاذ الاساتذہ مولانا عطا محمد چشتی گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ بھرپور استفادہ کیا دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف میں داخلہ اور تین ماہ مولانا علامہ محمد اشرف سیالوی سے استفادہ شادی خانہ آبادی	شوال ۱۳۷۶ھ / مئی ۱۹۵۷ء تا اکتوبر ۱۹۶۱ء ۱۸ جمادی الآخر ۱۳۷۸ھ / ۳۰ دسمبر ۱۹۵۸ء ربیع الآخر ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۱ء ۱۹۶۳ء ۱۳ شوال ۱۳۸۳ھ / ۱۰ مارچ ۱۹۶۳ء بروز اتوار ۱۳۸۳ھ / ۱۹۶۳ء شوال ۱۳۸۵ھ / مارچ ۱۹۶۵ء شوال ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۶ء تا مئی ۱۹۶۷ء ۲۳ شعبان ۱۳۸۶ھ / ۸ دسمبر ۱۹۶۶ء دسمبر ۱۹۶۶ء تا جنوری ۱۹۶۷ء ۱۹۶۰ء
	سند فضیلت (تحصیل علوم سے فراغت) جامعہ نعیمیہ لاہور سے تدریسی زندگی کا آغاز جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں آغاز تدریس ولادت صاحبزادہ ممتاز احمد سدیدی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف ۱ ۱/۲ ماہ (نصف شعبان اور پورا رمضان المبارک) تدریس کی۔ مکتبہ رضویہ انجن شید، لاہور کا قیام دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ	

نمبر شمارہ	احوال	ماہ و سال
	مفتی اور صدر مدرس کی حیثیت سے چار سالہ خدمات جامعہ اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور میں مکتبہ قادریہ کا قیام	۱۹۶۸ء تا ۱۹۷۱ء
	ہری پور سے اشاعت ”عناہ الاحیاط فی جواز حیلۃ الاستقاط“ کی ہری پور سے اشاعت	۱۹۶۸ء
	ہری پور ہزارہ میں جمعیت علمائے سرحد، پاکستان کا قیام امام احمد رضا کے فارسی رسائل ”المنجۃ الفاتحہ“ اور ”اتیان الارواح“ اردو ترجمہ کے ساتھ ہری پور ہزارہ سے شائع کئے۔	۱۹۶۹ء
	”یاد اعلیٰ حضرت“ کی ہری پور ہزارہ سے اشاعت	۱۹۶۹ء
	امام احمد رضا کا رسالہ ”شرح الحقوق“ ہری پور سے شائع کیا۔	۱۹۷۰ء
	حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رضوی علیہ الرحمہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں شرف بیعت	۱۹۷۰ء بروز بدھ
	ہری پور ہزارہ میں ”یوم رضا“ کا آغاز کیا مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم، چکوال	۱۹۷۱ء

نمبر شمار	احوال	ماہ و سال
	میں صدر مدرس کی حیثیت سے دو سال کام کیا	۱۳۹۱ھ / دسمبر ۱۹۷۱ء تا ۱۹۷۳ء
	”سوانح سراج الفقہاء“ کی مرکزی مجلس رضا، لاہور سے اشاعت	۱۹۷۲ء
	سب سے پہلا مقالہ ”علامہ فضل حق خیر آبادی“ ماہنامہ ترجمان اہلسنت، کراچی میں شائع ہوا۔	فروری ۱۹۷۲ء
	چکوال میں ”جماعت اہل سنت“ کا قیام	۱۹۷۲ء
	چکوال میں ”یوم رضا“ کا آغاز	۲۷ صفر ۱۳۹۲ھ / ۱۲ اپریل ۱۹۷۲ء
	امام احمد رضا کے رسائل ”راد القحط والوباء، عز الاکتفاء“ اور ”غایۃ التحقیق“ کی اشاعت	۱۳۹۲ھ / ۱۹۷۲ء
	تقریب یوم رضا و فضل حق خیر آبادی، بمقام چکوال	۱۵ صفر ۱۳۹۳ھ / ۲۱ مارچ ۱۹۷۳ء
	جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں دوبارہ تدریس کا آغاز	شوال ۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۳ء
	مکتبہ قادریہ، لاہور کا قیام	دسمبر ۱۹۷۳ء
	جامع مسجد عمر روڈ، اسلام پورہ لاہور سے آغاز خطابت	۱۹۷۳ء
	صدر مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور	۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۳ء
	شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور	۱۱ شوال ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۷۳ء
	”تذکرہ اکابر اہل سنت“ کی لاہور سے اولین اشاعت	۲۶ رمضان ۱۳۹۶ھ / ستمبر ۱۹۷۶ء

ماہ و سال	احوال	نمبر شمار
۱۲ ربیع الآخر ۱۳۹۷ھ / ۲ اپریل ۱۹۷۷ء ہفتہ	خسر صاحب قاضی علی بخش علیہ الرحمہ کا انتقال	
۱۷ جمادی الآخر ۱۳۹۷ھ / ۲ جون ۱۹۷۷ء بروز اتوار	ولادت صاحبزادہ مشتاق احمد قادری	
۱۱ شعبان ۱۳۰۰ھ / ۲۶ جون ۱۹۸۰ء جمعرات	سنی رائٹرز گلڈ کے صدر کی حیثیت سے دو سال کے لیے چناؤ ہوا	
۹ رذوان الح ۱۳۹۸ھ / ۱۰ دسمبر ۱۹۷۸ء	تیسرے بیٹے حافظ ثار احمد کی ولادت ”الحدیقۃ الندیہ“ پر عربی مقدمہ لکھنے پر علامہ ارشد القادری کا خراج تحسین.....	
۱۳ فروری ۱۹۷۹ء	مکتوب محررہ بنام علامہ تائبش قصوری علامہ فضل حق خیر آبادی کی معروف کتاب ”تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ“ کے ترجمہ کی بندیاں سے اشاعت، جسے بعد میں شفاعت مصطفیٰ ﷺ کے عنوان سے شائع کیا گیا۔	
۱۹۷۹ء	علامہ یوسف نبہانی کی کتاب ”الشرف المؤمن“ کا اردو میں ترجمہ ”برکات آل رسول“ کیا اور شائع بھی کیا۔	
۱۳۰۰ھ / ۱۹۸۰ء	پہلی بار حج و زیارات مقدسہ کی سعادت ملی	
۱۳۰۱ھ / ۱۹۸۱ء	خانوادہ اعلیٰ حضرت میں سے مولانا ریحان رضا خاں سے اجازت و خلافت ملی۔	
۵ محرم الحرام ۱۳۰۲ھ / ۱۹۸۲ء		

نمبر شمار	احوال	ماہ و سال
	”البریلویہ“ کے جواب میں لکھی گئی تحقیقی کتاب ”اندھیرے سے اجالے تک“ کی مجلسِ رضا، لاہور سے اشاعت	۱۹۸۵ء
	اعلیٰ حضرت کے رسالہ مبارک ”انوار الایمان“ اور شرف صاحب کے مقالہ ”ندائے یارسول اللہ“ کی مجلسِ رضا، لاہور سے یکجا اشاعت	۱۹۸۵ء
	غیر مقلدین کی انگریز نوازی کے بارے میں تحقیقی کتاب ”شیشے کے گھر“ کی مجلسِ رضا، لاہور سے اشاعت	۱۹۸۶ء
	سقوط مرکزی مجلسِ رضا، لاہور	دسمبر ۱۹۸۶ء
	رضا اکیڈمی، لاہور کی سرپرستی	۱۹۸۷ء
	وصال پر ملال والدہ ماجدہ رابعہ بی بی سانحہ ارتحال والد ماجد مولوی اللہ علیہ الرحمہ	۱۰ اذیقعدہ ۱۴۰۷ھ / ۷ جولائی ۱۹۸۷ء
	”ادلة اهل السنة والجماعة“ کے اردو ترجمہ ”اسلامی عقائد“ کی لاہور سے اشاعت	۱۹۹۰ء
	”امعة اللمعات“ جلد چہارم کے اردو ترجمہ کی لاہور سے اشاعت	۱۹۹۰ء
	خوش دامن بیگم بی بی صاحبہ کا انتقال	۷ اذواج ۱۴۱۰ھ / ۱۱ جولائی ۱۹۹۰ء
	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی نے	

ماہ و سال	احوال	نمبر شمار
۱۹۹۱ء ۲۸ تا ۲۳ اپریل ۱۹۹۲ء	لاہور کی کانفرنس میں امام احمد رضا گولڈ میڈل پیش کیا۔ جلال آباد، افغانستان کا چار روزہ دورہ عرس مبارک امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سرہند شریف میں شرکت (چھ روزہ دورہ)	
۱۹۹۲ء ۳۰ تا ۱۳ اگست ۱۹۹۲ء	سیرت پاک کے حوالے سے محررہ مقالات کے مجموعہ ”مقالات سیرت طیبہ“ کی لاہور سے اشاعت	
۱۹۹۳ء	علامہ شیخ محمد صالح فرفور، دمشق کی کتاب ”من نفعات الخلود“ کا اردو ترجمہ ”زندہ جاوید خوشبوئیں“ کے نام سے کیا اور مکتبہ قادریہ سے شائع بھی کیا دوسری بار والد ماجد کی طرف سے حج بدل کیا اس سال حج اکبری کی سعادت نصیب ہوئی۔	
۱۹۹۳ء ۱۳/۱۲/۱۹۹۳ء	مقالہ ”مدینۃ العلم“ عربی اور ”شہر یار علم“ اردو کی رضا اکیڈمی لاہور سے کجا اشاعت تحقیقی عربی کتاب ”من عقائد اہل السنۃ“ کی لاہور سے اشاعت	
۱۹۹۶ء	”نور نور چہرے“ کی لاہور سے اشاعت	
۱۹۹۷ء	مرکز تحقیقات اسلامیہ، لاہور کے صدر	

نمبر شمار	احوال	ماہ و سال
	منتخب ہوئے۔	۱۹۹۷ء
	منجھلے بیٹے مولانا مشتاق احمد قادری نے میٹرک (آئس) کے امتحان میں پورے سرگودھا بورڈ میں اول پوزیشن حاصل کی	۱۹۹۷ء
	”اشعہ الممعات“ کے اردو ترجمہ کی جلد پنجم اور ششم کی لاہور سے اشاعت	۱۹۹۷ء
	سب سے چھوٹے صاحبزادے حافظ ثار احمد قادری نے اشاعتی ادارہ الممتاز پبلی کیشنز، لاہور قائم کیا۔	۱۹۹۷ء
	امام ابو حنیفہ انٹرنیشنل کانفرنس اسلام آباد میں عربی مقالہ ”فی ظلال الفتاویٰ الرضویہ“ پڑھا	۱۸۲۵ / اکتوبر ۱۹۹۸ء
	قرآن حکیم کے اردو ترجمہ کا آغاز	۱۲۱۹ھ / ۱۹۹۸ء
	بڑے بیٹے مولانا ممتاز احمد سیدی نے جامعہ ازہر شریف قاہرہ میں ایم فل کا مقالہ لکھا اور مناقشہ (وائیوا) میں کامیابی حاصل کی۔	۲۵ جولائی ۱۹۹۹ء
	منجھلے بیٹے مولانا مشتاق احمد قادری کو ایف۔ اے میں سرگودھا بورڈ کی طرف سے گولڈ میڈل ملا	۳۰ اگست ۱۹۹۹ء
	علامہ شرف قادری صاحب کی پہلی سوانح حیات ”محسن اہل سنت“ مرتبہ	

نمبر شمار	احوال	ماہ و سال
	محمد عبدالستار طاہر کی لاہور سے اشاعت سید وجاہت رسول قادری (صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی) کے ہمراہ قاہرہ کا سترہ روزہ دورہ، وہاں شیخ الازہر اور دیگر علماء سے ملاقات مولانا مشتاق احمد قادری کو دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف کی طرف سے ضیاء الامت ایوارڈ دیا گیا مختلف ارباب علم کے محررہ حیات شرف کے خاکوں پر مبنی مجموعہ ”تذکار شرف“ کی اشاعت	۱۳۱۹ھ / ۱۹۹۹ء ۶ ستمبر ۱۹۹۹ء ستمبر ۱۹۹۹ء ۱۳۲۰ھ / ۱۹۹۹ء
	شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی غیر مطبوعہ فارسی کتاب ”تخصیل اعراف فی معرفۃ الفقہ والتصوف“ کے اردو ترجمہ ”تعارف فقہ و تصوف“ کی الممتاز پبلی کیشنز، لاہور سے اشاعت جماعت اہل سنت پاکستان میں بحیثیت ناظم شعبہ تعلیم و تربیت تقرر علامہ شیخ محمد صالح فرفور، دمشق کی کتاب ”من رشحات الخلود“ کا اردو ترجمہ ”سدا بہار خوشبو میں“ کیا دلائل الخیرات شریف کی شرح	۱۹۹۹ء ۱۹۹۹ء ۱۹۹۹ء

نمبر شمار	احوال	ماہ و سال
	”مطالع المسرات“ از علامہ مہدی قاسمی کے اردو ترجمہ کی اشاعت	۲۰۰۰ء
	مختلف مقالات کے مجموعہ ”عظمتوں کے پاسبان“ کی لاہور سے اشاعت	۲۰۰۰ء
	مقبول ترین عربی کتاب ”من عقائد اہل السنۃ“ کے اردو ترجمہ ”عقائد و نظریات“ کی لاہور سے اشاعت	۲۰۰۰ء
	بڑے صاحبزادے ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری کی جامعہ الازہر مصر سے ایم فل کرنے کے بعد وطن واپسی	۱۳ مارچ ۲۰۰۰ء بروز پیر
	مولانا ممتاز احمد سدیدی صاحب کی شادی خانہ آبادی	۱۳ مئی ۲۰۰۰ء بروز جمعہ المبارک
	مولانا مشتاق احمد قادری نے فاضل عربی کیا	۲۰۰۱ء
	علامہ شرف قادری نے امام احمد رضا انٹرنیشنل کانفرنس بریڈفورڈ میں شرکت کی اور اس میں مقالہ پڑھا، اس کے بعد پونے چار ماہ پیر سید معروف حسین قادری مدظلہ کے پاس بریڈفورڈ میں قیام کیا	۲۶ اگست ۲۰۰۱ء
	علامہ شرف قادری کی دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ سے تدریسی خدمات سے	

نمبر شمار	احوال	ماہ و سال
	فراغت مولانا مشتاق احمد قادری نے سرگودھا بورڈ سے بی۔ اے کیا	۱۲ دسمبر ۲۰۰۲ء ۲۰۰۲ء
	آغاز کیا مولانا مشتاق احمد قادری کی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ سے فراغت	۵ فروری ۲۰۰۳ء اپریل ۲۰۰۳ء
	مولانا مشتاق احمد قادری کا بین الاقوامی یونیورسٹی، اسلام آباد شعبہ مقارنہ الادیان میں داخلہ (فیکلٹی آف اصول الدین) شیخ عیسیٰ مانع (دبی) کے رسالے کا ترجمہ ”دیدار مصطفیٰ کی بہاریں قیامت تک جاری رہیں گی“ ماہنامہ رموز، صفحہ ایڈیٹری اور رضا ایڈیٹری سے شائع ہوا ”سدا بہار خوشبوئیں“ کی اشاعت دلائل الخیرات علامہ شرف قادری کے ترجمہ اور بہترین کتابت کے ساتھ مکتبہ قادریہ سے شائع ہوئی	فروری مارچ ۲۰۰۳ء مارچ ۲۰۰۳ء مئی ۲۰۰۳ء
	جامعہ ازہر کے ترجمان ہفت روزہ ”صوت الازہر“ میں علامہ تاج محمد خان ازہری کا مقالہ بعنوان ”الشیخ محمد عبدالحکیم	

ماہ و سال	احوال	نمبر شمار
۲۴ جنوری ۲۰۰۴ء	شرف القادری داعیا الی اللہ علی بصیرۃ“ شائع ہوا۔ علامہ شرف صاحب کا دوسری بار دورہ مصر متعدد محدثین سے سند اجازت کا حصول اور ایک سو کے قریب مختلف ممالک کے فضلاء کو سند حدیث دی	
۱۵ فروری ۲۰۰۴ء	ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی صاحب کا قاہرہ میں پی ایچ ڈی کے لیے مناقشہ (وائسوا) جامعہ الازہر، قاہرہ کے دورہ سے علامہ شرف صاحب کی واپسی	
۱۶ فروری ۲۰۰۴ء	ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری کی پی ایچ ڈی کے بعد مصر سے واپسی	
۲۸ فروری ۲۰۰۴ء	ترجمہ قصیدہ بردہ شریف کی اشاعت ”لولہ انگیز خوشبوئیں“ کی اشاعت دارالعلوم جامعہ اسلامیہ، لاہور سے فراغت	
۲۷ جولائی ۲۰۰۴ء	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کے زیر اہتمام کراچی میں منعقد ہونے والی امام احمد رضا انٹرنیشنل سلور جوہلی کانفرنس کی صدارت	
۲۰۰۴ء		
۲۰۰۴ء		
ستمبر ۲۰۰۴ء		
۱۹ اپریل ۲۰۰۵ء	جہان امام ربانی فاؤنڈیشن کی طرف	

۱۰ اپریل ۲۰۰۵ء

سے کراچی میں منعقد "مختل تشکر" میں شرکت

کیم مئی ۲۰۰۵ء

برکاتی فاؤنڈیشن، کراچی کی طرف سے مسلک اہل سنت کی علمی اور تحقیقی خدمات کے اعتراف میں گولڈ میڈل اور خصوصی ایوارڈ

۲۰۰۵ء

عربی کتاب "مصباح الغلام" کے اردو ترجمہ "پکارویا رسول اللہ" کی لاہور سے اشاعت

۲۰۰۵ء

مجموعہ اسانید "الجواہر الغالیہ من الاسانید الغالیہ" کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا

۷ اربوئمبر ۲۰۰۵ء

صفا فاؤنڈیشن، لاہور کی جانب سے علمی و تدریسی خدمات کے صلے میں سیدنا ابو ہریرہ ایوارڈ دیا گیا

قسم اول

مقدمات رضویہ

(اردو)

باب نمبر ۱

<http://t.me/Tehqiqat>

قرآن و حدیث اور سیرت طیبہ

اقرآن وحدیث اور سیرت طیبہ

نمبر شمار	عنوان	مصنف / مترجم	مطبوعہ	سن
۱	تسکین الجنان فی محاسن کنز الایمان	مولانا عبدالرزاق بھٹو الہوی	لاہور	۱۹۸۷ء
۲	قرآن سائنس اور امام احمد رضا	ڈاکٹر لیاقت علی خاں نیازی	چکوال	۱۹۹۰ء
۳	کنز الایمان اور دیگر معروف قرآنی اردو تراجم	ڈاکٹر مجید اللہ قادری	کراچی	۱۹۹۸ء
۴	سرور القلوب بذر کراچوب	مولانا تقی علی خاں	لاہور	۱۹۸۵ء
۵	جامع الاحادیث	مولانا محمد حنیف خاں رضوی	کراچی	۲۰۰۰ء

تقدیم:

تسکین الجنان فی محاسن کنز الایمان

(علامہ عبدالرزاق بھترالوی)

کچھ کتابیں بہترین راہنما اور بہترین ساتھی کی حیثیت رکھتی ہیں، جبکہ کچھ کتابیں ہولناک تباہی اور بربادی کا سامان ہوتی ہیں۔ غرضیکہ کتاب کی اثر آفرینی سے انکار نہیں کیا جاسکتا، انسانی تاریخ میں آج تک کتنی کتابیں لکھی گئیں؟ کوئی محقق ان کا شمار نہیں کر سکتا، لیکن یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ سب سے اعلیٰ سب سے زیادہ مکمل اور لافانی کتاب صرف اور صرف قرآن پاک ہے، جو تعمیر و تبدل سے محفوظ اور بنی نوع انسان کے لئے پیام حیات ہے، پیام امن ہے، صراطِ مستقیم ہے اور انسانی زندگی کے ہر گوشے میں راہنمائی کرنے والی کتاب ہے۔

قرآن پاک کتابِ ثواب بھی ہے اور کتابِ انقلاب بھی، نبی اکرم ہادی اعظم ﷺ نے قرآن پاک کی بنیاد پر جو انقلاب پاپا کیا، تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ وہ قوم جو ہر اعتبار سے پستی کی اتھاہ گہرائیوں میں غرق تھی، اسے مختصر ترین عرصے میں عظمتوں کی ان بلندیوں پر پہنچا دیا کہ اس وقت کی دوسرے پاور حکومتیں روم اور ایران ان کے سامنے سرنگوں ہو گئیں، یہ وہ عظیم انقلاب ہے جس نے غیر مسلم دانشوروں کو جو حیرت کیا ہوا ہے، اور وہ اس گتھی کو سلجھانے سے عاجز نظر آتے ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ اگر ہم اپنی موجودہ حالتِ زار پر غور کریں تو سر بارِ ندامت سے جھک جاتا ہے کہاں وہ شاندار عروج اور کہاں یہ افسوس ناک زوال؟..... وجہ ظاہر ہے بقول شاعر

وہ معزز تھے زمانے میں مسلمان ہو کر

اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآن ہو کر

marfat.com

آج کی اہم ترین ضرورت یہ ہے کہ ہم قرآن و حدیث پڑھیں، سمجھیں اور ان پر عمل کریں، اصولی طور پر ہونا تو یہ چاہئے کہ ہم علوم دینیہ اور عربی زبان میں اتنی مہارت حاصل کریں کہ قرآن و حدیث کا عربی زبان میں مطالعہ کر سکیں اور ان کے مطالب و مفہیم تک رسائی حاصل کریں، مگر آج جبکہ ہم علوم دینیہ سے کوسوں دور ہیں اور عربی زبان سے بالکل ناواقف ایسے حالات میں ہماری خوش نصیبی یہی ہے کہ ہم تراجم کے ذریعے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم ﷺ کے احکام و تعلیمات کو جاننے کی کوشش کریں۔

اردو زبان میں قرآن پاک کے بہت سے ترجمے لکھے گئے ہیں اور بازار میں دستیاب بھی ہیں، لیکن ترجمہ کرنے کیلئے عربی لغت اور گرامر سے واقف ہونا ہی کافی نہیں ہے۔ بلکہ بارگاہ الوہیت اور دربار رسالت کا ادب و احترام، عصمتِ انبیاء کا لحاظ، ناسخ و منسوخ، شان نزول سے واقفیت، بظاہر اختلاف رکھنے والی آیات کے درمیان تطبیق، عقائد اہل سنت، تفسیر صحابہ و تابعین اور تفسیر سلف صالحین پر گہری نظر اور عبور ہونا بھی ضروری ہے، امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے تقریباً پچاس علوم و فنون میں بے مثال مہارت و وسیع مطالعہ اور حیرت انگیز حافظہ عطا فرمایا تھا، انہوں نے قرآن پاک کا ترجمہ کر کے عامۃ المسلمین پر بہت بڑا احسان فرمایا، بلاشبہ ان کا ترجمہ تمام خوبیوں کا حامل اور قرآن پاک کا بہترین ترجمان ہے۔

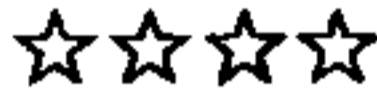
ان کے ترجمہ قرآن کی بے پناہ مقبولیت نے مخالفین کو سرا سیمہ کر دیا ہے، چنانچہ کئی کتابچے اور پمفلٹ اس ترجمہ کے خلاف دیکھنے میں آچکے ہیں، ایسے ہی ایک پمفلٹ کے شبہات کا ازالہ کرنے کے لیے فاضل نوجوان مولانا علامہ عبدالرزاق زید مجدہ نے پیش نظر کتاب تحریر فرمائی ہے، جس میں انہوں نے عالم اسلام کے مسلم مفسرین کے حوالے سے ثابت کیا ہے کہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کا ترجمہ ہی صحیح ترجمہ ہے۔

مولانا عبدالرزاق زید علمہ، ضیاء العلوم جامعہ رضویہ، سبزی منڈی، راولپنڈی کے

مدرس ہیں اور علمی ذوق سے سرشار ہیں ان کی یہ پہلی تحریری کوشش ہے جو لائق تبریک و تحسین ہے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ تصنیف و تالیف کے میدان میں انہیں مزید کام کرنے کی توفیق نصیب ہو اور ہمارے دوسرے نوجوان علماء کو بھی قلم و قرطاس کی اہمیت کا شعور عطا ہو۔

محمد عبدالکلیم شرف قادری

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور



<http://t.me/Tehqiqat>

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تقریظ:

قرآن سائنس اور امام احمد رضا

(ڈاکٹر لیاقت علی نیازی)

قرآن پاک وہ زندہ کتاب ہے جو اپنی حقانیت کی دلیل خود ہے۔ وہ آئین حیات ہے جو انسانی زندگی کو کامیابی کی ضمانت دیتا ہے۔ قرآن کریم کتابِ ثواب بھی ہے اور کتابِ انقلاب بھی۔ نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اسی کتابِ عظیم کی تعلیمات کے ذریعے عالمی انقلاب لانے کی بشارت دی اور مختصر ترین عرصے میں انقلاب برپا کر کے دکھا دیا۔ ایک ایسی سراپا علم و عمل ٹیم تیار کی جس نے پرچم اسلام بلند سے بلند تر کیا اور اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ تعالیٰ کا قانون نافذ کیا۔ ایسے جانباز مجاہد تیار کئے جن کے سامنے اُس دور کی سپر پاور حکومتوں رومن ایمپائر اور فارس کی حکومتوں کے پرچم سرنگوں ہو گئے۔

وہ قوم جو ہر اعتبار سے انحطاط اور پستی کی گہرائیوں میں پڑی ہوئی تھی کس طرح اچانک بامِ عروج تک پہنچ گئی؟

اس سوال کا جواب بڑا واضح ہے اور وہ یہ کہ یہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی نظرِ التفات اور قرآنی تعلیمات کا اعجاز تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور سید عالم ﷺ سے قرآنی تعلیمات حاصل کیں۔ آپ کے ارشادات سُنئے، سمجھے اور اُن پر عمل پیرا ہوئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ کشورِ کشائے عالم بنے۔

آج ہمیں احساس ہے کہ ہماری ناکامیوں کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرّم ﷺ کی تعلیمات کو پڑھنا۔ سمجھنا اور ان پر عمل کرنا چھوڑ

دیا ہے۔ اس کے باوجود ہم دینِ متین کی تعلیمات کے حاصل کرنے اور ان پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا

”یہ لوگ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے۔ کیا دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں؟“
قرآن پاک کے عجائب کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ بڑے بڑے دانشوروں نے غور و فکر میں عمریں گزار دیں۔ پالا خرا نہیں یہ کہنا پڑا کہ ہم اس کی اتھاہ گہرائیوں تک نہیں پہنچ سکتے۔

خوشی کی بات ہے کہ جناب ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی ڈپٹی کمشنر، چکوال نے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے ترجمہ قرآن کی روشنی میں سائنسی نقطہ نظر سے قرآن پاک کا مطالعہ کر کے پیش نظر مقالہ ترتیب دیا ہے، جو بلاشبہ قابل ستائش کوشش ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس سعی جمیل کا اجر و ثواب عطا فرمائے اور مزید غور و خوض کی توفیق عطا فرمائے۔ سائنس جوں جوں ترقی کرتی جائیگی قرآن کریم کے بیان کردہ حقائق کی تصدیق کی راہیں کھلتی جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس بحر بیکراں سے فیض یاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ

۱۱ دسمبر ۱۹۹۰ء



حرف آغاز

کنز الایمان اور دیگر معروف قرآنی اردو تراجم

(از پروفیسر ڈاکٹر محمد مجید اللہ قادری)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم و علی آلہ و اصحابہ

اجمعین۔

قرآن پاک وہ زندہ جاوید اور آفاقی کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے اپنے حبیب مکرم ﷺ کے قلب اقدس پر نازل فرمائی، یہ وہ منبع حق و صداقت ہے جس پر باطل کا حملہ کسی پہلو سے اثر انداز نہیں ہو سکتا، اس کے اسرار و رموز اور عجائب کبھی ختم نہیں ہو سکتے، کسی بھی علم یا فن کا ماہر جوں جوں اس کا مطالعہ کرتا جائے گا اس پر نئے نئے حقائق و معارف منکشف ہوتے جائیں گے، بلا آخر اسے تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ وہ بحر بے کراں ہے جس کے اسرار و غوامض کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا اور اس کے کسی بیان کو جھٹلایا نہیں جا سکتا، شرط یہ ہے کہ انسان انصاف و دیانت سے عاری نہ ہو۔

قرآن پاک کو سمجھنے کے لئے صرف عربی زبان، صرف و نحو، علم معانی، بیان بدیع وغیرہ علوم میں مہارت کافی نہیں، فقط تفسیر و حدیث، عقائد و کلام اور تاریخ و سیرت کا وسیع مطالعہ ہی کافی نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ اور صاحب قرآن ﷺ سے صحیح ایمانی اور روحانی تعلق بھی ضروری ہے۔

اردو ترجمہ نگاروں میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز ممتاز ترین مقام پر فائز ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں پچاس سے زیادہ علوم میں حیرت انگیز مہارت عطا فرمائی تھی، وہ عارف باللہ بھی تھے اور صاحب اللہ سے بہت قریب بھی، اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب اکرم ﷺ کی

محبت میں فنا تھے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کے توسط سے ان کے دل پر فیوضِ الہیہ کی بارش ہوتی تھی، اسی لئے انہوں نے قرآنِ پاک کا بے مثال اردو ترجمہ ”کنز الایمان فی ترجمہ القرآن“ کے نام سے کیا، مخالفین کی سازشوں کی بنا پر بعض ممالک میں اس ترجمہ پر پابندی عائد کی گئی، لیکن اس کی خداداد مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اس کی مانگ سب تراجم سے زیادہ ہے، انگریزی، ڈچ، بنگالی، سندھی اور پشتو وغیرہ زبانوں میں اس کے ترجمے کئے جا چکے ہیں۔

پروفیسر مجید اللہ قادری زید مجدہ نے بعنوان ”کنز الایمان اور دیگر معروف قرآنی اردو تراجم“ (ایک تقابلی مطالعہ) علمی اور تحقیقی مقالہ لکھا جس پر انہیں کراچی یونیورسٹی کی طرف سے ۱۹۹۳ء میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی گئی، اس اہم عنوان پر فاضلانہ مقالہ لکھنے پر وہ مبارکباد کے مستحق ہیں، اس وقت اس مقالہ کے تین ابواب میرے سامنے ہیں:-

باب ہفتم: کنز الایمان مستند تفاسیر کی روشنی میں

باب ہشتم: کنز الایمان کی امتیازی خصوصیات

جامعیت، معنویت اور مقصدیت

باب نہم: کنز الایمان پر اعتراضات اور ان کا محققانہ جائزہ

فاضل محقق نے ساتویں باب میں ”صحیح بخاری شریف“، تفسیر کبیر، تفسیر ابن کثیر، تفسیر

روح البیان“ وغیرہ بیسوں عربی اردو تفاسیر اور اردو تراجم کا مطالعہ کیا ہے، اور ان کا حوالہ دیتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی کے اردو ترجمہ کی اہمیت اور افادیت اجاگر کی ہے۔

آٹھویں باب میں کنز الایمان کی امتیازی خصوصیات بیان کرتے ہوئے مثالیں دے کر بتایا ہے کہ کنز الایمان کا اسلوب ترجمہ تمام اردو تراجم سے بہتر اور فائق ہے، اسی طرح اس ترجمہ کی جامعیت، معنویت اور مقصدیت مثالوں سے واضح کی ہے۔

نوویں باب میں مولوی اخلاق حسین قاسمی کی کتاب: ”بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ“ کے اعتراضات کا تنقیدی جائزہ لیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ ان کے اعتراضات

بے بنیاد شکوک و شبہات سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔

مولوی اخلاق حسین قاسمی کے علمی تجزیہ کا اندازہ کرنے کے لئے ان کا ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے! لکھتے ہیں:

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب

یعنی محبوب و محبت میں نہیں میرا تیرا

مولانا مرحوم نے شاعرانہ استعارہ سے کام لے کر خدا اور اس کے رسول ﷺ کو

محبوب و محبت کے طور پر آپس میں ”ایک“ ثابت کیا ہے۔

(علمی تجزیہ ص ۱۳ بحوالہ باب نہم مقالہ پروفیسر مجید اللہ قادری)

آپ خوردبین لگا کر تلاش کیجئے کہ استعارہ کہاں ہے اور محبت و محبوب کی ذات کو

ایک کہاں کہا گیا ہے؟

پروفیسر مجید اللہ قادری خاندانی راسخ العقیدہ سنی حنفی ہیں۔ ان کے والد ماجد شیخ

حمید اللہ قادری شمسٹی رحمہ اللہ تعالیٰ شیر پیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی خاں رحمہ اللہ تعالیٰ

کے مرید تھے پروفیسر صاحب نے ۱۹۷۵ء میں بی ایس سی، ۱۹۷۸ء میں ایم ایس سی کیا

اسی سال کراچی یونیورسٹی کے شعبہ ارضیات میں لیکچرار مقرر ہوئے اس وقت ایسوسی

ایٹ پروفیسر گریڈ نمبر ۱۹ کی پوسٹ پر فائز ہیں اور تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

پروفیسر مجید اللہ قادری ۱۹۶۰ء میں حضرت مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفیٰ رضا

قادری نوری قدس سرہ کے مرید ہوئے انہیں مولانا الحاج محمد شفیع قادری مدظلہ العالی

خلیفہ حضرت مولانا تقدس علی خاں رحمہ اللہ تعالیٰ سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں

اجازت و خلافت حاصل ہے جامع مسجد طیبہ لیاقت آباد کراچی میں جمعہ کا خطبہ دیتے

ہیں ۱۹۸۵ء سے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کے جنرل سیکرٹری اور مجلہ معارف

رضا کے ایڈیٹر ہیں امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز کے حوالے سے دس تحقیقی

مقالات لکھ چکے ہیں حضرت پیر طریقت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی کی صحبت

اور تربیت سے فیض یاب ہیں، جن کی سرپرستی میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی نے امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تعارف اور پیغام مختلف زبانوں میں اطراف عالم میں پہنچا دیا ہے، یہ ادارہ عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق کام کر رہا ہے اور علمی و تحقیقی کام کرنے والوں کے ساتھ بھرپور تعاون کر رہا ہے۔

حال ہی میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، رضا دارالاشاعت، لاہور اور رضا اکیڈمی، انگلینڈ کے تعاون سے امام احمد رضا بریلوی کا عربی دیوان ”بساتین الغفران“ طبع ہوا ہے، جسے کلیۃ اللغات و آداب جامعہ ازہر شریف، مصر کے استاذ سید حازم محمد احمد محفوظ نے ترتیب دیا ہے، امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے عربی کلام پر کسی عرب فاضل کا یہ پہلا اور لائق صد تمبریک کام ہے۔

اللہ تعالیٰ پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری کو سلامت رکھے، اپنی نعمتوں سے نوازے اور اسی جذبہ صادقہ سے علمی و تحقیقی کام کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

محمد عبدالحکیم شرف قادری

جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

۳ رجب ۱۴۱۸ھ

۳ دسمبر ۱۹۹۷ء



تقدیم:

سُرُورُ الْقُلُوبِ بِذِكْرِ الْحُبُوبِ

از: مولانا نقی علی خاں رحمہ اللہ تعالیٰ

رئیس المحکمین قدوۃ المتقین مولانا نقی علی خاں، ابن عارف باللہ مولانا رضا علی خاں قدس سرہما اور جب ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۰ء میں محلہ ذخیرہ بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباء واجداد، قندھار کے معزز قبیلہ بڑھیچ کے پٹھان تھے۔ جو شہانہ مغلیہ کے دور میں لاہور آئے۔ اور مقتدر عہدوں پر فائز رہے۔ لاہور کا شیش محل انہیں کی جاگیر تھا۔ آپ کے والد ماجد مولانا رضا علی خاں (متوفی ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۶ء) اپنے دور کے نامور عالم اور عارف باللہ بزرگ تھے۔

حضرت مولانا نقی علی خاں نے اپنے والد ماجد سے علوم دینیہ کی تحصیل اور تکمیل کی۔ ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۷ء میں اپنے فرزند ارجمند علی حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی کے ساتھ، حضرت مولانا شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دونوں حضرات شرف بیعت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ حضرت شیخ نے تمام سلاسل جدیدہ و قدیمہ کی اجازت و خلافت اور حدیث کی سند عطا فرمائی، ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں حرمین شریفین کی زیارت اور حج کی سعادت حاصل کی۔ اسی موقع پر حضرت سید احمد زینی دحلان سے تبرکاً سند حدیث حاصل کی۔

- | | |
|----------------------------------|--------------------------------------------------------------------------|
| ۱۔ محمود احمد قادری، مولانا شاہ: | تذکرہ ملائے اہل سنت (خانقاہ قادریہ بہار) ص ۲۵۱ |
| ۲۔ نثر الدین بہاری، مولانا: | حیات اعلیٰ حضرت (مکتبہ رضویہ، کراچی) ج ۱، ص ۲ |
| ۳۔ رحمن علی، مولانا: | اردو ترجمہ تذکرہ اولیائے بند (پاکستان بٹاریکل سوسائٹی، کراچی) ج ۱، ص ۱۹۳ |
| ۴۔ نثر الدین بہاری، مولانا: | حیات اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۶ |
| ۵۔ ایضاً: | ص ۸ |
| ۶۔ رحمن علی، مولانا: | تذکرہ ملائے بند (اردو ترجمہ) ص ۵۳۰ |

اللہ تعالیٰ نے آپ کو گونا گوں صفات سے نوازا تھا۔ امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

”بحمد اللہ! منصب شریف علم کا پایہ، ذرۃ علیا کو پہنچایا۔“

ع راست می گویم ویز داں نہ پسند و جز راست

کہ جو وقت انظار وحدت افکار و فہم صائب و رائے ثاقب حضرت حق جل و علی نے انہیں عطا فرمائی ان دیار و امصار میں اس کی نظیر، نظر نہ آئی۔ فرست صادقہ کی یہ حالت تھی کہ جس معاملہ میں جو کچھ فرمایا وہی ظہور میں آیا۔

عقل معاش و معاد دونوں کا بروجہ کمال اجتماع بہت کم سنا، یہاں آنکھوں دیکھا، علاوہ بریں سخاوت و شجاعت و علو ہمت و کرم و مروّت و صدقات خفیہ و مبرات جلیہ و بلندی اقبال و بدبہ و جلال و موالات فقراء و امر دینی میں عدم مبالات باغنیاء، حکام^(۱) سے عولت، رزق موروث پر قناعت و غیر ذلک، فضائل جلیہ و خصائل جمیلہ کا حال وہی کچھ جانتا ہے جس نے اس جناب کی برکت صحبت سے شرف پایا ہے۔ (۲)

اللہ تعالیٰ کی محبت اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت تو اس خاندان کا طرہ امتیاز ہے۔ اُس زمانے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ایک اثر کی بنا پر یہ مسئلہ، معرکہ الآراء بنا ہوا تھا کہ باقی چھ زمینوں پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مثل انبیاء ہوئے ہیں یا نہیں؟ ایک گروہ بڑے شد و مد سے ان چھ مثالوں کو مان رہا تھا، جب کہ حضرت مولانا قاسمی علی خان اور ان کے ہم مسلک علمائے

(۱) اس وقت ہندوستان پر انگریز کی حکومت تھی۔ حضرت مولانا قاسمی علی خان کا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا۔ ۱۲ تاوری

(۲) احمد رضا خاں بریلوی، امام: جواہر البیان (مکتبہ حامد، لاہور) ۷-۶

اہل سنت کا موقف یہ تھا کہ یہ عقیدہ قطعی غلط ہے اور اثر ابن عباس سے استدلال مراد غلط ہے، اس سلسلے میں آپ نے ماہ شعبان ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء کو اصلاح ذات البین (۱۲۹۲ھ) کے نام سے مناظرہ کا اشتہار شائع کیا، لیکن فریق مخالف کی طرف سے کوئی مناظرہ کیلئے تیار نہ ہوا۔^(۱) آپ کی کوششوں سے یہ فتنہ ایسا سرد ہوا کہ پھر سر نہ اٹھا سکا۔ تمام عمر شریف علوم دینیہ کی تعلیم و تدریس اور تصنیف و تالیف میں صرف فرمائی۔

حافظ الملک حافظ رحمت خاں بہادر کے نبیرہ نواب نیاز احمد خاں ہوش فرماتے ہیں:

”اکثر اشخاص کو تعلیم علم کا شوق دلاتے ہیں۔ اپنا وقت دینیات کے

پڑھانے میں بہت صرف فرماتے ہیں، ہنگام کلام، علوم کا دریا بہہ جاتا

ہے۔ الْعَالِمُ إِذَا تَكَلَّمَ فَهُوَ بِحَرِّ يَمُوجٍ كَامْضُومٍ انہیں کی ذات

مجمع حسنت پر صادق آتا ہے۔ کسی نحو کسی علم میں عاری نہیں۔ بر علم

میں دخل معقول ہونا بجز عنایت باری نہیں۔ امور خیر میں اپنے اوقات

عزیز صرف کرنے میں دشواری نہیں۔ مسائل مشکلیہ معقول نے ان

کے سامنے مرتبہ حضور پاپا۔ منقول میں بدون حوالہ آیت وحدیث

کے کلام نہ کرنا، ان کا ایک قاعدہ کلی نظر آیا۔

ان کے حضور اکثر منطقی اپنے لیے قیاس و شعور کے موافق صفرائے ثنا

اور کبرائے مدح، شکل بدیہی الانتاج بنا کر دعوائے توصیف کو ثابت کر

دکھاتے ہیں، آخر الامر نتیجہ نکالتے وقت یہ شعر زبان پر لاتے ہیں۔

کیا عجب مدرسہ علم میں اس عالم کے

شمس آکر سبق شمس پڑھتا ہو اگرؑ

ہوش

حیات اعلیٰ حضرت، ج ۱ ص ۷

۱۔ ظفر الدین بہاری، مولانا:

تقریظ سرور الخلوب (نو لکھنؤ) ص ۴

۲۔ نیاز احمد خاں ہوش، نواب:

آپ کے تلامذہ کے اسماء گرامی معلوم نہ ہو سکے۔ لیکن صرف آپ کے فرزند ان ارجمند امام احمد رضا بریلوی، مولانا حسن رضا خاں بریلوی اور مولانا محمد رضا بریلوی کے نام ہزاروں شاگردوں کی فہرست پر بھاری ہیں۔

تصانیف:

آپ کی تصانیف آپ کے تبحر علمی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ اندازِ بیاں ناصحانہ اور دلنشین ہے۔ امام رازی کا تبحر اور امام غزالی کا پرسوز لب و لہجہ قاری کے دل و دماغ دونوں کو اپیل کرتا ہے۔ آپ کا اصلاحی لٹریچر اس لائق ہے کہ اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے۔

درج ذیل تصانیف آپ سے یادگار ہیں:

۱۔ الکلام الاوضح فی تفسیر سورۃ الم نشرح ۲۳۸ صفحات پر مشتمل یہ کتاب سورۃ الم نشرح کی تفسیر مسائل دیدیہ اور سیرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مشتمل ہے۔

۲۔ وسیلۃ النجاة۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ

۳۔ سرور القلوب بذکر المحبوب۔ پیش نظر کتاب

۴۔ جواہر البیان فی اسرار الارکان۔ ارکان اسلام نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے فضائل اور اسرار پر بے مثل کتاب، کئی سال پہلے مکتبہ حامد یہ لاہور نے شائع کی تھی۔ کاش کوئی ادارہ جدید کتابت اور مکمل تصحیح کے ساتھ اسے شائع کر دے تو یہ بڑی دینی خدمت ہو گی۔ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے اس کے اڑھائی صفحات کی شرح میں ایک مبسوط کتاب ”زواہر البیان من جواہر البیان“ لکھی تھی جس کا تاریخی نام ”سلطنتہ المصطفیٰ فی ملکوت کل الوری“ ہے۔

۵۔ اصول الرشاد مع مبانی الفساد۔ اس میں ایسے قواعد، دلائل سے ثابت کئے ہیں جو مسلک اہل سنت و جماعت کی حقانیت اور نجدیت کا بطلان ظاہر کرتے ہیں۔

۶۔ ”بدایۃ البریۃ الی الشریعۃ الاحمدیۃ“ دس فرقوں کا حلیمانہ رد۔

۷۔ ”اذاقۃ الاثام لما نھی عمل المولد والقیام“ میلاد شریف اور قیام کے منکرین کا رد۔ یہ

کتاب امام احمد رضا بریلوی کی شرح ”رشاقۃ الکلام فی شرح اذاقۃ الاثام“ کے ساتھ

طبع اہل سنت بریلی سے چھپ چکی ہے۔

۸۔ ”فضل العلم والعلماء“ موضوع نام ہی۔ سے ظاہر ہے۔ یہ رسالہ متعدد بار چھپ چکا

ہے۔

۹۔ ”ازالۃ الاوبام“ رد نجدیہ۔

۱۰۔ ”تزکیۃ الایقان“ تقویۃ الایمان کا رد۔

۱۱۔ ”الکواکب الزہرائی فضائل العلم وآداب العلماء“ علم کے فضائل اور آداب علماء

کے موضوع پر اس رسالہ کی احادیث کی تخریج امام احمد رضا بریلوی نے فرمائی جس کا

نام ”انجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب“ ہے۔

۱۲۔ ”الروایۃ الرویۃ فی الاخلاق النبویۃ“۔ نبی اکرم ﷺ کے اخلاق کریم

۱۳۔ ”التقادیۃ التقویۃ فی الخصائص النبویۃ“ خصائص مصطفیٰ ﷺ۔

۱۴۔ ”لمعۃ النبر اس فی آداب الاکل واللباس“ کھانے پینے اور لباس کے آداب۔

۱۵۔ ”التمکین فی تحقیق مسائل التزیین“ زیب و زینت کے مسائل۔

۱۶۔ ”احسن الوعاء فی آداب الدعاء“، یہ رسالہ امام احمد رضا بریلوی کی شرح ”ذیل

المدعای احسن الوعاء“ کے ساتھ کئی مرتبہ چھپ چکا ہے۔

۱۷۔ ”خیر المخاطبۃ فی المحاسبۃ والمراقبۃ“ محاسبہ نفس اور مراقبہ کے مسائل۔

۱۸۔ ”ہدایۃ المشتاق الی سیر النفس والآفاق“ سیر نفس اور سیر کائنات کی تفصیلات اور

مسائل۔

۱۹۔ ”ارشاد الاحباب الی آداب الاحتساب“ طلب ثواب اور اس کے آداب۔

۲۰۔ ”اجمل الفکر فی مباحث الذکر“ ذکر کے مسائل۔

۲۱۔ ”عین المشاہدۃ لحسن المجاہدۃ“ مجاہدہ نفس کے مباحث۔

۲۲۔ ”تشوق الاذوادالی طریق محبۃ اللہ“ محبت الہی کا طریقہ اور اس راہ کے تقاضے۔

۲۳۔ ”نہایۃ السعادۃ فی تحقیق الہمتۃ والارادۃ“ ہمت اور ارادہ کے معنی کی تحقیق۔

۲۴۔ ”اقوی الذریعۃ الی تحقیق الطریقۃ والشریعۃ“ شریعت و طریقت کا باہمی تعلق۔

۲۵۔ ”ترویج الارواح فی تفسیر سورۃ الانشراح“۔

حج و زیارت:

خواب میں نبی اکرم ﷺ نے طلب فرمایا، یا وجود بیماری اور کمزوری کے چند احباب کے ہمراہ رخت سفر باندھا اور سوئے حرم روانہ ہو گئے۔ چھ عتیدت مندوں نے علالت کے پیش نظر مشورہ دیا کہ یہ سفر آئندہ سال پر ملتوی کر دیجئے، فرمایا:

”مدینہ طیبہ کے قصد سے قدم دروازہ پر باہر رکھوں۔ پھر چاہے

روح اسی وقت پرواز کر جائے۔“

محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے فدائی جذبہ محبت کی لاج رکھ لی اور خواب ہی میں ایک پیالے میں دو اعنایت فرمائی۔ جس کے پینے سے اس قدر افاقہ ہو گیا کہ مناسک حج کی ادائیگی میں رکاوٹ نہ رہی۔

سفر آخرت:

حدیث شریف میں ہے جو شخص پیٹ کے مرض میں مبتلا ہو کر فوت ہو اور شہید ہے۔ اس حدیث کے مطابق حضرت مولانا تقی علی خاں نے شہادت معنوی کا مقام پایا۔ کیونکہ خونی اسہال کے عارضے میں بروز جمعرات بوقت ظہر، ماؤذ یقعدہ کے

۱۔ تشریح الدین بہاری، مولانا:

حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد ۱، ص ۸۔

۲۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، ص ۹۔

۱۰۔

marfat.com

آخرے ۱۲۹ھ/۱۸۸۰ء میں آپ کا وصال ہوا۔ اور والد ماجد کے پہلو میں کھو استراحت ابدی ہوئے۔ رحمہما اللہ تعالیٰ۔

وصال کے دن صبح کی نماز پڑھ لی تھی۔ ظہر کا وقت ابھی باقی تھا۔ کہ پیغام اجل آگیا، حاضرین نے مشاہدہ کیا کہ آخری وقت بار بار سلام کہتے تھے۔ پھر اعضاء وضو پر اس طرح ہاتھ پھیرا جیسے وضو کر رہے ہوں۔ یہاں تک کہ ناک میں پانی ڈالا۔ گویا اپنے طور پر وہ ظہر کی نماز بھی ادا کر گئے۔

امام احمد رضا خاں بریلوی آخری لمحات کی چشم دید کیفیت بیان کرتے ہیں

”جس وقت روح پر فتوح نے جدائی فرمائی، فقیر سر بانے حاضر تھا،

واللہ العظیم! ایک نورلیح علانیہ نظر آیا کہ سینہ سے اٹھ کر برق تابندہ کی

طرح چہرہ پر چمکا اور جس طرح لمعان خورشید، آئینہ میں جنبش کرتا ہے۔

یہ حالت ہو کر غائب ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی روح بدن میں نہ تھی۔

پچھلا کلمہ کہ زبان فیض ترجمان سے نکلا لفظ ”اللہ“ تھا و بس! اور اخیر

تحریر کہ دست مبارک سے ہوئی ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“

تھی کہ انتقال سے دو روز پہلے ایک کاغذ پر لکھی تھی۔

وصال کے بعد امام احمد رضا خاں بریلوی نے خواب میں دیکھا کہ حضرت

پیر و مرشد آل رسول مارہروی، حضرت مولانا نقی علی خاں کے مزار پر تشریف لائے

عرض کیا: حضور! یہاں کہاں؟

فرمایا: ”آج سے یہاں رہا کریں گے۔“

امام احمد رضا خاں بریلوی نے درج تاریخی مادے استخراج فرمائے۔

حیات اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۹

۱۔ مظفر الدین بہاری، مولانا:

حیات اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۹

۲۔ ایضاً:

ص ۹

۳۔ ایضاً:

خاتم اجلة الفقهاء	كان نهاية جمع العظماء
۱۲ ھ ۹۷	۱۲ ھ ۹۷
ان فقدتلك كلمة بها يهتدى	امين الله في الارض ابدًا
۱۲ ھ ۹۷	۱۲ ھ ۹۷
وفاة عالم اسلام نلمة في جمع الانام	ان مودة العالم مودة العالم
۱۲ ھ ۹۷	۱۲ ھ ۹۷
كامل له ثوابك يوم النشور	حلل في باب العباد لا يسدالي يوم القيام
۱۲ ھ ۹۷	۱۲ ھ ۹۷
	يا غفور. كامل له ثوابك يوم النشور
	۱۲ ھ ۹۷

سرور القلوب في ذكر المصوب:

یہ کتاب نو ابواب پر مشتمل ہے۔

۱۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اور دیگر احوال۔

۲۔ آیہ کریمہ ورفعنالك ذكرك کی تفسیر۔

۳۔ آیہ مبارکہ وما ارسلناك الا رحمة للعالمين کی تفسیر

۴۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن ظاہری

۵۔ حسن معنوی و باطنی

۶۔ خصائص شریفہ، دس اوصاف خاصہ

۷۔ معراج شریف۔

۸۔ معجزات۔

۹۔ درود شریف کی اہمیت، اس کے فوائد، نام پاک سن کر درود شریف نہ

پڑھنے والوں کی مذمت، درود پاک کی برکتیں۔

۱۔ مکتبہ الدین بہاری، مولانا:

حیات اعلیٰ حضرت، قبا، ص ۱۰
marfat.com

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے موضوع پر لکھنے کے لیے صرف ظاہری علم و فضل اور قرآن و حدیث اور کتب سیرت کا مطالعہ ہی کافی نہیں بلکہ آپ کی ذات اقدس سے گہری عقیدت و محبت بھی ضروری ہے۔ پیش نظر کتاب کے مطالعہ سے نہ صرف یہ معلوم ہو جائے گا کہ حضرت مصنف اس دولت سے مالا مال ہیں بلکہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا مطالعہ کرنے والے بھی اس بیش قیمت نعمت سے بہتر استطاعت فیض یاب ہوں گے۔

اس سے پہلے یہ کتاب دو مرتبہ چھپ چکی ہے، دوسری بار ۱۹۱۸ء میں مطبع نولکشو رکھنوی میں چھپی تھی۔ اب تیسری اشاعت کا سہرا شبیر برادرزادہ لاہور کے سر ہے۔ یہ اس ادارہ کی ابتدائی اشاعت ہے، مولائے کریم اس ادارہ کو زیادہ سے زیادہ دینی خدمات کی توفیق ارزانی عطا فرمائے۔

یہ کتاب عرصہ سے نایاب تھی۔ حضرت مولانا محمد شریف رحمہ اللہ تعالیٰ مبتم جامعہ نقشبندیہ، ڈسکہ نے اپنے کتب خانہ سے اس کا نسخہ عنایت فرمایا۔ جناب فدا حسین فدا، مدیر مہر و ماہ، لاہور نے بڑی محنت سے اس کی پیرابندی کی۔ قدیم رسم الخط کو جدید کے قالب میں ڈھالا، مولانا الحاج محمد منشا تابش قصوری نے اس کی پروف ریڈنگ کی۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہم سب کو ایمان کی سلامتی کے ساتھ اعمال صالحہ کی توفیق بخشے، خاتمہ بالخیر فرمائے اور قیامت کے دن اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے۔

خوار ہیں، بدکار ہیں، ڈوبے ہوئے ذلت میں ہیں

کچھ بھی ہیں لیکن تیرے محبوب کی امت میں ہیں

محمد عبدالحکیم شرف قادری

۱۱ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ

جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

۴ جنوری ۱۹۸۵ء

تقریظ :

جامع الاحادیث

از: مولانا محمد حنیف خان مدظلہ (بریلی شریف)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پاک و ہند کے فقہاء اور محدثین میں علم و تحقیق کے اعتبار سے امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت کو وہ ہمالیہ کی حیثیت رکھتی ہے، اس قدر جامع العلوم، وسیع النظر اور کثیر التصانیف اور تبحر عالم ان کے دور سے آج تک کوئی دوسرا نظر نہیں آتا۔ طرق حدیث، مراتب احادیث، اسماء الرجال، فقہ کے متون، شروح اور حواشی پر ان کی نظر اتنی وسیع تھی کہ ان کی تصانیف کا مطالعہ کرنے والے بڑے بڑے علماء حیران رہ جاتے ہیں، عموماً کسی بھی مسئلہ پر گفتگو کرتے ہیں تو پہلے قرآن پاک کی آیات پھر احادیث پیش کرتے ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ کی تقلید کا دامن بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔

فتاویٰ رضویہ فقہ حنفی کا انسائیکلو پیڈیا تو ہے ہی، اس میں احادیث مبارکہ کا بڑا ذخیرہ بھی محفوظ کر دیا گیا ہے۔ ضرورت تھی کہ فتاویٰ میں پیش کردہ احادیث کو جمع کر کے مرتب کیا جاتا، ملک العلماء مولانا علامہ محمد ظفر الدین بہاری رحمہ اللہ تعالیٰ (والد ماجد ڈاکٹر مختار الدین احمد وائس چانسلر مولانا ظفر الحق یونیورسٹی، پٹنہ) نے اس پہلو پر کام کیا تھا، اور صحیح بہاری کے نام سے چھ جلدیں مرتب کی تھیں جس میں فتاویٰ رضویہ کے علاوہ دیگر کتب حدیث سے بھی احادیث شامل کی تھیں، اس کی دوسری جلد حضرت ملک العلماء کی کوشش سے چھپ گئی تھی، پہلی جلد ابھی چھپنے والی ہے۔

۱۳۲۰ھ/۱۹۹۹ء میں فاضل علامہ مولانا محمد عیسیٰ رضوی قادری زید علمہ و عملہ

marfat.com

مدرس جامعہ رضویہ مظہر العلوم گرسہائے گنچ، فرخ آباد، یوپی کی سالہا سال کی محنت کے نتیجے میں تیار ہونے والی کتاب ”امام احمد رضا اور علم حدیث“ کے نام سے رضوی کتاب گھر، دہلی نے تین جلدوں میں شائع کی ہے، جبکہ اس کی چوتھی جلد عنقریب طبع ہونے والی ہے۔

پیش نظر کتاب ”المختارات الرضویة من الاحادیث النبویة“ جامع الاحادیث کے نام سے آپ کے سامنے ہے جو امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی ساڑھے تین سو تصانیف سے انتخاب کر وہ احادیث پر مشتمل ہے، اس میں چار ہزار کی قریب احادیث جمع کی گئی ہیں اور یہ کتاب بڑے سائز کے تقریباً چار ہزار صفحات اور چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔

یہ عظیم الشان کارنامہ فاضل اجل مولانا علامہ محمد حنیف خاں مدظلہ صدر مدرسین جامعہ نور یہ رضویہ باقر گنچ بریلی شریف نے انجام دیا ہے، وہ بجا طور پر صد ہزار بدیہ تبریک کے مستحق ہیں ان کا یہ کام کئی پہلوؤں سے امتیازی شان کا حامل ہے، مولائے کریم جل مجدہ العظیم انہیں دارین میں اجر جمیل عطا فرمائے اور ملت اسلامیہ کے لئے مفید کام کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

جامع الاحادیث کی چند امتیازی خصوصیات یہ ہیں۔

- ۱۔ احادیث کو فقہی ابواب کے انداز میں مرتب کیا گیا ہے۔
- ۲۔ احادیث کے ماخذ بیان کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے، بعض احادیث کے دس بیس حوالے دئے گئے ہیں اور یہ بجائے خود بڑی محنت اور تحقیق کا کام ہے۔
- ۳۔ جن احادیث کا ترجمہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے کیا ہے تلاش کر کے وہی ترجمہ لکھا گیا ہے۔

۴۔ احادیث کے جو فوائد امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحریر فرمائے ہیں وہ حدیث کے تحت بیان کر دئے گئے ہیں۔

- ۵۔ احادیث مبارکہ کے کلمات طیبات کی جو شرح امام احمد رضا بریلوی نے فرمائی ہے اس کا خلاصہ حدیث کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔
- ۶۔ جس حدیث پر امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے تفصیلی گفتگو کی ہے اس کے تحت بحث کا خلاصہ لکھ دیا گیا ہے۔
- ۷۔ جگہ جگہ یہ وضاحت بھی کر دی گئی ہے کہ حدیث صحیح ہے یا حسن۔
- ۸۔ حدیث کے راویوں کے مختصر حالات لکھے گئے ہیں۔
- ۹۔ مقدمہ میں تدوین حدیث، تاریخ حدیث اور اصول حدیث نیز علم حدیث میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے مقام و مرتبہ پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔
- آخر میں تین فہرستیں دی گئی ہیں۔

۱۔ عنوانات

۲۔ مسائل ضمنیہ

۳۔ احادیث کے عربی متن کی حروف تہجی کے اعتبار سے فہرست۔

مختصر یہ کہ ”جامع الاحادیث“ حدیث شریف کا قابل قدر اور عوام و خواص کے لئے مفید مجموعہ تیار ہو گیا ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کا شایان شان استقبال کیا جائے اور درجہ حدیث کے طلباء اور اساتذہ کے لئے اس کا مطالعہ لازمی قرار دیا جائے۔

فاضل علامہ مولانا محمد حنیف خاں مدظلہ کا یہ کارنامہ علمی، تحقیقی اور بنیادی نوعیت کا کام ہے، اس کی جتنی بھی پذیرائی کی جائے کم ہے، رب کریم بحرمتہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی سعی جمیل کو قبول فرمائے اور انہیں دونوں جہانوں میں ثواب عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری برکاتی

۲۳ شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ

۲۰ نومبر ۲۰۰۰ء

باب نمبر ۲:

<http://t.me/Tehqiqat>

فقہیات

باب نمبر ۲۔ فقہیات

نمبر شمار	عنوان	مصنف	مطبوعہ	سن
۱۔	بذل الجواز علی الدعاء بعد صلاة الجنازة	امام احمد رضا خاں بریلوی		۱۹۷۰ء
۲۔	الکحجہ القانکہ واتیان الارواح	امام احمد رضا خاں بریلوی / علامہ شرف قادری	ہری پوری ہزارہ	۱۹۶۹ء
۳۔	شرح الحقوق لطرح الحقوق	امام احمد رضا خاں بریلوی	ہری پوری ہزارہ	۱۹۷۰ء
۴۔	ایذان الاجرنی الاذان علی القبر	امام احمد رضا خاں بریلوی	ہری پور ہزارہ	۱۹۷۰ء
۵۔	راد القحط والوباء + اعز الاکتفاء	امام احمد رضا خاں بریلوی	لاہور	۱۹۷۲ء
۶۔	النیرة الوضیة شرح الجوبہرة المعصیة	امام احمد رضا خاں بریلوی	لاہور	۱۹۷۳ء
۷۔	اقامة القیامہ	امام احمد رضا خاں بریلوی	لاہور	۱۹۸۶ء
۸۔	دواہم فتوے	امام احمد رضا خاں بریلوی / مولوی اشرف علی تھانوی	لاہور	۱۹۹۰ء
۹۔	کفل الفقہیہ الفاہم (اردو)	امام احمد رضا خاں بریلوی	لاہور	۱۹۹۰ء
۱۰۔	فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد اول	امام احمد رضا خاں بریلوی	لاہور	۱۹۹۰ء
۱۱۔	فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد ۱۴	امام احمد رضا خاں بریلوی	لاہور	
۱۲۔	ذبیحہ حلال ہے	امام احمد رضا خاں بریلوی	لاہور	۱۹۹۱ء

تقریظ:

بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلاة الجنائز

از: امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کی شخصیت اس قدر دلاویز ہے کہ جس پہلو سے انہیں دیکھا جائے اسی اعتبار سے ہدیہ دل پیش کرنے کو جی چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو کم و بیش پچاس علوم میں وہ بے مثال بصیرت عطا فرمائی تھی کہ آپ کے معاصرین کو ان علوم میں سے بعض میں ابھی اس کا عشر عشر حاصل نہ تھا، آپ کی ایک ہزار کے لگ بھگ بلند پایہ تصنیفات خصوصاً فتاویٰ رضویہ کی بارہ ضخیم جلدوں کو دیکھ کر آپ کی جلالت علمی، دقت نظری، نکتہ آفرینی، قوت استدلال، قرآن و حدیث اور کتب سلف پر گہری نظر کا اعتراف کرنے پر ہر موافق و مخالف مجبور ہو جاتا ہے، آپ کے کمال علمی کا سہ عرب و عجم کے علماء نے تسلیم کیا، آپ نے تمام عمر دین متین کی خدمت میں صرف کر دی، تیرہویں صدی کے آخر اور چودھویں صدی کی ابتدا میں آپ کے علم و فضل کا آفتاب نصف النہار کو پہنچ کر پوری تابانی سے چمک رہا تھا، پھر اس کی روشنی بڑھتی رہی، آپ کی پوری زندگی اتباع و خبت مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عبارت تھی، انہی وجوہ کی بناء پر علمائے حق نے آپ کو موجودہ صدی کا مجدد برحق تسلیم کیا، صرف تیرہ سال دس ماہ کی عمر میں فتویٰ نویسی، درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا کام شروع کر دیا اور آخر عمر تک اسے سرانجام دیا، حق گوئی اور بے باکی آپ کا شیوہ تھا، دوسری دفعہ حج بیت اللہ کو گئے تو وہاں حکومت کی جانب سے متعین خطیب نے خطبہ میں پڑھا: "وَ اَرْضٌ عَنْ اَعْمَامِ نَبِيَّكَ الْاَطَائِبِ حَمْرَةَ وَالْعَبَّاسِ وَ اَبِي طَالِبٍ" (اے اللہ! تو اپنے نبی کے پاکیزہ چچوں حمزہ، عباس اور ابی طالب سے راضی

ہو، یعنی ابوطالب کا ذکر بھی تھا) یہ ایک واضح بدعت حکومت کی جانب سے تھی، اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے سنتے ہی آواز بلند سے کہا: ”اللّٰهُمَّ هَذَا مُنْكَرٌ“ (اے اللہ! یہ ناپسندیدہ بات ہے) حدیث شریف میں ہے کہ کوئی بڑا کام دیکھو تو ہاتھ سے منع کرو، نہ ہو سکے تو زبان سے روکو، یہ بھی نہ ہو سکے تو دل سے برا جانو، اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے دوسرے حکم پر بخوبی عمل کیا، جبکہ وہاں کے علماء میں سے کسی نے بھی اس کا نوٹس نہ لیا، (ملفوظ شریف حصہ دوم) حب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو گویا آپ کے رگ و پے میں رچی ہوئی تھی، ذرا وعظ نصیحت کی آخری مجلس کی گفتگو کا ایک حصہ ملاحظہ فرمائیں ”جس سے اللہ و رسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو فوراً اس سے جدا ہو جاؤ، جس کو بارگاہ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو، اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر باہر پھینک دو“ (وصایا شریف) اسی حب صادق کا اثر تھا کہ آپ نے ساری زندگی میں کبھی کسی گستاخ بارگاہ رسالت کی رعایت نہ کی، بلکہ اپنے قلم کی تلوار کو ان کے خلاف پوری قوت سے استعمال کیا تا کہ وہ لوگ مجھے طعن و تشنیع کا نشانہ بنا کر اپنا دل خوش کر لیں، اتنی دیر تو میرے آقا و مولا کی شان میں گستاخی نہ کریں گے، ہر ذی عقل جانتا ہے کہ ذاتی معاملات میں رواداری یقیناً اچھی چیز ہے، لیکن محبوب کے بارے میں توہین و بے ادبی کو دیکھ سن کر خاموش رہنا قانون محبت کی رو سے ایسا جرم ہے جسے کبھی معاف نہیں کیا جاسکتا، وہ محبوب بھی کیسا؟ جو نازش کائنات ہو، انبیاء کا امام ہو اور جس کے نام عرش سے محبت کے سلام و پیام آتے ہوں صلی اللہ علیہ وسلم۔ اعلیٰ حضرت کے نزدیک محبوب خدا سرور ہر دوسرا صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا دم بھرتے ہوئے کسی جاہ و چشم کے

مالک تاجدار کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا بھی جائز نہ تھا، چنانچہ ایک دفعہ ایک ریاست تانپارہ (ضلع بہرائچ شریف، یوپی) کے نواب کی مدح میں شعراء نے قصیدے لکھے

کچھ لوگوں نے آپ سے بھی قصیدہ مدحیہ لکھنے کی گزارش کی آپ نے نواب صاحب کی شان میں قصیدہ لکھنے کی بجائے اس ذات ستودہ صفات کی تعریف میں نعت شریف لکھی کہ خود خدا نے جن کی تعریف فرمائی ہے اور آخر میں صاف کہہ دیا۔

کروں مدح اہل دُؤلِ رضا پڑے اس بلا میں میری بلا

میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارہٴ ناں نہیں

نماز جنازہ کے بعد دعا کے جائز ہونے کے متعلق آپ نے ۱۳۱۱ھ میں ایک

رسالہ ”بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلاة الجنائز“ (نماز جنازہ کے بعد

دعامانگنے پر انعامات کی بارش) صرف ایک دن میں تحریر فرمایا، اس میں اس مسئلے کی

فقہی تحقیق ہے، اسی سال آپ نے ایک اور فتویٰ تحریر فرمایا جس میں حدیثی بحث ہے

اس میں آپ نے کبیری شرح منیہ سے صاف اور صریح حدیث نقل فرمائی ہے جس

سے جنازہ کے بعد دعامانگنا ثابت ہے۔

بجہدہ تعالیٰ ہمیں ان دونوں فتوؤں کو شائع کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی

ہے عربی سے ناواقف حضرات کی سہولت کے پیش نظر عربی عبارات کا ترجمہ کر دیا گیا

ہے اصل عبارت اور ترجمے میں فرق ظاہر کرنے کے لئے ترجمے کے ارد گرد بریکٹ لگا

دی گئی ہے۔

۱۹۶۹ء میں ”حیلۃ اسقاط“ کے نام سے ایک اشتہار دار العلوم اسلامیہ رحمانیہ

ہری پور کی طرف سے شائع ہوا تھا، اسے بھی اضافے کے ساتھ آخر میں شامل کر دیا گیا

ہے اور اس کا نام ”غایۃ الاحتیاط نے جواز حیلۃ الاسقاط“ (حیلۃ اسقاط کے جواز میں

انتہائی احتیاط) رکھا گیا ہے اور سب سے آخر میں جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر

کرنے کے سلسلہ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مختلف فتوؤں کا خلاصہ درج کر دیا گیا

ہے، گویا پیش نظر کتاب چار رسالوں کا مجموعہ ہے، اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور دین

متین کی مزید خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور خاتمہ بالخیر فرمائے۔

اعلیٰ حضرت کی ولادت باسعادت ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ بروز شنبہ بریلی شریف محلہ جسولی میں ہوئی، آپ عمر بھر حُبِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شرابِ طہور پیا کرتے۔ ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ جمعہ مبارک کے دن ادھر مؤذن نے ”حی علی الفلاح“ کہا اور آپ کے چہرہ انور پر نور کا ایک شعلہ لپکا اور آپ فوز و فلاح کے عطا کرنے والے رب کریم کے دربار میں حاضر ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

محمد عبدالکلیم شرف قادری

۱۹۷۰ء

جامعہ اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور

<http://t.me/Tehqiqat>

تعارف:

الحجۃ الفائقہ و اتیان الارواح

از امام احمد رضا خاں بریلوی

(ترجمہ: علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری)

علی حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں۔ عرب و عجم کے اہل علم نے آپ کو موجودہ صدی کا مجدد برحق تسلیم کیا ہے۔ آپ کی عظمت و جلالت کا اندازہ صرف اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ آپ صرف تیرہ سال دس ماہ چار دن کی عمر میں تمام علوم مروّجہ کی اپنے والد ماجد امام المصطفیٰ مولانا تقی علی خاں قدس سرہ سے تکمیل کر کے مسند تدریس و افتاء پر فائز ہو گئے، اور تمام عمر خدمت دین میں صرف کردی آپ کی زندگی کا نصب العین پرچم اسلام کو بلند کرنا، اللہ تعالیٰ کی قد و سیت و یکتائی اور نبی اکرم سرور دو عالم ﷺ کی عظمت و رفعت شان سے لوگوں کو آگاہ کرنا تھا۔

گم رضائش در رضائے مصطفیٰ
زاں سبب شد نام او احمد رضا

آپ کے شب و روز اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم علیہ التحیۃ و الثناء کی محبت کی سرشاری میں گزرتے۔ آپ کا مطمح نظر یہ تھا کہ تمام مسلمان اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے کیف اور مستی میں ڈوب جائیں تاکہ صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ کے محبت صادق بن سکیں، اور انہیں راہ شریعت پر ثابت قدمی نصیب ہو۔ اور وہ کفر و ضلالت کی مہیب گھاٹیوں سے ٹکلیہ دور ہو جائیں۔ حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی قدس سرہ نے ایک دفعہ عرض کی کہ:

”آپ اپنی تحریر میں اتنی شدت نہ استعمال فرمایا کریں تاکہ ہر شخص

ان سے فائدہ حاصل کر سکے۔“

آپ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا:

”مولانا اگر میرے پاس اختیار ہوتا تو میں شان رسالت کے گستاخوں کا سر قلم کر دیتا، چونکہ ایسا اختیار میرے پاس نہیں، اس لئے میں پوری شدت سے اپنے قلم کو استعمال کرتا ہوں تاکہ وہ لوگ اس طرف سے ہٹ کر مجھے طعن و تشنیع کا نشانہ بنالیں، اتنی دیر تو میرے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کچھ نہ کہیں گے۔“

اسی طرح جیسے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تھا۔

فان ابی و والدتی و عرضی لعرض محمد منکم و قاء

”میرے والدین اور میری عزت، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عزت کی حفاظت کیلئے تمہارے مقابلے میں ڈھال ہے۔“

آپ نے ایک ہزار کے لگ بھگ قابل قدر کتابیں تصنیف فرمائیں۔ ان میں سے ہم ایصال ثواب کیلئے دن مقرر کرنے کے بارے میں ”النجۃ الفائقۃ لطیب العین والفاتحہ“ مع ترجمہ اور موت کے بعد ارواح کے اپنے گھروں میں آنے کے متعلق ”ایمان الارواح لدیارہم بعد الرواح“ ہدیہ ناظرین کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اس سعادت کا سہرا بجا طور پر جناب صاحبزادہ محمد طیب الرحمن صاحب صدر جمعیت علمائے پاکستان ہزارہ و ناظم اعلیٰ دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ اور تمام ان معاونین کے سر ہے جنہوں نے ہمارے ساتھ درہمے قدمے اور سخنے تعاون کیا جزا، ہم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

اعلیٰ حضرت کی ولادت باسعادت دس شوال ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۷ء بروز شنبہ بریلی شریف محلہ جسولی میں ہوئی۔ آخر آپ عرصہ تک شریعت و طریقت کے متوالوں کو قرآن و حدیث کا شربت جانفزا پلاتے ہوئے ۲۵ صفر ۱۳۳۰ھ جمعہ مبارک کے دن ادھر مؤذن نے حسی علی الفلاح کہا ادھر آپ اپنے رب قدیر کے دربار میں حاضر ہو گئے۔ انا لله و انا الیہ راجعون O

محمد عبدالحکیم شرف لاہوری

marfat.com

ابتدائیہ:

شرح الحقوق لطرح العقوق

(از امام احمد رضا خاں بریلوی)

مترجم: علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری)

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز اس دور کی وہ عظیم ترین شخصیت ہیں جن کی جلالت علمی اور کمال علمی میں نظیر نہیں ملتی۔ وسعت علم اور رائے کی پختگی میں پورے دور میں ان کا کوئی ثانی نہیں۔ خدمت دین میں جس خلوص، سعی مسلسل اور بے باکی کا آپ نے مظاہرہ فرمایا وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ آپ کے انتہائی مقبول نظر سید ایوب علی شاہ صاحب رضوی فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے ایک دفعہ فرمایا کہ:

”اللہ تعالیٰ نے میری عمر سے دس گنا زیادہ کام میرے ذمے فرمادیا ہے، اگر دس آدمی میری امداد کو ہوتے تو جو کچھ سینے میں ہے کسی قدر باہر آجاتا۔“

اور ایک دفعہ فرمایا کہ:

”اللہ تعالیٰ نے مجھ سے میری عمر سے دس گنا زیادہ کام لے لیا ہے یہ اس کا انتہائی فضل و کرم ہے۔“

حقیقت بھی یہ ہے کہ جس نے آپ کی خدمت میں حاضری دی اس نے برملا اس بات کا اعتراف کیا کہ آپ علم و فضل کے بحرنا پیداکنار ہیں۔ آپ کی ایک ہزار کے لگ بھگ تصنیفات آج بھی اس بات کی صداقت پر شاہد ہیں۔ صرف فتاویٰ رضویہ ہی کو لے لیجئے اس میں آپ نے ہزاروں مسائل پر بے لاگ تحقیق و تدقیق فرمائی ہے۔ آپ کی تصنیفات کے مطالعہ کرنے والوں کو پہلا احساس یہ ہوتا ہے کہ آپ قلم کے بادشاہ ہیں،

اور کتاب و سنت اور علمائے امت کے فرمودات پر بہت ہی گہری نظر رکھتے ہیں۔

سید ایوب علی شاہ صاحب رضوی فرماتے ہیں:

ایک دفعہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے بہنوئی اشتیاق علی صاحب تشریف لائے اور

حیرت و استعجاب کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگے کہ:

”ہمارے ہاں ایک مشین آئی ہے کہ اس میں ضرب، تقسیم، جمع اور تفریق

کا مشکل سے مشکل سوال ڈالا جائے تو وہ بہت جلد اسے حل کر دیتی ہے۔“

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا:

”اس میں تعجب کی کوئی بات ہے، میرے پاس ایک ایسا صندوق

ہے جس کے سامنے کسی علم کا بھی سوال پیش کیا جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ

فوراً جواب مل جائے گا۔“

انہوں نے بڑے اشتیاق سے پوچھا ”وہ کون سا صندوق ہے، ہمیں بھی دکھائیے“

آپ نے بٹن کھول کر سینہ مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ”یہ صندوق ہے۔“

چنانچہ ایک دفعہ علیگزہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر اعلیٰ حضرت کی خدمت اقدس میں

حاضر ہوئے۔ آپ نے آنے کی غرض دریافت کی، انہوں نے کہا کہ میں ریاضی کا ایک

مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے کہا فرمائیے۔ انہوں نے کہا وہ مسئلہ ایسا نہیں کہ

اتنی جلدی عرض کر دوں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا آخر کچھ تو فرمائیے۔ وائس چانسلر صاحب

نے اپنا سوال پیش کیا۔ آپ نے اسی وقت اس کا جواب بیان فرما دیا۔ جواب سنتے ہی

وائس چانسلر صاحب محو حیرت ہو گئے اور بے ساختہ پکار اٹھے کہ:

”میں سنا کرتا تھا علم لدنی بھی کوئی چیز ہے آج تو آنکھوں سے دیکھ

لیا، میں تو اس لائیکل مسئلے کے لئے جرمن جانا چاہتا تھا یہ تو ہمارے

پروفیسر سید سلیمان اشرف صاحب نے رہنمائی فرمائی کہ مجھے اس

آستانے کی حاضری نصیب ہوئی۔“

وائس چانسٹر صاحب بصد فرحت و مسرت واپس تشریف لے گئے اور اعلیٰ حضرت کی ملاقات کا اس قدر اثر ہوا کہ نہ صرف واڑھی رکھ لی بلکہ نماز اور روزے کے بھی پابند ہو گئے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے پاس اگرچہ بے شمار کتابیں تھیں لیکن ”العقود الدرّیہ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ“ آپ کے پاس نہ تھی ایک دفعہ آپ پہلی بھیت تشریف لے گئے تو حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی کو فرمایا کہ جا۔ تے وقت ”العقود الدرّیہ“ مجھے دے دیجئے۔ حضرت محدث صاحب نے کتاب لا کہ پیش کر دی اور ساتھ ہی عرض کیا کہ آپ کے پاس تو بہت سی کتابیں ہیں، میرے پاس یہی چند کتابیں ہیں، انہی سے فتویٰ لکھا کرتا ہوں، ملاحظہ فرما کر بھیج دیں۔ اتفاقاً اس دن روانگی نہ ہو سکی دوسرے دن آپ نے وہ کتاب واپس بھیج دی۔ حضرت محدث صاحب نے سمجھا کہ شاید میری بات سے آپ کو ملال ہوا ہے۔ آپ اسٹیشن پر تشریف لائے اور کہا کہ ”میرا مطلب یہ تو نہ تھا کہ آپ یہ کتاب ابھی دے دیں، آپ جب بھی اسے ملاحظہ فرمائیں واپس بھیج دیں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: ”میں نے یہ ساری کتاب دیکھ لی ہے، اب لے جانے کی ضرورت نہیں“ حضرت محدث صاحب نے کہا کہ ”کیا ایک دفعہ دیکھ لینا ہی کافی ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ دو تین ماہ تک تو جہاں کی عبارت کی ضرورت ہو گی، فتاویٰ میں لکھ دوں گا، اور مضمون تو ان شاء اللہ عمر بھر کے لئے محفوظ ہو گیا“ یاد رہے کہ ”العقود الدرّیہ“ دو ضخیم جلدوں میں ہے، لیکن خداداد حافظے کا اندازہ کیجئے کہ ایک نظر ملاحظہ فرمانے سے اس کا مضمون عمر بھر کیلئے محفوظ ہو گیا۔

آپ باقاعدہ پنجگانہ نماز باجماعت ادا کرتے، باوجودیکہ آپ کی طبیعت حار (گرمی والی) تھی گرمیوں میں بھی نماز دستار اور انگر کھے کے ساتھ ادا کرتے، بالخصوص فرض تو کبھی بھی صرف ٹوپی اور کرتے کے ساتھ ادا نہ کرتے۔ چلنے کی حالت یہ تھی کہ پائے مبارک کی چاپ سنائی نہ دیتی۔ خود پہلے سلام کہتے، غرباء فقراء اور بیوہ عورتوں کی

بالخصوص امداد فرماتے، بلکہ بیرونی ضرورت مندوں کو منی آرڈر کے ذریعے پیسے بھیجا کرتے۔

ایک دفعہ ایک سید صاحب تشریف لائے اور دروازے پر کھڑے ہو کر آواز دی۔ ”دلو او سید کو“ اعلیٰ حضرت نے دینی اخراجات کے لئے اپنی آمدنی میں سے دو سو روپے ماہانہ مقرر کئے ہوئے تھے۔ وہی رقم لیکر باہر تشریف لائے اور سید صاحب کی خدمت میں پیش کر کے فرمایا: ”حضور حاضر ہیں“ سید صاحب کچھ دیر تک اس رقم کو دیکھتے رہے، اس کے بعد ایک چونی اٹھائی اور فرمایا: ”بس آپ لے جائیے“ اسی وقت اعلیٰ حضرت نے خادم کو فرمایا، جس وقت سید صاحب تشریف لائیں ان کو دو چونی پیش کر دیا کرو، ان کو مانگنے کی ضرورت نہ پڑے۔ یہ تھی آپ کی سخاوت اور سادات کرام کی تعظیم۔ حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب قدس سرہ نے کیا خوب نعتیہ شعر کہا ہے یہ اسی کی اتباع تھی۔

کیوں اپنی گلی میں روادار صدا ہو جو بھیک لئے راہ گدا دیکھ رہا ہو
باوجود اس علم و فضل، سخاوت و کرامت اور اتباع شریعت مقدسہ آپ سراپا انکسار تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ مولانا سید شاہ برکت اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے عرس پر تشریف لے گئے۔ وہاں مولانا سید اسمعیل شاہ صاحب نے اصرار کیا کہ آپ کچھ بیان فرمائیں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے حاضرین سے فرمایا کہ:

”میں ابھی اپنے نفس کو وعظ نہیں کہہ پایا، دوسروں کو کیا وعظ و نصیحت

کروں۔ آپ حضرات مجھ سے مسائل شرعیہ دریافت فرمائیں، ان

کے متعلق جو حکم شرعی میرے علم میں ہوگا بیان کر دوں گا، کیونکہ اس وقت

جواب دینا شرعی طور پر میرے ذمہ ہو جائیگا۔“

چنانچہ حاضرین میں سے کسی آدمی نے اٹھ کر ایک سوال کر دیا آپ نے اس کے

جواب میں اسی مسئلے کے متعلق بڑے مغز تقرر فرمادی۔

اسے کہتے ہیں انکسار و تواضع کہ باوجود اتباع سنت کی سختی سے پابندی کرنے کے

ماوجود۔ سمجھنا کہ ابھی کے لئے انکسار کی اصل اتباع نہیں ہو سکی۔

نبی اکرم ﷺ کے ساتھ آپ کی والہانہ محبت اور بے ساختہ عقیدت کو کون نہیں جانتا؟ ایک واقعے کا تذکرہ لطف سے خالی نہیں ہوگا، جس میں محبت کی تڑپ اور وارفتگی کی فراوانی کے ساتھ ساتھ دربار رسالت میں آپ کی بے حد مقبولیت کی جھلک بھی دیکھی جاسکتی ہے۔

جب آپ دوسری دفعہ حج بیت اللہ شریف کو گئے تو یہ امنگ لے کر روضہ اقدس پر حاضر ہوئے کہ کاش حالت بیداری میں جمال جہاں آرا کی زیارت ہو جائے۔ چنانچہ مواجہہ شریفہ کے سامنے کھڑے ہو کر آپ درود پاک پڑھتے رہے، لیکن پہلی شب ایسا نہ ہوا، جس سے ان کی طبیعت میں سخت اضطراب پیدا ہوا، اسی حالت دردوسوز میں ایک نعت شریف لکھی جس کا پہلا شعر یہ تھا۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

آخر میں نہایت خاکسارانہ انداز میں التجا پیش کی:-

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا تجھ سے شیدا ہزار پھرتے ہیں
یہ نعت شریف مواجہہ شریفہ کے سامنے پڑھ کر انتظار میں باادب بیٹھ گئے، قسمت کا ستارہ جاگ اٹھا اور آفتاب رسالت ماہتاب نبوت کا آنکھوں سے دیدار میسر آ گیا۔
اللہم ارزقنا لقاء حبیبک الرؤف الرحیم۔

۱۸ مئی ۱۹۶۹ء یوم رضا کے موقع پر زینت القراء قاری غلام رسول صاحب نے برکت علی محمد ن ہال لاہور میں یہی نعت شریف اپنی پرسوز آواز میں پڑھی تو آخری مصرعہ:
”تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں“ کی بجائے ”تجھ سے شیدا ہزار پھرتے ہیں۔“
پڑھ دیا تو سامعین میں سے بشیر حسین ناظم صاحب نے کہا: قاری صاحب اسی طرح پڑھے جس طرح اعلیٰ حضرت نے کہا ہے۔ قاری صاحب نے جب اعلیٰ حضرت ہی کے الفاظ دہرائے۔

ع ”تجھے سے کتے ہزار پھرتے ہیں“

تو سامعین پر وجد طاری ہو گیا اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔

جمعیت علمائے سرحد پاکستان کی طرف سے آپ کا ایک نایاب رسالہ: شرح الحقوق لشرح الحقوق شائع کیا جا رہا ہے، جس میں والدین زوجین اور اساتذہ کے حقوق کی کافی تفصیل ہے۔ بے شک یہ جمعیت کا عظیم کارنامہ ہے جس کے لئے جمعیت کے تمام اراکین مبارکباد کے مستحق ہیں۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی ولادت باسعادت ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۳ جون ۱۸۵۶ء ہفتے کے دن بریلی شریف محلہ جسولی میں ہوئی اور صرف ۱۳ سال ۱۰ ماہ کی عمر میں اپنے والد ماجد امام المتکلمین مولانا تقی علی خاں رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروجہ علوم کی تکمیل کر کے مسند تدریس و افتاء پر فائز ہو گئے۔ تمام عمر شریف دین متین کی بے لوث خدمت کی، بے دینوں کا پوری قوت سے روکیا اور امت مسلمہ کو اللہ تعالیٰ اور آقا و مولیٰ تاجدار مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا سبق سکھایا۔ ۲۵ صفر ۱۳۳۰ھ کو ادھر مؤذن نے حسی علی الفلاح کہا ادھر آپ کے چہرہ انور پر نور کا ایک شعلہ لپکا اور آپ جان آفریں کے دربار میں حاضر ہو گئے۔ انا لله و انا اليه راجعون۔

خبر غم:

اعلیٰ حضرت کے بھتیجے اور طبیب خاص اور استاذ من مولانا حسن رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ کے صاحبزادے حضرت مولانا حکیم محمد حسین رضا خاں صاحب نوری ۱۹ شوال ۱۳۸۹ھ کو ہری پور ہزارہ میں رحلت فرما گئے، اللہ تعالیٰ ان کی قبر انور پر اپنی رحمت کی بارش فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

اراکین جمعیت شریک غم اور دست بدعا ہیں۔

(محمد عبدالحکیم شرف، لاہور)

الخطاب لعلماء العصر

از: علامۃ الدہر مولانا عبدالعزیز پڑھاروی ملتان

أَيُّعُلَمَاءِ الْهِنْدِ طَالَ بَقَاءُكُمْ وَزَالَ بِفَضْلِ اللَّهِ عَنْكُمْ بَلَاءُكُمْ
اے متحدہ پاک و ہند کے علماء! تم سلامت رہو اور اللہ تعالیٰ کے فضل و رزم
سے تمہاری مصیبتیں دور ہوں۔

رَجَوْتُمْ بِعِلْمِ الْعَقْلِ فَوْزَ سَعَادَةٍ وَأَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ يَخِيبَ رَجَاءُكُمْ
تم علوم عقلیہ کے ذریعے سعادت کے حصول کے خواہاں ہو مجھے خدشہ ہے
کہ تمہاری آرزو خاک میں نہ مل جائے۔

فَلَا فِي تَصَانِيفِ الْأَثَرِ هِدَايَةٌ وَلَا فِي إِشَارَاتِ ابْنِ سِينَا شِفَاءُكُمْ
کیونکہ اشیرالدین ابہری کی کتابوں (ہدایۃ الحکمتہ وغیرہ) میں کچھ بھی ہدایت
نہیں ہے اور نہ ہی ابوعلی ابن سینا کی (کتاب) اشارات میں تمہارے لئے شفا ہے۔
وَلَا طَلَعَتْ شَمْسُ الْهُدَى مِنْ مَطَالِعِهِ فَأَوْزَاقُهُادِيَجُورُكُمْ لَا ضِيَاءُكُمْ
ابن سینا کی کتاب مطالع الانوار سے ہدایت کا آفتاب طلوع نہ ہو سکا اس
کے اوراق تمہارے لئے روشنی نہیں تارکی ہیں۔

وَلَا كَانَ شَرْحُ الصَّدْرِ يَشْرُحُ صَدْرَكُمْ بَلِ اِزْدَادَ مِنْهُ فِي الصُّدُورِ صُدَاءُكُمْ
صدرالدین شیرازی کی کتاب ”صدرا“ (شرح ہدایۃ الحکمتہ) سے شرح
صدر نہیں ہوتا بلکہ سینے کی کدورت بڑھ جاتی ہے۔

وَبَازِغَةٌ لِأَضْوَاءِ فِيهَا إِذْ أَبَدَتْ وَأَظْلَمَ مِنْهُ كَاللَّيَالِي ذُكَاكُمْ
محمود جو پوری کی کتاب شمس بازغہ (درخشندہ آفتاب) جب رونما ہوئی تو اس
میں کچھ تابانی نہیں بلکہ اس سے تمہاری ذکاوت رات کی طرح تاریک ہو گئی ہے۔

وَسَلْمُكُمْ مِمَّا يُفِيدُ تَسْفُلًا وَلَيْسَ بِهِ نَحْوُ الْعُلُومِ اِرْتِقَاءُكُمْ

مولانا محبت اللہ بہاری کی ”مُسَلَّمُ الْعُلُومِ“ علوم کی طرف عروج کا ذریعہ نہیں بلکہ وہ تو پستی کا سبب ہے۔

فَمَا عَلِمُكُمْ يَوْمَ الْمَعَادِ بِنَافِعٍ قِيَائِي مَا ذَا يَكُونُ جَزَاءً لَكُمْ
تمہارا علم قیامت کے دن نفع نہیں دے گا، افسوس نہ معلوم اس دن تمہاری کیا جزا ہوگی؟

أَخَذْتُمْ عُلُومَ الْكُفْرِ شُرْعًا كَانَمَا فَلَا سَفَةَ الْيُونَانِ هُمْ أَنْبِيَاءُكُمْ
تم نے کافروں (فلاسفہ یونان) کے علوم کو شریعت کا درجہ دے رکھا ہے، گویا یونان کے فلسفی تمہارے انبیاء ہیں۔

مَرَضْتُمْ فَنَزِدْتُمْ عِلَّةً فَوْقَ عِلَّةٍ تَدَاوَوْا بِعِلْمِ الشَّرْعِ فَهُوَ قَوَاءٌ لَكُمْ
تم تو بیمار ہو تمہاری بیماری دن بدن بڑھ رہی ہے، تم شریعت کے علم سے اپنا علاج کرو بس تمہارا یہی علاج ہے۔

صِحَاحُ حَدِيثِ الْمُصْطَفَى وَحِسَانُهُ شِفَاءٌ عَجِيبٌ فَلْيَزُلْ مِنْهُ ذَاءٌ لَكُمْ
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحیح اور حسن حدیثیں شفاء کا عجیب سرچشمہ ہیں اور اللہ کرے کہ ان سے تمہاری بیماری جاتی رہے۔

شرف قادری

۱۹۷۰ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حرف اوّل:

شرح الحقوق

۱۹۴۷ء میں اسلامیاں ہند کو پاکستان حاصل کرنے کے لئے بے شمار قربانیاں دینی پڑی تھیں۔ مکانات، زمینیں، دکانیں اور مال و دولت سب کچھ دے کر پاکستان حاصل کیا گیا۔ بلکہ پھول ایسے نو نہال بچوں کو کرپانوں اور برچھیوں کی نوکوں پر تڑپتے دیکھنا پڑا۔ قوم کی بے شمار عفت مآب بیٹیوں کی سر بازار بے عزتی ہوتے دیکھ کر بے کسی اور بے بسی کے عالم میں خون کے آنسو بہانے پڑے۔ لیکن دل میں ایک دھن تھی کہ قافلہ سوئے منزل چلتا ہی رہا اور تکالیف کے طوفان بھی اسکے قدم نہ روک سکے۔ ۱۹۶۵ء میں ہمارے ملک پر مکار اور عیار دشمن نے کئی گنا طاقت کے غرور پر چوروں کی طرح حملہ کر دیا۔ لیکن ہمارے شیر دل فوجی کو وہ استقامت بن کر ڈٹ گئے۔ ہزاروں بچے یتیم ہو گئے، سینکڑوں سہاگونوں کے سہاگ لٹ گئے، ان گنت بہنوں کے بھائی، اور ماؤں کے لال ہمیشہ کے لئے ان سے جدا ہو گئے۔ لیکن اپنی عزم رکھنے والے ہمارے فوجی بھائیوں کے حوصلے بلند سے بلند تر ہوتے گئے اور انہوں نے وطن عزیز کی حفاظت کا حق ادا کر دیا۔

مقام غور ہے کہ کیا اتنی قربانیاں دے کر یہ ملک اس لئے حاصل کیا گیا تھا اور اس لئے اس کی حفاظت کی تھی کہ ہمیں روٹی اور کپڑا ملتا رہے؟ روٹی اور کپڑا تو اس وقت بھی ملتا تھا جب انگریز حکومت کر رہے تھے۔ اور اگر ہندو حکومت سنبھال لیتے تو بھی چنداں فرق نہ پڑتا۔ بلکہ ان سب قربانیوں کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کا اپنا ایک ملک ہو، جس میں اسلام کو پوری آزادی سے نشوونما کا موقع مل سکے۔ ہمارا قانون اسلامی ہو، رہن سہن اسلامی ہو، ہمارا طرز و طریق، ہمارے آداب و اخلاق پوری طرح اسلام کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہوں۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بیس برس سے زیادہ عرصہ گزر جانے کے باوجود ہمارے ملک میں قانون اسلام نافذ نہ ہو سکا۔ اور دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ اب تو ایسے لوگ بھی پیدا ہو چکے ہیں جو اسلام کے نام پر حاصل کئے ہوئے ملک میں

غیر اسلامی قانون اور ازم نافذ کرنے کی آوازیں اٹھا رہے ہیں۔ اور غریب لوگوں کو رونی کپڑے اور مکان کا چکر دے کر اور اسلام سے دور کر کے خود مسند اقتدار حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اسلام صرف نماز روزے کے مسائل پر ہی مشتمل نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ اخلاقیات، عملیات، اقتصادیات، معاشیات اور دفاع فریضہ اسلام کے قوانین ہر پہلو میں ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ اسلام کا تقاضا یہ ہے کہ ہر حال میں ہمارے اندر اپنے رب کریم کی فرمانبرداری کا جذبہ موجزن رہے، اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہمارے پیش نظر رہے۔ اسلام نے ہمیں نہ صرف دنیا کی کامیابی کا راستہ بتایا ہے بلکہ ہمیں آخرت کی کامرانی کے راز سے بھی آگاہ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس گئے گزرے دور میں بھی ہم اسلام کو دل و جان سے چاہتے ہیں۔ اور ہم بنیادی طور پر نہ پنجابی ہیں، نہ ہزاروی، نہ بنگالی ہیں، نہ سرحدی، ہم سب سے پہلے مسلمان ہیں اور نبی اکرم ﷺ کے غلام۔ علاقائی نسبتیں محض ثانوی حیثیت رکھتی ہیں، ہمارا یہ رشتہ ایسا ہے جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ یہی وہ سرمایہ ہے جو ہمیں جان و مال سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ ہم کسی صورت میں اسلام کے بغیر کسی قانون اور ازم کو قبول نہیں کر سکتے۔ اسلام ہی ہمارا اعتقادی قانون ہے، یہی ہمارا اقتصادی نظام ہے اور یہی ہمارا سرمایہ حیات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام پر قائم رہنے اور اس کی صحیح حفاظت کی توفیق عطا فرمائے۔

ان شاء اللہ العزیز عنقریب ملکی انتخابات ہوں گے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم ایسے لوگوں کو ووٹ دیں اور ایسے نمائندوں کو منتخب کریں جو محض مقصد برآری کے لئے اسلام کا نام نہ لیتے ہوں، بلکہ دلی طور پر اسلام کو چاہتے ہوں، اور دینی جذبات بھی رکھتے ہوں، کیونکہ وطن عزیز اور دین عزیز کی حفاظت صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ دین پسند لوگ منتخب ہو کر آگے آئیں اور اپنی تمام قوتوں کو قانون اسلام کے نفاذ کے لئے صرف کر دیں اور ملک میں اسلامی نظام تعلیم کو رائج کرنے کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہادریں۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری، لاہور

یکم ذیقعدہ ۱۳۸۹ھ

ناظم جمعیت علمائے سرحد پاکستان

۱۰ جنوری ۱۹۷۰ء

دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور (ہزارہ)

marfat.com

تعارف:

ایذان الاجرنی الاذن علی القبر

(از امام احمد رضا خاں بریلوی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حَامِدًا وَ مُصَلِّیًّا وَ مُسَلِّمًا
 شیخ الاسلام و المسلمین اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب
 بریلوی قدس سرہ کی ولادت باسعادت ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ / مطابق ۱۳ جون ۱۸۵۶ء
 بروز ہفتہ بریلی شریف محلہ جسولی میں ہوئی۔ نہایت ہی کم عمری کے عالم میں گرد و پیش علم و
 فضل، تحقیق و تدقیق کے لہلہاتے ہوئے باغ دکھائی دئے۔ آپ کو ذکاوت و فطانت،
 جودت و جہنی عمیق النظری، فکری گہرائی اور گیرائی ورثے میں ملی تھی۔ آپ کے والد ماجد
 امام المتکلمین فخر المحققین مولانا تقی علی خاں صاحب اور جد امجد بحر العلوم و الفنون رئیس
 المدققین مولانا رضا علی خاں یگانہ روزگار ہستیاں تھیں، اور فضل و کمال میں بے مثال، ان
 حضرات کی تربیت میں آپ نے صرف تیرہ سال دس ماہ کی عمر میں تمام مروجہ علوم و فنون
 کی تکمیل کر لی۔ اور ایک وقت وہ آیا جب اہل علم نے آپ کو بالاتفاق مجدد عصر تسلیم کیا۔
 آپ نے کم و بیش چھوٹی بڑی ایک ہزار کتابیں لکھیں، جنہیں علماء و فضلاء کے حلقے
 میں نہایت وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور اپنی افادیت کے پیش نظر بے حد مقبول
 ہیں۔ مخالفین بھی اگر ٹھنڈے دل سے مطالعہ کریں تو انہیں مصنف کی عظمت و جلالت کا
 اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

آپ علماء کے اس طبقے سے تعلق رکھتے تھے جن کی نظر میں دنیاوی جاہ و حشم رکھنے
 والے امراء و سلاطین کوئی وقعت نہیں رکھتے، چنانچہ ایک دفعہ مولانا ہدایت رسول صاحب
 حاضر ہوئے ان کا تعلق نواب رام پور نواب حامد علی خاں سے تھا۔ وہ جب بھی نواب
 صاحب کی کوئی بات کرتے تو یوں کہتے کہ ”سرکار نے یوں کہا، سرکار نے یوں کہا۔“ اعلیٰ
 حضرت قدس سرہ نے برجستہ فرمایا۔

بجز سرکارِ سز کارِ بجا نہ کارے نہ دارم

malafat.com

”یعنی ایجاد کائنات کے سزا عظیم سرکارِ دو عالم ﷺ کے سوا ہمیں

کسی (دنیاوی) سرکار سے غرض نہیں ہے۔“

بائیں ہمہ استغناء جب ایک سید صاحب تشریف لائے اور کہا کہ میں ایک مفلوک الحال آدمی ہوں اور نواب حامد علی خاں آپکی بہت عزت کرتے ہیں، اگر آپ ان کی طرف رقعہ لکھ دیں تو مجھے روزگار مہیا ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”وہ رافضی ہے، میرا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ تمہیں ارشاد کے طور پر لکھ دیتا ہوں“ رقعے کا مضمون یہ تھا:

إِنْ أَعْطَيْتَ فَالْتُّهُ الْمُعْطِي وَ الْعَبْدُ مَشْكُورٌ وَإِنْ مَنَعْتَ فَالْتُّهُ الْمَانِعُ

وَ الْعَبْدُ مَعْتُورٌ

فقیر قادری احمد رضا

”اگر حامل ہذا کو کوئی مقام دیدو تو درحقیقت اللہ عطا فرمانے والا ہوگا

اور بندہ مشکور اور اگر نہ دو تو یہ بھی اسی کی طرف سے ہوگا اور بندہ معذور۔“

جب سید صاحب رقعہ لے کر نواب صاحب کے پاس پہنچے تو نواب صاحب نے حد درجہ عزت افزائی کی، اور رقعہ کو لے کر سر پر رکھا، اور مدارالمہام سے کہا کوئی جگہ خالی ہو تو انہیں وہاں لگا دو۔ مدارالمہام نے کہا فی الحال ۷ روپے ماہانہ کی جگہ خالی ہے۔ نواب صاحب نے کہا ”انہیں وہاں مقرر کرو، پھر کوئی اچھی جگہ ہوئی تو وہاں ان کا تعین کر دیتا۔“ یہ دونوں واقعے امام الحدیث قدوة العلماء حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری دامت برکاتہم العالیہ نے بیان فرمائے۔

اہل سنت و جماعت کا آفتاب جہاں تاب تمام عمر اہل عالم کو اپنی ضیاء پاشیوں سے منور کر کے ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ اذان جمعہ کے دوران ظاہر بین آنکھوں سے روپوش ہو گیا۔ (رضی اللہ عنہ وارضاه)

قادریم نعرۃ غوثِ اعظم سے زخم دم زرخ احمد رضا خاں قطب عالم می زخم

محمد عبدالکلیم شرف قادری بریلوی

مدرس جامعہ اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور ہزارہ

marfat.com

تعارف:

(۱) رادالقط والوباء بدعوة الجيران ومواساة الفقراء

(۲) اعزالاكتناه في روصدقة مانع الزكوة

(ازامام احمد رضا خاں بریلوی)

مفسر، محدث، فقیہ، اصولی، ریاضی دان، متکلم، حافظ، قاری، مفتی، جملہ علوم کے تبحر فاضل، شیخ طریقت، مجتہد شریعت اور نعت گو شاعر مظلہ جسوی بریلی میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد مولانا نقی علی خاں، علامہ عبدالعلی رامپوری، مرزا غلام قادر بیگ اور مولانا شاہ ابو الحسن نور مارہروی سے علوم دینیہ اور مسائل طریقت کا استفادہ کیا، پونے چودہ سال کی عمر میں سند فراغ حاصل کر کے تدریس، افتاء اور تصنیف کی مسند پر فائز ہو گئے۔ ۱۸۷۷ء میں حضرت شاہ آل رسول مارہروی سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور تمام سلاسل میں اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ ۱۸۷۸ء میں والد ماجد کے ہمراہ حرمین شریفین کی زیارت اور حج کے لئے گئے، وہاں مفتی شافعیہ مولانا سید احمد دحلان اور مفتی حنفیہ مولانا عبدالرحمن سراج وغیرہما سے حدیث، تفسیر، فقہ اور اصول کی سندیں حاصل کیں۔ ۱۹۰۶ء میں دوبارہ سفر زیارت کیا، مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران نوٹ کے مسائل کے بارے میں ”کفل الفقہ الغاہم“ عربی اور بعض سوالات کے جواب میں ”الدولۃ المکیہ“ عربی ضخیم کتاب یادداشت کی مدد سے چند گھنٹوں میں لکھی۔ جس پر حرمین شریفین کے اکابر علمائے گراں قدر تقریظیں لکھی ہیں۔

آپ نے پچاس مختلف علوم و فنون میں ایک ہزار کے لگ بھگ کتابیں لکھیں، جن میں سے ”فتاویٰ رضویہ“ بارہ ضخیم جلدوں میں ”کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن“ قرآن کریم کا سلیس و رواں، مستند تفاسیر کا نچوڑ اور اردو تراجم میں امتیازی شان کا حامل ترجمہ، اور ”جد الممتار“ علامہ ابن عابدین شامی کی شہرہ آفاق کتاب ”رد المحتار“ کا پانچ مبسوط جلدوں میں عربی حاشیہ نہایت اہم ہیں۔ اہل سنت و جماعت کے علماء و مشائخ آپ سے

گہری عقیدت رکھتے ہیں اور آپ کو ”اعلیٰ حضرت“ کے معزز لقب سے یاد کرتے ہیں۔ جب گاندھی کی ”آندھی“ چلی اور بڑے بڑے زعماء ”ہندو مسلم اتحاد“ کے پُر فریب نعرے سے متاثر ہو گئے۔ اس وقت آپ کی ذات گرامی ہی تھی جس نے بروقت کتاب وسنت کی روشنی میں ”دوقومی نظریہ“ پیش کیا اور اتحاد کے اس نعرے کے خوفناک مضمرات سے آگاہ کیا۔ بعد کے حالات و واقعات نے آپ کی دوراندیشی اور ژرف نگاہی کا ایسا ثبوت مہیا کر دیا کہ آج کوئی مسلمان ”دوقومی نظریے“ کی اہمیت سے انکار نہیں کر سکتا۔ علوم دینیہ کے جلیل القدر فاضل ہونے کے ساتھ ساتھ شعر و سخن کا ذوق بھی رکھتے تھے، لیکن ان کا ذوق سلیم حمد و ثنا اور نعت و منقبت کے علاوہ کسی صنفِ سخن کی طرف متوجہ نہیں ہوا، ان کے کلام میں عالمانہ وقار ہے۔ قرآن و حدیث کی ترجمانی ہے۔ سوز و ساز اور کیف و سرور ہے۔ آپ کے مشہور زمانہ سلام کی گونج پاک و ہند کے کسی بھی گوشے سے سنی جاسکتی ہے۔

گونج گونج اٹھے ہیں نعماتِ رضا سے بوساں! کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وامنقار ہے شریعت و طریقت کا یہ آفتاب ۲۵ صفر المظفر ۱۳۳۰ھ / ۱۹۲۱ء کو نماز جمعہ کے وقت بریلی شریف میں روپوش ہو گیا۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے دو رسالے ہدیہ قارئین ہیں۔ پہلا رسالہ ”رؤا تھلہ والوباء“ ہے اس میں کتاب وسنت کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے کہ صدقہ قحط اور وبا کا علاج، گناہوں کا کفارہ، وسعت رزق کا مجرب عمل اور بخشش کا وسیلہ ہے۔ یہ نایاب رسالہ عرصہ کے بعد منظر عام پر آ رہا ہے۔ دوسرا رسالہ ”اعزالا کتناہ“ ہے اس میں زکوٰۃ کی اہمیت کے ساتھ ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ صاحب نصاب زکوٰۃ ادا نہ کرے تو اس کے صدقات و خیرات مقبول نہیں۔ تاوقتیکہ وہ زکوٰۃ ادا نہ کرے اور جس کے ذمہ فرائض ہوں اس کے نوافل قابل قبول نہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ توفیق عمل عطا فرمائے۔ آمین!

محمد عبدالحکیم شرف قادری

اشاعت العلوم چکوال ضلع جہلم

۱۱ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ

اجمالی تعارف:

النيرة الوضیة شرح الجوهرة المصیة

امام احمد رضا خاں بریلوی

امام احمد رضا خاں بریلوی ۱۰ ارشوال بروز ہفتہ ۱۸۵۶ء/۱۲۷۲ھ میں رونق
 افزائے دار دنیا ہوئے۔ تمام علوم و فنون والد ماجد امام المتکلمین مولانا نقی علی خاں
 قدس سرہ سے حاصل کر کے ۱۲ شعبان ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء میں فارغ ہو گئے اور اسی دن
 رضاعت کے ایک استفتاء کا جواب لکھا اور والد ماجد نے فتویٰ نویسی کا کام آپ کے
 سپرد کر دیا۔ دنیائے اسلام کا یہ بطل جلیل اور اہل سنت کا مہر منیر ۲۵ صفر ۱۳۳۰ھ/۱۹۲۱ء
 کو اہل عالم کی نظر ظاہر سے روپوش ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ۲۳ سال کی عمر میں
 والد ماجد کے ہمراہ ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے
 وہاں اہل نظر نے نگاہِ اولین میں آپ کی عبقریت کا اندازہ کر لیا اور آپ کی جمین انور
 سے نمودار ہونے والے سعادت و ہدایت کے انوار کا واضح الفاظ میں اعلان کیا، چنانچہ
 ایک دن آپ نے نماز مغرب مقام ابراہیم علیہ السلام میں ادا کی۔ نماز کے بعد امام
 شافعیہ حسین بن صالح جمل اللیل بغیر کسی سابقہ تعارف کے ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر
 لے گئے۔ دیر تک ان کی پیشانی کو تھامے رہے اور فرمایا: ”انسی لاجد نور اللہ من
 هذا الجبین“ (بے شک میں اس پیشانی سے اللہ کا نور پاتا ہوں)۔ اس کے بعد
 صحاح ستہ کی سند اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دستخط خاص سے مرحمت فرمائی اور
 ارشاد فرمایا کہ تمہارا نام ضیاء الدین احمد ہے۔ سند مذکور میں امام بخاری علیہ الرحمہ تک
 گیارہ واسطے ہیں۔ (تذکرہ علمائے ہند مترجم)

حضرت شیخ جمل اللیل نے اپنی تصنیف ”الجوهرة المصیة“ (مذہب شافعی

کے مطابق مسائل حج پر مشتمل عربی قصیدہ) کی شرح لکھنے کی فرمائش کی۔ اسی حضرت نے دو دن میں اس کی شرح ”النيرة الوضیة“ کے نام سے لکھ کر پیش کر دی، جس میں ترجمہ، متن اور ایضاح مطالب کے علاوہ نہایت اختصار کے ساتھ مذہب حنفی کی وضاحت بھی کر دی اور واپس آ کر اس پر ”الطرة الرضیة“ کے نام سے حاشیہ سپرد قلم فرمایا۔

یہ مجموعہ پہلی مرتبہ حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب قدس سرہ العزیز نے ۶۰۰ کی تعداد میں شائع کیا تھا اور عرصہ سے نایاب تھا۔ اتفاقاً ہمیں اس کا ایک نسخہ مل گیا جس میں حواشی صفحہ وار نہ تھے بلکہ کتاب کے آخر میں مجتمع تھے۔ بڑی محنت سے اس رسالہ کو نقل کیا۔ حواشی کو صفحہ وار کیا، فہرست مرتب کی۔ پیر گرافنگ اگرچہ خاطر خواہ نہیں تاہم یہ بھی ایک اضافہ ہے۔ مولانا شاہ محمد صاحب قصوری نے کتابت میں بڑی محنت کی ہے۔ مولانا محمد منشا صاحب تائبش قصوری کے تعاون سے یہ کتاب پیش کی جا رہی ہے۔ بیشک یہ دونوں حضرات مستحق صد تشکر ہیں۔ مولائے کریم ہم سب کو مزید دینی خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

۲۰ صفر ۱۳۹۲ھ

پیش لفظ:

اقامة القيامة

مصنف: امام احمد رضا خاں بریلوی

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کی شخصیت اس قدر دل آویز ہے کہ جس پہلو سے انہیں دیکھا جائے اسی اعتبار سے ہدیہ دل پیش کرنے کو جی چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کم و بیش پچاس علوم میں وہ ہمیشہ بصیرت عطا فرمائی تھی کہ آپ کے معاصرین کو ان میں سے بعض علوم میں بھی اس بصیرت کا عشر عشر حاصل نہ تھا۔ آپ کی ایک ہزار کے لگ بھگ بلند پایہ تصنیفات خصوصاً فتاویٰ رضویہ کی بارہ ضخیم جلدوں کو دیکھ کر آپ کی جلالت علمی، وقت نظری، نکتہ آفرینی، قوت استدلال، قرآن و حدیث اور کتب سلف پر گہری نظر کا اعتراف کرنے پر ہر موافق و مخالف مجبور ہو جاتا ہے۔ آپ کے فضل و کمال علمی کا سکہ عرب و عجم کے علماء نے تسلیم کیا۔ آپ نے تمام عمر دین متین کی خدمت میں صرف کر دی تیرہویں صدی کے آخر اور چودہویں صدی کی ابتداء میں آپ کے علم و فضل کا آفتاب نصف النہار کو پہنچ کر پوری تابانی سے چمک رہا تھا۔ پھر اس کی روشنی بڑھتی رہی، آپ کی پوری زندگی اتباع و حب مصطفیٰ سے عبارت تھی۔ انہی وجوہ کی بناء پر علمائے حق نے آپ کو موجودہ صدی کا مجدد برحق تسلیم کیا۔

صرف تیرہ سال دس ماہ کی عمر میں فتویٰ نویسی، درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا کام شروع کیا اور آخر عمر تک اسے سرانجام دیا، حق گوئی و بیباکی آپ کا شیوہ تھا۔ دوسری دفعہ حج بیت اللہ کو گئے تو وہاں حکومت کی جانب سے متعین خطیب نے خطبہ میں پڑھا:

”وَ اَرْضَ عَنْ اَعْمَامِ نَبِيَّكَ الْاَطَائِبِ حَمَزَةَ وَالْعَبَّاسِ وَ اَبِي طَالِبٍ -“

”اے اللہ تو اپنے نبی کے پاکیزہ چچوں حمزہ، عباس اور ابو طالب سے راضی ہو“ یعنی

ابوطالب کا بھی ذکر تھا۔ یہ ایک نئی بدعت واضح طور پر حکومت کی جانب سے تھی۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے سنتے ہی بلند آواز سے کہا: ”اللہم هذا منکر“ اے اللہ یہ ناپسندیدہ بات ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ”کوئی برا کام دیکھو تو ہاتھ سے منع کرو، نہ ہو سکے تو زبان سے روکو، یہ بھی نہ ہو سکے تو دل سے بُرا جانو۔ اعلیٰ حضرت نے دوسرے حکم پر بخوبی عمل کیا۔ جب کہ وہاں کے علماء میں سے کسی نے بھی اس کا نوٹس نہ لیا (ملفوظ شریف حصہ دوم) اب مصطفیٰ ﷺ تو گویا آپ کے رگ و پے میں رچی ہوئی تھی۔ وعظ و نصیحت کی آخری مجلس کی گفتگو کا ایک حصہ ملاحظہ فرمائیں۔

”جس سے اللہ و رسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو، فوراً اس سے جدا ہو جاؤ۔ جس کو بارگاہ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو، اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔“

(وصایا شریف)

اسی حب صادق کا اثر تھا کہ آپ نے ساری زندگی میں کبھی گستاخ بارگاہ رسالت کی رعایت نہ کی، بلکہ اپنے قلم تلوار کو ان کے خلاف پوری قوت سے استعمال کیا۔ تاکہ ”وہ لوگ مجھے طعن و تشنیع کا نشانہ بنا کر اپنا دل خوش کر لیں۔ اتنی دیر تو میرے آقا و مولا کی شان میں گستاخی نہ کریں گے۔“ ہر ذی عقل جانتا ہے کہ ذاتی معاملات میں رواداری یقیناً اچھی چیز ہے لیکن محبوب کے بارے میں توہین و بے ادبی کو دیکھ سن کر خاموش رہنا قانونِ محبت کی رو سے ایسا جرم ہے جسے کبھی معاف نہیں کیا جاسکتا۔ وہ محبوب بھی کیسا؟ جو نازش کائنات ہو۔ انبیاء کا امام ہو اور جس کے نام عرش سے محبت کے سلام و پیام آتے ہوں ﷺ۔

اعلیٰ حضرت کے نزدیک محبوب خدا سرور ہر دوسرا ﷺ کی غلامی کا دم بھرتے ہوئے کسی جاہ و حشم کے مالک تاجدار کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا بھی جائز نہ تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ ریاست نانا پارہ (ضلع بہرائچ شریف پوٹی) کے نواب کی مداح میں شعراء نے قصیدے

لکھے۔ کچھ لوگوں نے آپ سے بھی قصیدہ مدیہ لکھنے کی گزارش کی۔ آپ نے نواب صاحب کی شان میں قصیدہ لکھنے کی بجائے اس ذات ستوہ صفات کی تعریف میں نعت شریف لکھی جن کی تعریف خود خدائے پاک نے بھی فرمائی ہے اور آخر میں صاف بہ دیا۔

کروں مدح اہل دُولِ رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین ”پارہِ تاں“ نہیں
اعلیٰ حضرت کی ولادت باسعادت دس شوال ۱۲۷۲ھ بروز شنبہ بریلی شریف محلہ
جسولی میں ہوئی آپ عمر بھر حُبِّ مصطفیٰ ﷺ کا شرابِ طہور پلا کر ۲۴ صفر ۱۳۳۰ء جمعہ
مبارک کے دن ادھر مؤذن نے ”حتی علی الفلاح“ کہا ادھر آپ کے چہرہ انور پر نور
کا ایک شعلہ لپکا اور آپ فوز و فلاح کے عطا کرنے والے رب کریم کے دربار میں حاضر
ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ

محمد عبدالحکیم شرف قادری، لاہور

۲۰ محرم الحرم ۱۳۹۰ھ



عرض حال:

دواہم فتوے:

① اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام

② تحذیر الاخوان عن الربانی الہندوستان

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ / مولوی اشرف علی تھانوی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز اس صدی کے وہ عظیم فقیہ اور تابعہ روزگار شخصیت ہیں جنہوں نے سلف صالحین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بلا خوف لومۃ لائم احکام ربانیہ بیان کئے، اور کسی دنیا دار کی رضایا ناراضگی کو خاطر میں نہ لائے جس وقت جمعیتہ العلماء ہند کا نگرس سے وابستہ ہو کر گاندھی کو اپنا پیشوا بنا چکی تھی، امام احمد رضا بریلوی نے ہندو مسلم اتحاد کے خلاف زبردست فتوے جاری کئے۔ نیز بارگاہ رسالت میں علماء دیوبند کی گستاخانہ عبارات پر شدید تنقید کی (تفصیل کیلئے حسام الحرمین زلزلہ اور ”خون کے آنسو“ ملاحظہ ہوں) اس لئے ان کے تمام تر علم و فضل، صداقت و حقانیت اور نیک نیتی کے باوجود علماء دیوبند انہیں ہدف تنقید بنانے کو اپنا فریضہ منہسی خیال کرتے ہیں۔

گذشتہ دنوں دیوبندی مسلک کے ترجمان ہفت روزہ ”خدام الدین“ لاہور نے ایک ادارے کا عنوان ”فرقہ دارانہ اختلافات اور ہماری ذمہ داریاں“ قائم کر کے اس بات پر زور دیا کہ تمام مذہبی مکاتب فکر اپنی صفوں میں خلفشار کو داخل ہونے کا موقع نہ دیں۔ بڑی اچھی بات ہے اس میں کے کلام ہو سکتا ہے؟ لیکن قول و عمل کا تضاد ملاحظہ ہو کہ اسی ادارے میں اہل سنت کے خلاف جس دیدہ دلیری سے آتش نوائی کی گئی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ دیدہ دانستہ خلفشار پیدا کرنے کی مہم شروع کی جا رہی ہے، آپ بھی

ملاحظہ فرمائیں کس طمطراق سے لکھتے ہیں:

”ہم بغیر کسی جھجک کے یہ بات کہنا چاہتے ہیں کہ بریلی کے جس مجدد فسق و تھلیل اور تکفیر باز کو انگریز ملعون نے اپنی ضرورتوں کے پیش نظر پروان چڑھایا، اور پھر اس سے ”اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام“ نامی کتابیں لکھوا کر اپنی ظالمانہ حکومت کے لیے سند شرعی حاصل کی، اسی کے بعض لگے بندھے پاکستان سے لے کر برطانیہ تک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور امت مرحومہ کی تکفیر و تفسیق کے روایتی ہتھیار لیکر یہ لوگ قومی زندگی کو تلخ کر رہے ہیں۔“

یہ عبارت ایک دفعہ پھر غور سے پڑھئے اور ایمان سے بتائیے کیا اس لب و لہجہ میں گفتگو کرنے والے اتفاق و اتحاد کی دعوت دینے میں مخلص ہو سکتے ہیں۔

چہ دلاور است وز دے کہ بکف چراغ دارد

بات صرف اتنی ہے کہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے ناموس مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تحفظ کی خاطر جہاد کیا تھا اور یہ لوگ اپنے اکابر کے وقار کو بحال کرنے کے لیے قلم و قرطاس کی حرمت خاک میں ملتا رہے ہیں۔

معاملہ یہیں ختم نہیں ہو گیا، لاہور کے ایک دیوبندی نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے رسالہ مبارکہ ”اعلام الاعلام“ کا عکس چھاپ کر فروخت کرنا شروع کر دیا اور اس پر بحیثیت ناشر اپنا نام اور پتہ نہ دے کر پس پردہ رہنا پسند کیا، لہذا مناسب معلوم ہوا کہ ”اعلام الاعلام“ شائع کر کے انہیں بتا دیا جائے کہ ان کی سعی لا حاصل ہے۔ انصاف پسند حضرات تو اس رسالہ مبارکہ کے مطالعہ سے حقیقت حال سے واقف ہو جائیں گے دیوبندیوں کو آئینہ دکھانے کے لیے آئندہ صفحات میں مولوی اشرف علی تھانوی کا رسالہ ”تحدیر الاخوان عن الربانی الہندوستان“ کا عکس شامل کیا جا رہا ہے جس میں تھانوی صاحب نے بھی ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے ۱۳۰۶ھ/۹-۱۸۸۸ء میں ایک استثناء کے جواب میں رسالہ مبارکہ ”اعلام الاعلام“ لکھا اور ۱۳۳۰ھ/۱۹۲۱ء میں آپ کا وصال ہوا اور یہ رسالہ پہلی دفعہ ۲۳ مارچ ۱۳۳۷ھ/۱۹۲۷ء میں شائع ہوا، کوئی عقلمند یہ تسلیم نہیں کر سکتا کہ انہوں نے انگریز کی خوشنودی کے لیے وصال سے چونتیس سال پہلے ایک رسالہ لکھا اور چھپا وصال کے چھ سال بعد اگر انگریزوں کی خوشنودی مقصود ہوتی تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ یہ رسالہ ان کی حیات مبارکہ میں شائع نہ ہو جاتا۔ جب کہ تھانوی صاحب کا رسالہ ان کی زندگی میں چھپا۔ جیسا کہ پہلے صفحہ کی تحریر محمد اشرف علی دام ظلہم العالی سے پتہ چلتا ہے اب اگر کوئی شخص کہہ دے کہ تھانوی صاحب نے یہ رسالہ انگریز کی خوشنودی کے لیے لکھ کر تھانہ بھون سے شائع کیا تھا تو یقیناً یہ قرین قیاس ہوگا، اسے محافلین کا الزام کہہ کر رد نہیں کیا جاسکتا، ان کے ہمنوا بھی اس حقیقت کا برملا اعتراف کرتے ہیں۔

پروفیسر محمد سرور سابق استاد جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی، مولانا عبید اللہ سندھی کے ملفوظات میں لکھتے ہیں:-

مولانا سندھی، مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے علم و فضل اور ارشاد و سلوک میں انہیں جو بلند مقام حاصل ہے اس کے تو قائل تھے، لیکن تحریک آزادی ہند کے بارے میں ان کی جو معاندانہ اور انگریزی حکومت کے حق میں مؤیدانہ مستقل روش رہی، اس سے وہ بہت خفا تھے اور جب بھی موقع ملتا، اپنی خفگی کے اظہار میں کبھی تامل نہ کرتے۔“

اس موقع پر مولوی شبیر احمد عثمانی کا بیان بھی لائق توجہ ہے انہوں نے مولوی حفظ الرحمن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:-

دیکھیے! حضرت مولانا اشرف علی تھانوی..... ہمارے آپ کے

(۱) محمد سرور: افادات و ملفوظات مولانا عبید اللہ سندھی (سندھ ساگر اکادمی، لاہور ۱۹۷۷ء) ص ۳۸۲

marfat.com

مسلم بزرگ و پیشوا تھے ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے سنا گیا کہ ان کو چھ سو روپے ماہوار حکومت کی جانب سے دئے جاتے تھے۔“ ۱

عثمانی صاحب دیوبندی مکتب فکر کی مسلم شخصیت ہیں، انہوں نے تھانوی صاحب کو حکومت انگریزی کی طرف سے ملنے والے چھ سو روپے ماہانہ وظیفے کا انکار نہیں کیا، بلکہ یہ حوالہ بطور استشہاد پیش کیا ہے۔ کیا ایسی صورت میں بھی اپنی پاکدامنی کا ڈھنڈورہ پیٹ کر انگریزی پرستی کا التزام علماء اہل سنت پر لگایا جاسکتا ہے؟

ایک دفعہ مولانا ہدایت رسول رحمہ اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے سامنے نواب رامپور کو ”سرکار“ کے لفظ سے یاد کیا تو آپ نے فوراً فرمایا۔

بجز سرکار سرکار ایجاد
سرکارے سرکارے نداریم

یعنی حضور سید کائنات ﷺ کے سوا ہم کسی دنیاوی سرکار سے غرض نہیں رکھتے، آپ کی تمام تصانیف کا مطالعہ کر جائیے، انگریز تو انگریز کسی مسلمان بادشاہ کے لیے بھی سرکار کا لفظ استعمال نہیں کیا جبکہ تھانوی صاحب لکھتے ہیں:-

”شاید کسی کوشبہ ہو کہ غدر سے تو امان اول باقی نہیں رہا بلکہ عہد

ثانی کی ضرورت ہوئی، اول تو یہ بات غلط ہے، غدر میں صرف

باغیوں کو اندیشہ تھا عام رعایا سرکار سے بالکل مطمئن تھی۔“ ۲

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ انگریزی حکومت کے لیے ”سرکار“ اور مجاہدین آزادی

کیلئے ”باغیوں“ کا استعمال کس ذہن کی غمازی کرتا ہے؟

دیوبندیوں کے قطب عالم مولوی رشید احمد گنگوہی نے تو حد ہی کر دی انہوں نے

کسی لاگ لپٹ کے بغیر بڑے والہانہ انداز میں کہا:

”جب حقیقت میں سرکار کا فرمانبردار ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیکانہ ہوگا اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔“

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میرے بلا میں گدا ہوں اپنے کریم کا، مراد دین پارہ ناں نہیں ان کی تمام زندگی اس قول کی آئینہ دار ہے انہوں نے جو کچھ کہا اللہ و لرسولہ (جل و علا و علیہ السلام) کہا، کبھی دنیاوی مفاد کو درمیان میں نہیں لائے۔ انہوں نے بیاگ و بل اس حقیقت کا اعلان کیا فرماتے ہیں:

”اللہ و رسول جانتے ہیں کہ اظہار مسائل سے خادمان شرع کا

مقصود کسی مخلوق کی خوشی نہیں ہوتا۔ صرف اللہ عزوجل کی رضا اور

اس کے بندوں کو اس کے احکام پہنچانا۔“ واللہ الحمد

سُنیے! ہم کہیں واحد قہار اور اس کے رسولوں اور آدمیوں سب کی ہزار

در ہزار لعنتیں، جس نے انگریزوں کے خوش کرنے کو تباہی مسلمین کا مسئلہ

نکالا ہو، نہیں نہیں، بلکہ اس پر بھی جس نے حق مسئلہ نہ رضائے خدا اور رسول نہ

تنبیہ و آگاہی مسلمین کے لیے بتایا بلکہ اس سے خوشنودی نصاریٰ اس کا

مقصود مدعا ہو۔ ۲

اب اگر کوئی شخص نہ مانے تو اسے سوائے اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ یہ فیصلہ

قیامت کے دن بارگاہ الہی میں ہوگا کہ حق پر کون تھا؟

جب ندوۃ العلماء لکھنؤ قائم ہوا، اور انگریز اور انگریزیت کی تعظیم و تکریم کے مناظر

سامنے آئے تو امام احمد رضا بریلوی نے اس طرز عمل پر شدید تنقید کی۔ متعدد رسائل لکھ کر

اپنا موقف بر ملا پیش کیا اور انگریز پرستی کی بھرپور مذمت کی۔ ”صمصام حسن“ میں فرمایا:

تذکرۃ الرشید، ج ۲ ص ۸۰

(۱) عاشق الہی میرٹھی:

لکھنؤ (مطبوعہ مطبع حسنی، بریلی بارووم) ص ۴

matrat.com

ریش، حرام است و دم فرق، فرض
حج، سوئے انگلینڈ بود قطع ارض
”مشرقستان اقدس“ میں فرمایا:

زیں سگالشہا، چہ نالشہا کہ خود ایں سرکشاں
داور دادار رابرتش گورنری کنتد

ایک تقریر میں ندوۃ العلماء کے نظریات باطلہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:-

”ندوہ تمام بددینوں گمراہوں سے و داد و اتحاد فرض کرتی ہے

— سب کلمہ گو حق پر ہیں خدا سب سے راضی ہے، سب کو ایک

نظر دیکھتا ہے، گورنمنٹ انگریزی کا معاملہ خدا کے معاملوں کا پورا

نمونہ ہے، اس کے معاملے کو دیکھ کر خدا کی رضا و ناراضی کا حال کھل

سکتا ہے، کلمہ گو کیسا ہی بددین، بد مذہب ہو ان میں جو زیادہ متقی ہے

خدا کو زیادہ پیارا ہے، ان میں جس کی توہین کیجئے خدا و رسول پر

حرف آتا ہے، یہ کلمات اور ان کے امثال خرافات کو اہل ندوہ کی جو

رواد ہے جو مقال ہے، ایسی ہی باتوں سے مالا مال ہے، سب

صریح و شدید نکال و عظیم وبال و موجب غضب ذی الجلال ہیں۔

تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے دوران اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

بریلوی قدس سرہ نے مسلمانوں کی فلاح و نجات کے لئے جو طریقے بیان فرمائے۔ ان

میں سے ایک یہ تھا:

”اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر میں رہتا“

اپنی حرفت و تجارت کو ترقی دیتے کہ کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے۔

(۱) امام احمد رضا بریلوی، امام: الحجۃ المومنین (طبع بریلی) ص ۴۷

(۲) ظفر الدین بہاری، مولانا ملک العلماء: حیات اعلیٰ حضرت ۱/۱۲۷

یہ نہ ہوتا کہ یورپ و امریکہ والے چھٹانک بھرتا بنا کچھ صنائی کی گھڑت کر کے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں۔“

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کا نظریہ یہ تھا کہ بلاوجہ انگریزوں کو ایک پیسے کا قاعدہ بھی نہیں پہنچانا چاہیے۔ مولانا محمد حسین بریلوی میرٹھی حاجی علاء الدین کے ہمراہ ایک مسئلہ دریافت کرنے کے لیے بریلی شریف حاضر ہوئے اس موقع پر جو گفتگو ہوئی۔ مولانا محمد حسین میرٹھی کی زبانی سنئے، فرماتے ہیں:

”حضرت نے دریافت فرمایا کہ آپ کے خطوط آتے ہیں ان میں ٹکٹ زیادہ لگے ہوتے ہیں حالانکہ! (دو پیسے) میں لگانا ہے۔ حاجی (علائی الدین صاحب نے فرمایا: حضور! (دو پیسے) کے ٹکٹ تو عام لوگوں کے خطوط میں لگائے جاتے ہیں فرمایا: بلاوجہ نصاریٰ کو روپیہ پہنچانا کیسا؟ حاجی صاحب نے چھوڑنے کا وعدہ کیا۔“

ایسے بے شمار امور امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے عقائد و افکار کو سمجھنے کے لیے مدد و معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔

غیر جانب دار اور نامور ادیب و نقاد جناب شوکت صدیقی امام احمد رضا بریلوی کے بارے میں لکھتے ہیں:

ان کے بارے میں وہابیوں کا یہ الزام کہ وہ انگریزوں کے پروردہ یا انگریز پرست تھے نہایت گمراہ کن اور شرانگیز ہے۔ وہ انگریز اور ان کی حکومت کے اس قدر کٹر دشمن تھے کہ لگانہ پر ہمیشہ الٹا ٹکٹ لگاتے تھے اور برملا کہتے تھے کہ میں نے جارج پنجم کا سر نچا کر دیا۔

(۱) غلام معین الدین نعیمی، مولانا: حیات صدرالاقاضی (ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم، لاہور ص ۱۵۹)

(۲) ظفر الدین بہاری، ملک العلماء: حیات اعلیٰ حضرت (مطبوعہ مکتبہ رضویہ، کراچی، ج ۱ ص ۱۴۰)

”انہوں نے زندگی بھر انگریزوں کی حکمرانی کو تسلیم نہیں کیا، مشہور ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے کبھی عدالت میں حاضری نہ دی، ایک بار انہیں ایک مقدمہ کے سلسلہ میں عدالت میں طلب بھی کیا گیا، مگر انہوں نے توہین عدالت کے باوجود حاضری نہ دی اور یہ کہہ کر نہ دی کہ ”میں جب انگریز کی حکومت ہی کو تسلیم نہیں کرتا تو اس کے عدل و انصاف اور عدالت کو کیسے تسلیم کر لوں؟“ کہتے ہیں کہ انہیں گرفتار کر کے حاضر عدالت ہونے کے احکامات جاری کیے گئے۔ بات اتنی بڑھی کہ معاملہ پولیس سے گذر کر فوج تک پہنچا، مگر ان کے جاں نثار ہزاروں کی تعداد میں سر سے کفن باندھ کر ان کے گھر کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ آخر عدالت کو اپنا حکم واپس لینا پڑا۔“

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:-

”مولانا احمد رضا نے کبھی انگریزوں کی حکومت سے وابستہ رہے نہ ان کی حمایت میں کبھی فتویٰ دیا، نہ کبھی اس بات کا کسی طور اظہار کیا، کم از کم میری نظر سے ان کی ایسی کوئی تحریر یا تقریر نہیں گزری۔ اگر ایسی کوئی بات سامنے آتی تو اس کا ضرور ذکر کرتا، اس لیے کہ نہ میرا ان کے مسلک سے تعلق ہے، نہ ان کے خانوادے سے، لہذا شاہ احمد رضا خاں کو علمائے سوء کے زمرے میں شامل کرنا سراسر بہتان اور تہمت ہے۔“

ہندوستان کو دارالاسلام قرار دینے سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی

(۱) ہفت روزہ ”فتح“، کراچی، شمارہ ۱۳-۲۱ مئی ۱۹۷۶ء، ص ۱۷

(۲) ایضاً: شمارہ ۲۸ مئی ۳ جون ۱۹۷۶ء، ص ۱۸

ہے کہ ہندوستان پر انگریز کا قبضہ غاصبانہ ہے۔ لہذا مسلمانوں کا حق ہے کہ بشرط استطاعت استخلاص وطن کے لیے جہاد کریں یہی وجہ تھی کہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے تلامذہ، خلفاء اور دیگر ہمنوا علماء و مشائخ اہل سنت نے انگریز اور ہندو دونوں کا مقابلہ کر کے تحریک پاکستان کو پروان چڑھایا۔

ہندوستان کو دارالحرب قرار دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے انگریز کا قبضہ اور اقتدار تسلیم کر لیا ہے جس کی بناء پر استخلاص وطن کی جدوجہد کا جواز ثابت کرنا مشکل ہو جائے گا۔ بھارت نے بنگلہ دیش پر شرمناک جارحانہ سازش کے ذریعے قبضہ کیا تو پاکستان کی رائے عامہ اسے تسلیم کرنے کے حق میں نہ تھی تاکہ ملک کے دونوں حصوں کو دوبارہ متحد کرنے کے لیے جدوجہد کا جواز باقی رہ سکے اب جبکہ سرکاری سطح پر بنگلہ دیش تسلیم کیا جا چکا ہے، تو بین الاقوامی طور پر انضمام کا مطالبہ بہت مشکل ہو گیا ہے۔

ہندوستان کو دارالحرب قرار دینے میں بہت بڑی دشواری یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس جگہ شعائر اسلامیہ کے اظہار پر پابندی قبول کرنا ہوگی اور بہت سے احکام شرعیہ کو مرفوع ماننا پڑے گا اور شرعی طور پر وہاں قیام ناجائز ہوگا، کیونکہ دارالحرب سے ہجرت کرنا ضروری اور وہاں قیام ناجائز ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ اس نازک مگر اہم نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”الحاصل ہندوستان کے دارالاسلام ہونے میں شک نہیں، عجب ان سے جو تحلیل ربوا کے لیے جس کی حرمت نصوص قاطعہ قرآنیہ سے ثابت اور کیسی کیسی وعیدیں اُس پر وارد اس ملک کو دارالحرب ٹھہرائیں اور باوجود قدرت و استطاعت ہجرت کا خیال بھی دل میں نہ لائیں۔“

یہ امر کسی تاریخ داں سے مخفی نہیں کہ جو لوگ ہندوستان سے ہجرت کر کے افغانستان چلے گئے ان کا کیا حشر ہوا؟ اپنا ساز و سامان زمین اور مکان وغیرہ اونے پونے ہندوؤں کے ہاتھ فروخت کر گئے اور جو کچھ پاس تھا وہ بھی لوٹ لیا گیا۔ واپس آئے تو پاس کچھ بھی نہیں تھا۔

دیوبندی مکتب فکر کے زعماء ہی یہ بتا سکیں گے کہ اس وقت ہندوستان دارالاسلام ہے یا دارالحرب؟ اگر دارالاسلام ہے تو اس میں کیا راز ہے کہ انگریز کی حکومت ہو تو ہندوستان دارالحرب اور ہندو کی حکومت ہو تو دارالاسلام؟ اور اگر دارالحرب ہے تو آپ کے بڑے بڑے علماء وہاں پر قیام پذیر کیوں ہیں؟ دارالحرب سے ہجرت کیوں نہیں کر جاتے یا پھر ہندو اقتدار کے خلاف علم جہاد کیوں بلند نہیں کرتے؟

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز نے پیش نظر رسالہ مبارک ”اعلام الاعلام“ میں ہندوستان کا دارالاسلام ہونا دلائل و براہین کی روشنی میں ثابت کیا ہے۔
مولانا عبدالحی لکھنوی ایک فتویٰ میں لکھتے ہیں:

”دارالحرب میں اہل اسلام کو کفار سے ہنود ہوں یا یہود یا نصاریٰ امام ابوحنیفہ کے نزدیک بود لینا جائز ہے۔ جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں ہے۔ ”لا رہا بین المسلم والكافر فی دارالحرب“ لیکن بلاد ہند جو قبضہ نصاریٰ میں ہیں دارالحرب نہیں ہیں۔ ان میں کافر سے بود لینا جائز نہیں ہے۔“

مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں:

ہندوستان کے دارالحرب ہونے میں شبہ ہے جیسا کہ منقولہ روایات سے آپ کو معلوم ہو گیا۔ اگرچہ اس ناچیز کے نزدیک راجح یہی ہے کہ ہندوستان دارالحرب ہے۔“

(۱) عبدالحی لکھنوی، مولانا: مجموعہ فتاویٰ (مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ، ۱۳۳۰ھ ج ۱ ص ۳۰۲)

(۲) محمد قاسم نانوتوی: قاسم العلوم مکتوبات مترجم (مطبوعہ ناشران قرآن، لاہور ۱۹۷۷ء، ص ۳۷۱)

اس کے باوجود دوسری جگہ لکھتے ہیں:-

”ایمان کی بات تو یہ تھی کہ ہجرت کے بارے میں ہندوستان کو

دارالحرب قرار دیتے اور سو دینے اور نہ لینے اور دینے اور نہ دینے کے

بارے میں ہندوستان کو دارالاسلام سمجھتے، نہ کہ ہجرت کے بارے میں

دارالاسلام اور سو دینے کے وقت اس کو دارالحرب سمجھیں۔

اب یہ تو مخالف ہی بتائیں گے کہ مولوی محمد قاسم نانوتوی نے ہندوستان سے کب

ہجرت کی تھی اور کہاں گئے تھے؟

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی اسی نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے

ہیں:

”گویا یہ بلا داسی دن کے لیے دارالحرب ہوئے تھے کہ حرے سے

سو د کے لطف اڑائے اور بآرام تمام وطن مالوف میں بسر فرمائیے۔“

دیوبندیوں کے شیخ الہند مولوی محمود حسن اور مسٹر برن کی گفتگو بھی دلچسپی کے لائق

ہے۔ مولوی حسین احمد مدنی کی زبانی سنئے:

”البتہ نئی بات اس نے ہندوستان کی نسبت دریافت کی اس نے

کہا کہ ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟ مولانا..... نے

فرمایا کہ علماء نے اس میں آپس میں اختلاف کیا ہے۔ اس نے کہا

کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ میرے نزدیک

دونوں صحیح کہتے ہیں اس نے تعجب سے کہا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟

مولانا نے فرمایا کہ دارالحرب دو معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے

اور حقیقت میں یہ دونوں اس کے درجات ہیں۔ جن کے احکام جدا

جدا ہیں ایک معنی کی حیثیت سے اس کو دارالحرب کہہ سکتے ہیں اور

(۱) محمد قاسم نانوتوی: قاسم العلوم کتب و تراجم (مطبوعہ مشران قرآن، لاہور ۱۹۷۷ء، ص ۳۶۲)

(۲) احمد رضا بریلوی امام: اعلام الاعلام، ص ۷

دوسرے کے اعتبار سے نہیں کہہ سکتے۔

اس نے تفصیل پوچھی، مولانا نے فرمایا: کہ دارالہرب اُس ملک کو کہتے ہیں جس میں کافروں کی حکومت ہو اور وہ اس قدر بااقتدار ہوں کہ جو حکم چاہیں جاری کریں، اس نے کہا یہ بات تو ہندوستان میں موجود ہے، مولانا نے فرمایا کہ ہاں اس لیے ہندوستان ضرور دارالہرب ہے۔ اس نے کہا کہ دوسرے معنی کیا ہیں؟ مولانا نے فرمایا: کہ جس ملک میں اعلانیہ طور پر شعائر اسلام اور احکام اسلامیہ کے ادا کرنے کی ممانعت کی جاتی ہو، یہ وہ دارالہرب ہے کہ جہاں سے ہجرت واجب ہو جاتی ہے۔ (اگر استطاعت اصلاح نہ ہو) اس نے کہا یہ بات تو ہندوستان میں نہیں، مولانا نے فرمایا: کہ ہاں جس نے دارالہرب کہنے سے احتراز کیا: غالباً اس نے اسی کا خیال کیا ہے۔“

اگرچہ یہ امر محل غور ہے کہ جب دارالہرب کے دو معنی، اس کے دو درجے ہیں جن کے احکام جدا جدا ہیں، تو بیک وقت دونوں کس طرح صحیح ہو سکتے ہیں؟ تاہم اس میں شک نہیں کہ جس معنی کے لحاظ سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا ہے۔ مولوی محمود حسن بھی اس معنی کے اعتبار سے ہندوستان کو دارالاسلام مانتے ہیں۔

دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے تو اس مسئلہ پر مستقل رسالہ ”تخدير الاخوان عن الربواني الهندوستان“ تحریر کیا جس میں بڑے شرح و بسط کے ساتھ ہندوستان کا دارالاسلام ہونا ثابت کیا ہے۔ مولانا عبدالحی لکھنوی اور مولوی اشرف علی تھانوی جنہوں نے ڈنگے کی چوٹ پر ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا ہے۔

(۱) حسین احمد دینی: سفرنامہ شیخ الہند (مطبوعہ مکتبہ محمودیہ، لاہور ۱۹۷۷ء) ص ۱۶۶

مولوی محمد قاسم نانوتوی سود کے معاملے میں دارالاسلام قرار دیتے ہیں۔ مولوی محمود حسن دارالحرب کے ایک معنی کے اعتبار سے ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیتے ہیں اس مرحلہ پر ہم انصاف و دیانت کے نام پر مخالفین سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ وہ ان حضرات کو اس درجے کا انگریز پرست قرار دیں گے؟ اگر آپ انہیں انگریز کا ایجنٹ اور حمایتی قرار دینے کے لیے تیار نہیں، تو اہل دانش یہ سمجھنے پر مجبور ہوں گے کہ خوفِ آخرت سے بے نیاز ہو کر امام احمد رضا بریلوی کے خلاف محض تعصب اور عناد کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے اور یہ پروپیگنڈا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔

مخالفین بڑے زور شور سے یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ نے ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا فتویٰ دیا تھا۔ اور مولوی اسماعیل دہلوی نے اسی فتوے کی بناء پر جہاد کے تمام اقدامات کئے تھے۔ حالانکہ حضرت شاہ صاحب نے انگریز کی عملداری کی وجہ سے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا تھا، اور مولوی اسماعیل دہلوی باغکِ ذمیل اعلان کرتے رہے کہ ہمیں انگریزی حکومت سے کوئی پر خاش نہیں ہے، ہمارا مقابلہ صرف سکھوں سے ہے۔ مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں:

”سید صاحب نے مولانا شہید کے مشورہ سے شیخ غلام علی رئیس الہ آباد کی معرفت لیٹننٹ گورنر ممالک مغربی شمال کی خدمت میں اطلاع دی کہ ہم لوگ سکھوں پر جہاد کرنے کی تیاری کرتے ہیں سرکار کو تو اس میں کچھ اعتراض نہیں ہے؟ لیٹننٹ گورنر نے صاف لکھ دیا کہ ہماری عملداری امن میں خلل نہ پڑے تو ہمیں آپ سے کچھ سروکار نہیں۔ نہ ہم ایسی تیاری میں ممانع ہیں، یہ تمام ثبوت صاف اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ جہاد صرف سکھوں سے مخصوص تھا انگریز سرکار سے مسلمانوں کو ہرگز مخالفت نہ تھی۔ (۱)

(۱) مرزا حیرت دہلوی: حیات طیبہ (مکتبہ اسلام، لاہور ۱۹۵۸ء) ص ۵۲۳

پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ہندوستان پر انگریز اور پنجاب پر سکھوں کی حکومت تھی۔ فتوائے دارالْحَرْب کی بناء پر مولوی اسماعیل دہلوی ہندوستان یا پنجاب میں جہاد نہیں کرتے، جہاد صوبہ سرحد میں کیا جاتا ہے اور زیادہ تر مسلمانوں کو یہی نشانہ ستم بنایا جاتا ہے۔ (تفصیل کے لئے سو سال پہلے کی لکھی ہوئی کتاب ”تاریخ تبادلیاں“ مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور ملاحظہ ہو) بنا بریں یہ کس طرح تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ اس جہاد کی بنا فتوائے دارالْحَرْب پر تھی؟

دارالاسلام اور دارالْحَرْب

کسی ملک کے بارے میں یہ جاننے کے لیے کہ دارالْحَرْب ہے یا دارالاسلام یہ دیکھنا ضروری ہے کہ وہاں اقتدار کس کا ہے اور احکام کس قسم کے نافذ ہیں۔ اس اعتبار سے ممالک کو چار قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(۱) وہ ملک جہاں غیر مسلم حکمران ہے، اور صرف اسی کے وضع کردہ قوانین کے مطابق فیصلے ہوتے ہیں اور شعائر اسلام پر پابندی نافذ ہے۔

(۲) وہ ملک جہاں مسلمان حاکم یا اختیار ہے، اور وہاں قوانین شرعیہ کے مطابق فیصلے ہوتے ہیں۔

(۳) وہ ملک جہاں مسلمان فرمانروا ہے، اور وہاں شریعت کے مطابق بھی فیصلے ہوتے ہیں اور مقامی قانون کے مطابق بھی فیصلے ہوتے ہیں۔

(۴) وہ ملک جہاں غیر مسلم صاحب اقتدار ہے، لیکن فیصلے ہر دو طرح ہوتے ہیں۔ قوانین شرع کے مطابق بھی اور مقامی قانون کے مطابق بھی۔ اور وہاں شعائر اسلام پر پابندی بھی نہیں ہے۔

پہلی صورت میں وہ ملک دارالْحَرْب ہے باقی تین صورتوں میں دارالاسلام ہے مسلمانوں کے وہ علاقے جو کفار کے قبضے میں ہیں۔ (جیسے ہندوستان) ان کے

بارے میں فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

قال السيد الامام والبلاد التي في أيدي الكفرة لا
شك أنها بلاد الاسلام لعدم اتصالها ببلاد الحرب ولم
يظهروا بها أحكام الكفر بل القضاة مسلمون (إلى أن
قال) وقد حكمنا بلا خلاف بأن هذه الديار قبل استيلاء
التار كان من ديار الاسلام و بعد استيلائهم إعلان الأذان
والجمع والجماعات والحكم بمقتضى الشرع والفتوى
والتدريس شائع بلا نكير من ملوكهم فالحكم بأنها من
بلاد دارالحرب لا جهة له نظراً إلى الدراسة والدراية
(إلى أن قال) وذكر الحلواني أنه إنما تصير دارالحرب
بإجراء أحكام الكفر و أن لا يحكم فيها بحكم من أحكام
الإسلام و أن تتصل بدار الحرب و أن لا يبقى فيها مسلم
ولا ذمی آمن بالآمان الأول فإذا وجدت الشرائط كلها
صارت دارالحرب وعند تعارض الدلائل والشرائط يبقى
ما كان و يترجح جانب الاسلام احتياطاً (ملخصاً)

ترجمہ: ”سید امام فرماتے ہیں کہ جو شہر کافروں کے ہاتھوں میں ہیں بلا شہہ
دارالاسلام ہیں کیونکہ وہ دارالحرب کے شہروں کے ساتھ متصل نہیں ہیں۔ اور کافروں نے
وہاں احکام کفر نافذ نہیں کئے بلکہ قاضی مسلمان ہیں..... ہم نے کسی اختلاف کے بغیر حکم
لگایا ہے کہ یہ شہر تاتاریوں کے تسلط سے پہلے دارالاسلام تھے اور ان کے غلبے کے بعد
اذان، جمعہ، جماعت، شریعت کے مطابق فیصلہ، فتویٰ اور تدریس ایسے امور حکام کی
طرف سے کسی انکار کے بغیر اعلانیہ طور پر جاری ہیں۔ لہذا ان شہروں کو دارالحرب قرار
دینے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے..... امام حلوانی نے فرمایا کہ کسی علاقہ کے دارالحرب

ہونے کی تین شرطیں ہیں:

- ① وہاں احکام کفر جاری ہوں اور اسلام کا کوئی حکم نافذ نہ ہو۔
- ② وہ علاقہ دارالحرب سے متصل ہو۔
- ③ وہاں کوئی مسلمان اور ذمی امان سابق سے امن والا نہ رہے جب یہ تمام شرائط پائی جائیں تو وہ جگہ دارالحرب ہے اور جب دلائل اور شرائط متعارض ہوں تو وہ جگہ اپنی اصلی حالت پر رہے گی۔ (پہلے کی طرح دارالاسلام ہوگی) یا احتیاطاً جانب اسلام کو ترجیح دی جائے گی۔

اس عبارت کے مطالعہ سے ہندوستان کے بارے میں حقیقت حال بالکل بے غبار ہو جاتی ہے۔ امید ہے کہ یہ مجموعہ انصاف پسند حضرات کو حقیقت واقعیہ کی روشنی میں پہنچا دے گا۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز

محمد عبدالحکیم شرف قادری

۱۳ محرم الحرام ۱۳۹۷ھ

۳ جنوری ۱۹۷۷ء

☆☆☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ:

کفل الفقہ الفاہم فی احکام قرطاس الدرہم

از امام احمد رضا خاں بریلوی

ترجمہ: حجۃ الاسلام شاہ محمد حامد رضا خاں

یہ بلند پایہ کتاب یگانہ روزگار عالم شیخ الاسلام حامی سنت اور قاطع بدعت حضرت علامہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی تصنیف ہے۔ امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تعلق قندھار (افغانستان) سے تھا۔ پھر آپ کے آباء واجداد ہندوستان کی طرف منتقل ہو کر بریلی میں مقیم ہو گئے۔

شیخ ابوالحسن علی الندوی کے والد علامہ عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

”شیخ علامہ مفتی احمد رضا بن نقی علی بن رضا علی افغانی، حنفی بریلوی جو عبدالمصطفیٰ

کے نام سے مشہور ہیں۔ ۱۰ اشوال ۱۲۱۲ھ میں بریلی کے مقام میں پیدا ہوئے اپنے والد ماجد سے حصول علم میں مشغول ہوئے، یہاں تک کہ علم میں کمال حاصل کیا اور بہت سے فنون بالخصوص فقہ اور اصول فقہ میں اپنے دور کے علماء پر برتری حاصل کی۔ ۱۲۸۶ھ میں آپ تحصیل علم سے فارغ ہو گئے۔“

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام العارفین قدوة استا لکین سید آل رسول حسینی مارہروی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دستِ حق پرست پر شرف بیعت و خلافت حاصل کیا اور تمام سلاسل تصوف اور حدیث نبوی علیٰ صلبہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت عامہ سے مشرف ہوئے۔ آپ نے صرف ایک ماہ (رمضان المبارک) میں کھل قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔

(۱) عبدالحی لکھنوی، مورخ، نزمہ الخواطر، ج ۸: ص ۳۲، حیدرآباد دکن

martat.com

امام اہل سنت نے ۱۲۹۶ھ میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ حرمین طہیین کی زیارت کے ساتھ وہاں کے مقتدر علماء کرام مثلاً علامہ سید احمد زینی دحلان شافعی مکی، شیخ عبدالرحمن سراج مفتی، احتاف مکہ مکرمہ اور شیخ حسین بن صالح سے سند حدیث حاصل کی۔ دوبارہ ۱۳۲۳ھ میں آپ کو زیارت حرمین طہیین کا شرف حاصل ہوا۔ اس موقع پر علماء حجاز نے آپ کے اعزاز و اکرام کی خاطر یدہ و دل فرشِ راہ کئے اور علوم و معارف میں آپ کو عظیم المرتبت پاتے ہوئے آپ سے حدیث و طریقت کی سندیں حاصل کیں۔ مدینہ منورہ کے علماء کی طرف سے آپ کو پزیرائی اور عزت حاصل ہوئی اس کا نقشہ محمد کریم مہاجر مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مکتوب سے مترشح ہوتا ہے، وہ فرماتے ہیں:

”میں کئی سالوں سے مدینہ طیبہ میں مقیم ہوں۔ یہاں ہندوستان سے ہزاروں علماء آتے ہیں جن میں نہایت متقی اور پرہیزگار لوگ بھی ہیں۔ میں انہیں شہر کی گلیوں میں پھرتا ہوا دیکھتا ہوں، لیکن کوئی بھی شہری ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتا، جبکہ میں جلیل القدر علماء کو آپ کی طرف لپکتے اور آپ کی عزت افزائی میں جلدی کرتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسے چاہے عطا فرماتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل کا مالک ہے۔“

مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران آپ نے جو کتب فی البدیہہ تحریر فرمائیں ان میں سے ایک ”الدولة المکیة بالمادة الغیبة“ ہے۔ یہ عظیم الشان کتاب ہے جس سے سرکارِ دو عالم ﷺ کے اس وسیع علم کا پتہ چلتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے فضل و کرم سے عطا فرمایا۔

یہ کتاب ہندوستان اور پاکستان میں بارہا چھپ چکی ہے اور اب مجاہد اسلام فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر حسین حلمی حفظہ اللہ تعالیٰ کی کوشش سے ترکی میں بھی شائع ہو گئی ہے۔

آپ کی چھوٹی بڑی تصانیف ایک ہزار کے لگ بھگ ہیں جن میں سے بارہ جلدوں پر مشتمل فتاویٰ رضویہ ایک نہایت ہی مفید اور اہم تصنیف ہے جسے حوالہ جات اردو ترجمہ اور جدید ترتیب کے ساتھ ”رضا فاؤنڈیشن لاہور“ کے زیر اہتمام چھاپا جا رہا ہے۔

آپ نے علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ کی ”رد المحتار“ پر حاشیہ بھی رقم فرمایا جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔ نیز آپ کا ترجمہ قرآن ”کنز الایمان فی ترجمہ القرآن“ اردو تراجم میں نہایت عمدہ اور صحیح ترجمہ ہے۔

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کچھ عرصہ تک مسند مدرسہ پر فائز رہے اس کے بعد تحقیقات اور فتویٰ نویسی میں عمر بسر کی۔ آپ نے بعض سیاسی اور مذہبی لوگوں کو راہ حق سے انحراف اور احکام اسلام کی مخالفت کرتے ہوئے دیکھا تو ان کا بھی تعاقب فرمایا۔

۲۵ صفر المظفر ۱۳۳۰ھ / ۱۹۲۱ء میں علم و دانش اور زہد و تقویٰ کا یہ عظیم پیکر قانی دنیا سے کوچ کر کے اپنے خالق حقیقی سے واصل ہوا۔ آپ کا وصال بریلی شریف میں ہوا اور وہیں آپ کا مزار پر انور مرجع خلافت ہے۔

کفل الفقہ الفاہم:

یہ مبارک رسالہ جو ہم کارکن کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہے ہیں اسے امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ نے ۱۳۲۳ھ میں مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران ایک دن اور کچھ گھنٹوں میں تحریر فرما کر تاریخی نام ”کفل الفقہ الفاہم فی احکام فرطاس الدرہم“ سے موسوم فرمایا۔

اس کا پس منظر یہ ہے کہ حنفی امام شیخ عبداللہ میرداد بن شیخ الخطباء شیخ احمد ابو الخیر رحمہما اللہ تعالیٰ نے کرنسی نوٹ سے متعلق بارہ سوالات آپ کی خدمت میں پیش کئے۔ اُس وقت نوٹ ایک نئی چیز تھی اور فقہائے کرام اس سے متعلق احکام کے بارے میں

تیران و پریشان تھے۔

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ نے ان سوالوں کے جوابات دے کر مسند واضح فرمایا، وہ سوالات مع جوابات (اجمالاً) درج ذیل ہیں:

سوال ۱: کیا نوٹ مال ہے یا رسید؟

جواب: نوٹ، قیمتی مال ہے رسید نہیں۔ فتح القدر میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص ایک کاغذ ہزار (روپے مثلاً) کے بدلے بیچے تو بلا کراہت جائز ہے۔ یہ نوٹ کی ایجاد سے پہلے اس کے بارے میں ایک جزئیہ ہے۔

سوال ۲: اگر یہ نصاب کو پہنچ جائے اور اس پر سال بھی گزر جائے تو کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

جواب: ہاں! شرائط زکوٰۃ پائے جانے پر اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی، کیونکہ یہ ذاتی طور پر مال مقوم ہے۔

سوال ۳: کیا سے مہر میں دینا صحیح ہے؟

جواب: ہاں! اسے مہر میں مقرر کرنا (اور دینا) صحیح ہے جبکہ عقد کے وقت اس کی قیمت سات مثقال چاندی ہو۔

سوال ۴: اگر اسے محفوظ جگہ سے چوری کر لیا جائے تو چور کا ہاتھ کاٹنا واجب ہوگا؟

جواب: ہاں! اگر ہاتھ کاٹنے کی شرائط پائی جائیں تو واجب ہوگا۔

سوال ۵: کیا اسے ضائع کرنے کی صورت میں اس کے بدلے تاوان ہوگا؟

جواب: ہاں! اسے ہلاک کرنے کی صورت میں اس کی مثل کے ساتھ تاوان واجب ہوگا اور ہلاک کرنے والے کو درہموں کی صورت میں تاوان ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

سوال ۶: کیا اسے درہموں، دیناروں اور پیسوں کے ساتھ بیچنا جائز ہے؟

جواب: ہاں! جائز ہے جیسے عام شہروں میں لوگوں کے درمیان معمول ہے۔

سوال ۷: اگر اسے کپڑوں کے بدلے لینا جائے تو بیع مقایض ہوگی یا مطلق بیع؟

جواب: یہ اصطلاحی ثمن ہے، لہذا کپڑوں کے بدلے اسے بیع مقایض نہیں بلکہ مطلق بیع ہوگی۔

سوال ۸: کیا اسے قرض میں دینا جائز ہے، اور اگر جائز ہے تو اس کے مثل کے ساتھ ادائیگی ہوگی یا دراہم کے ساتھ؟

جواب: ہاں! اسے بطور قرض دینا جائز ہے اور ادائیگی صرف اس کی مثل سے ہوگی۔

سوال ۹: کیا اسے بطور ادھار مقررہ مدت تک درہموں کے بدلے بیچنا جائز ہے؟

جواب: ہاں! جائز ہے بشرطیکہ مجلس میں نوٹ پر قبضہ کرے تاکہ دین کے بدلے دین نہ ہو۔

سوال ۱۰: کیا اس میں بیع سلم جائز ہے مثلاً ایسے نوٹ کے بدلے جس کی نوع اور صفت معلوم ہو ایک مہینہ تک چھٹی درہم دینا؟

جواب: ہاں! نوٹ میں بیع سلم جائز ہے۔

سوال ۱۱: کیا نوٹ میں لکھی ہوئی روپوں کی تعداد سے زائد کے بدلے اس کی بیع جائز ہے؟ مثلاً دس کا نوٹ بارہ یا تیس روپے یا اس سے کم کے ساتھ بیچنا کیسا ہے؟

جواب: ہاں! اس سے کم یا زیادہ کے ساتھ بیع مطلقاً ناجائز ہے۔ نوٹ فریقِ رخصی ہوں سو داکرنا جائز ہے۔

سوال ۱۲: اگر یہ جائز ہے تو کیا یہ بھی جائز ہے کہ جب زید عمرو سے دس روپے بطور قرض لینا چاہے تو عمرو کہے میرے پاس درہم نہیں البتہ میں دس کا نوٹ تم پر بارہ

روپے میں بیچتا ہوں تم ہر مہینے ایک روپیہ ادا کرتے رہتا؟ کیا اسے سو داکرنا حیدر سمجھتے ہوئے اس سے روکا نہیں جائے گا؟ اور اگر روکا نہ جائے تو اس میں اور سو

میں کیا فرق ہے کہ یہ حلال ہے اور وہ حرام، حالانکہ دونوں کا نتیجہ ایک ہے یعنی زائد مال حاصل کرنا؟

جواب: ہاں! جائز ہے اگر واقعی سودے کی نیت کرے قرض کی نہیں۔ اگر قرض ہوگا تو حرام اور سود ہوگا کیونکہ یہ ایسا قرض ہے جس کے ذریعے نفع حاصل کیا جاتا ہے۔ اس رسالے میں بحث کے دوران آپ نے کچھ ایسی تحقیقات پیش کیں جن سے مکہ مکرمہ کے قارئین کرام بے حد مسرور ہوئے، حالانکہ آپ اس وقت حالت سفر میں تھے۔ آپ نے صاحب ہدایہ امام ابن ہمام اور علامہ زابدی صاحب قدیہ پر کچھ سوال وارد کئے، آپ نے اپنی تصنیفات میں اکثر یہ طریقہ اختیار کیا، لیکن آپ علمائے امت کے ادب و احترام کے پیش نظر اسے ”تقطیل“ سے تعبیر فرماتے ہیں۔

آپ نے جب بحث مکمل کر لی تو مکہ مکرمہ کے جلیل القدر علماء کرام مثلاً شیخ الائمہ و الخطباء علامہ احمد ابوالخیر میرداد حنفی، سابق مفتی وقاضی شیخ صالح کمال حنفی، حافظ کتب حرم الفاضل سید اسماعیل خلیل حنفی اور مفتی احناف عبداللہ صدیق رحمہم اللہ نے اسے سنا اور اس کی تحسین فرماتے ہوئے اسے نقل کر لیا۔ بعد میں مفتی احناف عبداللہ صدیق رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب اس عظیم الشان کتاب ”کفل الفقہ الفہم“ کو مکتبہ حرم میں دیکھا تو مطالعہ کرنے کے بعد اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے بطور تعجب فرمایا ”شیخ جمال بن عبداللہ بن عمر سے یہ بیان کہاں مخفی رہ گیا؟“ علامہ جمال بن عبداللہ مکہ مکرمہ میں مفتی احناف تھے اور فقہ و حدیث کی سند میں امام احمد رضا بریلوی کے دادا استاذ تھے۔ قبل ازیں جب ان سے نوٹ کے احکام کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دینے میں توقف کیا اور فرمایا: ”علم علماء کی گردنوں میں امانت ہے۔“ شیخ عبداللہ صدیق نے اسی واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا اور جب ان کو بتایا گیا کہ اس کتاب کے مصنف یہاں موجود ہیں تو انہوں نے ملاقات کی گرم جوشی سے استقبال کیا اور دونوں شخصیتوں کے درمیان علمی مذاکرہ ہوا۔

(۱) احمد رضا بریلوی، امام:

الذیل الموطأ من ۱۲۶

marfat.com

ندوة العلماء لکھنؤ کے ناظم عمومی شیخ ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

”انہوں (امام احمد رضا بریلوی) نے بعض فقہی اور کلامی مسائل میں علماء حجاز سے گفتگو کی اور حرمین شریفین میں قیام کے دوران بعض رسائل لکھے اور علماء حرمین کی طرف سے پیش کئے جانے والے بعض مسائل کے جوابات دئے۔ چنانچہ وہ آپ کی وسعت علمی، فقہی متون اور اختلافی مسائل سے واقفیت، سرعت تحریر اور ذہانت سے بہت متعجب ہوئے۔ وہ مزید لکھتے ہیں:

”فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر اطلاع کے حوالے سے آپ ماور روزگار تھے۔ آپ کا مجموعہ فتاویٰ اور کفیل الفقہ الفاہم جسے آپ نے مکہ مکرمہ میں مرتب کیا اس بات پر شاہد ہیں۔“

اسلامی نظام کے نفاذ اور اقتصادی نظام نیز بینکوں کو سود سے پاک کرنے کے لئے اس کتاب کی ضرورت اظہر من الشمس ہے۔

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آپ کے تمام سوالوں کی بنیاد یہی سوال ہے جب اس کاغذ (نوٹ) کی حقیقت معلوم ہو جائے گی تو تمام احکام کسی اشتباہ کے بغیر واضح ہو جائیں گے۔ آپ نے ان لوگوں کا رد فرمایا جو اسے چیک کی طرح رسید قرار دیتے ہیں۔

جب آپ وطن لوٹے تو معلوم ہوا کہ مشائخ دیوبند میں سے مولوی رشید احمد گنگوہی نے فتویٰ دیا ہے کہ نوٹ چیک ہیں۔ انہیں ان کی مثل کے ساتھ بھی بیچا جا سکتا ہے۔ جانتیکہ کم یا زیادہ رقم کے ساتھ سود کیا جائے۔ آپ نے اپنی کتاب جس کا تاریخی نام ”الذیل المنوط لمرسالة النوط“ ہے میں اٹھارہ وجوہ سے ان کا رد کیا۔

(۱) ابوالحسن علی ندوی: نزہۃ الخواطر، ج ۸، ص ۳۳

(۲) ایضاً:

مشہور عالم دین علامہ عبدالحی لکھنوی جنہوں نے موطا امام محمد کی شرح ”التعلیق الممجد“ کے نام سے لکھی ہے نے فتویٰ دیا کہ نوٹ کو اس سے کم یا زیادہ رقم کے بدلے نہیں بیچا جاسکتا۔

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے گیارہویں سوال کے جواب میں پندرہ وجوہ سے ان کا رد کیا، حالانکہ اس وقت آپ کے پاس کوئی فتاویٰ نہ تھا۔ واپسی پر آپ علامہ عبدالحی لکھنوی کے فتویٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور بیس وجوہ سے اس پر تنقید فرمائی۔ اگر کوئی کہے کہ آپ نے کس بنیاد پر نوٹ کی مالیت سے کم یا زیادہ رقم کے ساتھ اس کی بیع کو جائز قرار دیا ہے؟ حالانکہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

”امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرح جن لوگوں نے اسے مکروہ قرار دیا ہے

تو اس کی وجہ یہ تھی جیسا کہ فتح القدر فی الضاح اور محیط کے حوالے سے گزر چکا

کہ لوگ اس کے عادی ہو کر ممنوعات میں نہ پڑ جائیں۔ اور ہمارے زمانے

میں معاملہ الٹ ہو گیا ہے۔ اہل ہند میں سود کھلم کھلا رواج پا گیا ہے۔ اور وہ

اس میں کچھ بھی شرم نہیں کرتے گویا وہ اسے عیب اور باعث شرم نہیں سمجھتے۔

تو جو شخص ان کو اس عظیم مصیبت اور کبیرہ گناہ سے بعض جائز جیلوں مثلاً دس

کے نوٹ کی بارہ روپے کے ساتھ بیع کو جائز قرار دے کہ وہ یہ رقم قسطوں

میں ادا کرے یا اس طرح کی کوئی دوسری صورت جیسے امام فقیہ النفس قاضی

خان کی طرف سے بیان ہو چکا ہے تو بلاشبہ وہ شخص مسلمانوں کا خیر خواہ

ہے اور دین تو تمام مسلمانوں کی خیر خواہی کا نام ہے۔ واللہ الحمد۔

پس جب لوگ دیکھیں گے کہ حرام سے بچتے ہوئے بھی مقصد حاصل ہو سکتا ہے

تو وہ تو بہ کیوں نہیں کریں گے؟ وہ اسلام اور شریعت کے مخالف تو نہیں ہیں۔“

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے یہ کتاب عربی زبان میں مد معظّمہ میں تصنیف کی ان کے فرزند اکبر حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں بہ یوی قدس سرہ نے عربی میں اس کا تعارف لکھا اور واپس آ کر اس کا اردو میں ترجمہ کیا۔

یہ مبارک کتاب ابتداء بریلی شریف سے چھپی پھر نوری کتب خانہ لاہور سے چھپتی رہی۔ ۱۹۸۲ء میں منظمۃ الدعوة الاسلامیۃ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور نے عربی متن شائع کیا۔ ۱۹۸۹ء میں عربی متن رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کی طرف سے عربی ٹائپ پر شائع کیا گیا اور اب اس کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے رضا فاؤنڈیشن لاہور کو اپنے مقاصد پورے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

محمد عبدالکلیم شرف قادری

۸ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۰ھ

۱۹۹۰ء

۶ جنوری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کلمات آغاز:

فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد اول

تصنیف: امام احمد رضا خاں بریلوی

تقریباً ایک ہزار سال تک سرزمین پاک و ہند پر مسلمانوں کی حکومت رہی اس عرصے میں غیر مسلموں کو مکمل شہری حقوق حاصل رہے ہر شخص کو اپنے دین پر عمل کرنے کی آزادی تھی بلکہ بعض مواقع تو ایسے بھی آئے کہ غیر مسلموں کو ترجیحی مراعات حاصل رہیں انگریز تاجربن کر آئے اور سازشوں کے بل بوتے پر حکمران بن بیٹھے ان کی حکومت کو سب سے زیادہ خطرہ مسلمانوں سے تھا ایک تو اس لیے کہ مسلمان عرصہ دراز تک یہاں حکومت کر چکے تھے دوسرا اس لئے کہ ان کی ایمانی حرارت انہیں کسی بھی وقت آمادہ جہاد کر سکتی تھی یہی وجہ تھی کہ انہوں نے مسلمانوں کی قوت کو پامال کرنے اور ان کی وحدت ملی کو پارہ پارہ کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا۔

وہ اس حقیقت سے پوری طرح باخبر تھے کہ مسلمانوں کی بقا اور ترقی کا راز ایمان اور اتحاد میں مضمر ہے اس لئے انہوں نے اپنی تمام تر توانائیاں اسی بنیاد کو کمزور اور ختم کرنے پر صرف کر دیں دینی مدارس کو بے اثر بنانے کے لئے سکول اور کالج کھولے اور وہاں تعلیم پانے والے بچوں کے ذہنوں کو الحاد اور بے دینی کے زہر سے مسموم کیا اتحاد ملت کو ختم کرنے کے لئے نئے نئے پیدا ہونے والے فرقوں کی حوصلہ افزائی کی اسی دورِ بلاخیز میں اس قسم کے مباحث پھیلے:

○ — اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے یا نہیں؟

○ — نبی اکرم ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی آجائے تو آپ کے خاتم النبیین ہونے میں

کوئی فرق آئے گا یا نہیں؟ بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے تو نبی ہونے کا دعویٰ ہی کر دیا۔
 ○ — اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ اور دیگر محبوبانِ خدا کی شان میں تو بین و تفریق کی
 زبان دراز کی گئی۔

نتیجہ یہ ہوا کہ امتِ مسلمہ کئی فرقوں میں بٹ گئی اور متحدہ پاک و ہند میں اتنے فرقے
 پیدا ہوئے کہ دوسرے کسی بھی اسلامی ملک میں اتنے فرقے نہیں ملیں گے۔

☆☆☆

امام احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

ولادت.....تعلیم:

یہ ماحول تھا کہ ۱۰ شوال ۱۳۱۲ھ / ۱۸۵۶ء کو بریلی شریف نو پنی انڈیا میں
 امام احمد رضا قادری بریلوی پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد غزالی زماں مولانا تقی علی خاں
 اور جد امجد مولانا رضا علی خاں قدس سرہا اپنے دور کے اکابر علماء اور اولیاء میں سے تھے
 آپ کے آباء واجداد قدما و قدامتاز افغانستان سے ہجرت کر کے پہلے لاہور پھر بریلی میں قیام
 پذیر ہو گئے۔

فاضل بریلوی قدس سرہا نے تمام مروجہ علوم و فنون اپنے والد ماجد سے پڑھ کر تقریباً
 چودہ ۱۳ سال کی عمر میں سند فضیلت حاصل کی اور مسند تدریس و افتاء کو زینت بخشی والد
 ماجد کے علاوہ حضرت شاہ آل رسول مارہروی علامہ سید احمد بن زینی دحلان مفتی مکہ مکرمہ
 علامہ عبدالرحمن مکی علامہ حسین بن صالح مکی اور حضرت مولانا شاہ ابوالحسین احمد نوری رحمہم
 اللہ تعالیٰ سے بھی استفادہ کیا امام احمد رضا بریلوی نے کچھ علوم تو اپنے زمانے کے متبحر علماء
 سے پڑھے باقی علوم خدا داد قابلیت کی بنا پر مطالعہ کے ذریعے حاصل کئے اور نہ صرف پچاس
 سے زیادہ علوم و فنون میں محیر العقول مہارت حاصل کی بلکہ ہر فن میں تصانیف بھی یادگار
 چھوڑیں۔

marfat.com

امام احمد رضا بریلوی ۱۳ رمضان المبارک ۱۲۸۶ھ / ۱۸۷۰ء کو پونے چودہ سال کی عمر میں علوم دینیہ کی تحصیل سے فارغ ہوئے، اسی دن رضاعت کے ایک مسئلے کا جواب لکھ کر والد ماجد کی خدمت میں پیش کیا جو بالکل صحیح تھا، اسی دن سے فتویٰ نویسی کا کام آپ کے سپرد کر دیا گیا۔ اس دن سے آخر عمر تک مسلسل فتویٰ نویسی کا فریضہ انجام دیتے رہے اور فتاویٰ رضویہ کی ضخیم بارہ جلدوں کا گراں قدر سرمایہ امت مسلمہ کو دے گئے۔ ”رد المحتار“ از علامہ شامی پر پانچ جلدوں میں حاشیہ لکھا، قرآن پاک کا مقبول اتمام ترجمہ لکھا جو ”کنز الایمان“ کے نام سے مشہور و معروف ہے۔

امام احمد رضا بریلوی نے اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت کے خلاف لب کشائی کرنے والوں پر بھرپور تنقید کی ”سبحان السیوح عن عیب کذب مقبوح“ (اللہ تعالیٰ جھوٹ ایسے قبیح عیب سے پاک ہے) کے علاوہ امکان کذب کے رد پر پانچ رسالے لکھے، اللہ تعالیٰ کو جسم ماننے والوں کے رد میں رسالہ مبارکہ ”قوارع القہار علی الجسمۃ الفجاریہ“ تحریر کیا، دین اسلام کے مخالف قدیم فلاسفہ کے عقائد پر رد کرتے ہوئے مبسوط رسالہ ”الکلمۃ المسلمیۃ“ رقم فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام اہل بیت عظام ائمہ دین مجتہدین اور اولیاء کاملین کی شان میں گستاخی کرنے والوں کا سخت محاسبہ کیا۔ قادیان میں انگریزوں کے کاشتہ پودے کی بیخ کنی کی اور اس کے خلاف متعدد رسائل لکھے، مثلاً:

۱. جزاء اللہ عدوہ لابائہ ختم النبوة
۲. قہر الدیان علی مرتد بقادیان
۳. المبین معنی ختم النبیین
۴. السوء والعقاب علی المسیح الکذاب
۵. الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی

امام احمد رضا نے اس دور میں پائی جانے والی بدعتوں کے خلاف جہاد کیا اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کی جانے والی سازشوں کے تار و پود بکھیر کر رکھ دئے۔ مختصر یہ کہ انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ کی خاطر ہر محاذ پر جہاد کیا اور تمام عمر اس کام میں صرف کر دی۔

ذوق شعر و سخن:

تحقیقاتِ علمیہ میں امام احمد رضا بریلوی کا بلند ترین مقام تو اہل علم کے نزدیک مسلم ہے، شعر و ادب میں بھی وہ قادر الکلام اساتذہ کی صف میں شامل ہیں۔ جامعہ ازہر مصر کے ڈاکٹر محی الدین الوائلی نے اس امر پر حیرت کا اظہار کیا ہے کہ علمی نوشکافیاں کرنے والا محقق نازک خیال ادیب اور شاعر بھی ہو سکتا ہے، متنبی ادب عربی کا مسلم اور نامور شاعر ہے وہ کہتا ہے۔

أَزُورُهُمْ وَسَوَادُ اللَّيْلِ يَشْفَعُ لِي وَأَثْنِي وَبَيَاضُ الصُّبْحِ يُغْرِي بِي
(میں اس حال میں محبوباؤں کی زیارت کرتا ہوں کہ رات کی سیاہی میری سفارش کرتی ہے اور اس حال میں لوٹتا ہوں کہ صبح کی سفیدی میرے خلاف برا بیچھتہ کرتی ہے۔)
کہتے ہیں کہ یہ شعر متنبی کے اشعار کا امیر ہے، کیونکہ اس کے پہلے مصرع میں پانچ چیزوں کا ذکر ہے اور دوسرے مصرعے میں ان کے مقابل پانچ چیزوں کا اسی ترتیب سے ذکر ہے۔

پہلا مصرع: ۱۔ زیارت۔ ۲۔ سیاہی۔ ۳۔ رات۔ ۴۔ سفارش کرنا۔ لی (میرے حق میں)
دوسرا مصرع: ۱۔ واپسی۔ ۲۔ سفیدی۔ ۳۔ صبح۔ ۴۔ برا بیچھتہ کرنا۔ ۵۔ بی (میرے خلاف)
امام احمد رضا بریلوی کا شعر ملاحظہ ہو، معنوی بلندی اور پاکیزگی کے ساتھ ساتھ شاعرانہ نقطہ نظر سے کتنا زور دار ہے؟ پہلے مصرع میں بجائے پانچ کے چھ چیزوں کا ذکر ہے اور ان کے مقابل دوسرے مصرعے میں بھی چھ چیزیں ہی مذکور ہیں اور لطف یہ ہے کہ نزل نہیں بلکہ نعت سے جہاں قدم قدم پر احتیاط لازم ہے۔

حسن یوسف پہ کشیں مصر میں انگشتِ زناں
 سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب
 مصرع ۱: ۱- حسن ۲- انگشت ۳- کشیں (غیر اختیاری عمل تھا) ۴- عورتیں ۵- مصر
 ۶- کشیں سے ایک بار کا پتا چلتا ہے۔
 مصرع ۲: ۱- نام ۲- سر ۳- کٹاتے (اختیاری عمل ہے) ۴- مرد ۵- عرب ۶-
 ”کٹاتے ہیں“ سے استمرار معلوم ہوتا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی نے اصنافِ شعر و سخن میں سے حمدِ باری تعالیٰ نعت اور منقبت و
 منتخب کیا، قصیدہ معراجیہ، قصیدہ نور اور مقبولیت عامہ حاصل کرنے والے سلام
 ع مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
 ایسے ادب پارے پیش کئے۔ جنہیں پڑھ کر ماہرین شعر و سخن عیش عیش کر اٹھتے ہیں۔
 ان کی تمام تصانیف کی بنیاد اسلام اور داعی اسلام سید الانام ﷺ سے گہری وابستگی
 پر ہے، اسلامیانِ پاک و ہند کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی عقیدت و محبت
 تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ بسانے میں انھوں نے اہم کردار ادا کیا ہے۔

دو قومی نظریہ:

۲۰-۱۹۱۹ء میں تحریکِ خلافت اور تحریکِ ترکِ موالات شروع ہوئی، پہلی تحریک کا
 مقصد سلطنتِ عثمانیہ ترکی کی حفاظت اور امداد تھا جبکہ دوسری تحریک کا مقصد ہندوستان کی
 آزادی کے لیے بائیکاٹ کے ذریعے حکومتِ برطانیہ پر دباؤ ڈالنا بتایا گیا، مسٹر گاندھی
 کمال عیاری سے دونوں تحریکوں کا قائد اور امام بن گیا، حالات اس نہج پر پہنچ گئے کہ
 قریب تھا کہ مسلمان اپنا ملی تشخص کھو کر ہندومت میں مدغم ہو جاتے، اس ماحول میں امام
 احمد رضا بریلوی نے ”الحجۃ المومنین“ اور ”انفس الفکر“ ایسے رسائل لکھ کر دشمنوں کی
 سازشوں کو ناکام بنا دیا اور دلائل سے ثابت کیا کہ ہندو نہ تو مسلمانوں کا خیر خواہ ہے اور نہ
 ہی وہ مسلمانوں کا امام بن سکتا ہے، ان کی ذور میں نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ مسلمان

انگریزوں کے چنگل سے رہا ہو کر ہندوؤں کے محکوم اور غلام بن کر رہ جائیں گے اس لئے مسلمانوں کو وہ طریقہ اختیار کرنا چاہئے جو دونوں سے گلو خلاصی کرائے۔ یہی وہ دو قومی نظریہ تھا جس کی بنا پر پاکستان کا قیام عمل میں آیا، امام احمد رضا بریلوی کے تلامذہ خلفاء اور تمام ہم مسلک علماء و مشائخ نے نظریہ پاکستان کی حمایت کی اور ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کے اجلاس میں متفقہ طور پر قیام پاکستان کے حق میں قراردادیں پاس کی گئیں اور اپیل کی گئی کہ اپنے اپنے علاقوں میں مسلم لیگ کے نمائندوں کو کامیاب کرایا جائے، حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ حضرات حمایت نہ کرتے تو پاکستان کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا تھا۔

امام احمد رضا بریلوی کے سیاسی فکر کی بنیاد قرآن و حدیث پر تھی، ان کے نزدیک کسی بھی کافر سے محبت کی گنجائش نہیں ہے، خواہ وہ ہندو ہو یا انگریز۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

”قرآن عظیم نے بکثرت آیتوں میں تمام کفار سے موالات قطعاً حرام فرمائی، مجوس ہوں، خواہ یہود و نصاریٰ ہوں، خواہ ہنود اور سب سے بدتر مردان عنود۔“

پٹنہ عظیم آباد کی ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء میں منعقد ہونے والی کانفرنس میں ارشاد فرمایا:

”سب کلمہ گو حق پر ہیں، خدا سب سے راضی ہے، سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے، گورنمنٹ انگریزی کا معاملہ خدا کے معاملوں کا پورا نمونہ ہے، اس کے معاملے کو دیکھ کر خدا کی رضا و ناراضی کا حال کھل سکتا ہے..... یہ کلمات اور ان کے امثال خرافات کو اہل ندوہ کی جو روداد بنے جو مقال ہے، ایسی باتوں سے مالا مال ہے، سب صریح و شدید نکال و عظیم وبال موجب غضب ذی الجلال ہیں۔“

فتاویٰ رضویہ (طبع مبارکپور) ج ۶، ص ۱۹۲

(۱) احمد رضا خاں بریلوی، امام:

حیات اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۱۲۷

(۲) محمد ظفر الدین بہاری، مولانا:

عقبقری فقہ:

امام احمد رضا بریلوی مروجہ علوم ویدیہ مثلاً تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، تصوف، تاریخ، سیرت، معانی، بیان، بدیع، عروض، ریاضی، توحیت، منطق، فلسفہ وغیرہ کے یکتائے زمانہ فاضل تھے۔ صرف یہی نہیں بلکہ طب، علم جفر، تفسیر زیجات، جبر و مقابلہ، لوگارٹم، جیومیٹری، مثلث کروی وغیرہ علوم میں بھی کامل مہارت رکھتے تھے۔ یہ وہ علوم ہیں جن سے عام طور پر علماء تعلق ہی نہیں رکھتے۔ انھوں نے پچاس سے زیادہ علوم و فنون میں تصانیف کا ذخیرہ یادگار چھوڑا اور ہر فن میں قیمتی تحقیقات کا اضافہ کیا، غرض یہ کہ ایک فقہ کے لیے جن علوم کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب امام احمد رضا بریلوی کو حاصل تھے۔

علوم قرآن:

انھوں نے قرآن کریم کا بہت گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا، قرآن فہمی کے لئے جن علوم کی ضرورت ہوتی ہے ان پر انھیں گہرا عبور حاصل تھا، شان نزول، ناسخ و منسوخ، تفسیر بالحدیث، تفسیر صحابہ اور استنباط احکام کے اصول سے پوری طرح باخبر تھے۔ یہی سبب ہے کہ اگر قرآن پاک کے مختلف تراجم کو سامنے رکھ کر مطالعہ کیا جائے تو ہر انصاف پسند کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ امام احمد رضا کا ترجمہ ”کنز الایمان“ سب سے بہتر ترجمہ ہے جس میں شان الوہیت کا احترام بھی ملحوظ ہے اور عظمت نبوت و رسالت کا تقدس بھی پیش نظر ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد ہونے کے باوجود عموماً مسائل پر مجتہدانہ انداز میں گفتگو کرتے ہیں۔ پہلے قرآن کریم سے پھر حدیث شریف سے پھر سلف صالحین اور اس کے بعد فقہائے متاخرین کے ارشادات سے استدلال اور استناد کرتے ہیں۔

قرآن کریم سے اچھوتا استدلال:

حضرت علامہ مولانا محمد وصی احمد محدث سورتی نے ایک استفتاء بھجوایا جس میں

سوال یہ تھا کہ کیا مشرقی افق سے سیاہی نمودار ہوتے ہی مغرب کا وقت ہو جاتا ہے؟
یا سیاہی کے بلند ہونے پر مغرب کا وقت ہوگا؟

امام احمد رضا نے جواب دیا کہ سورج کی ٹکیہ کے شرعی غروب سے بہت پہلے ہی
سیاہی مشرقی افق سے کئی گز بلند ہو جاتی ہے۔ اس مسئلے پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے
ہیں:-

”اس پر عیان و بیان و برہان سب شاہد عدل ہیں..... الحمد للہ!
عجائب قرآن منتہی نہیں..... ایک ذرا غور سے نظر کیجئے تو آیہ کریمہ تُولِجُ
اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ تُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ کے مطالع رفیعہ سے اس
مطلب کی شعاعیں چمک رہی ہیں۔

”رات یعنی سایہ زمین کی سیاہی کو حکیم قدیر عز جلالہ دن میں داخل
فرماتا ہے، ہنوز دن باقی ہے کہ سیاہی اٹھائی اور دن کو سوادِ مذکور میں لاتا
ہے، ابھی ظلمت شبینہ موجود ہے کہ عروس خاور نے نقاب اٹھائی۔“
تحریک پاکستان کے قافلہ سالار محدث اعظم ہند مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی
فرماتے ہیں:

”علم الحدیث کا اندازہ صرف اعلیٰ حضرت کے اس اردو ترجمہ سے
کیجئے جو اکثر گھروں میں موجود ہے اور جس کی کوئی مثال سابق نہ عربی
زبان میں ہے نہ فارسی میں اور نہ اردو میں اور جس کا ایک ایک لفظ اپنے
مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ لایا نہ جاسکتا جو بظاہر محض ترجمہ ہے
مگر درحقیقت وہ قرآن کی صحیح تفسیر اور اردو زبان میں (روح) قرآن
ہے۔“

فتاویٰ رضویہ (طبع مراد آباد) ج ۲، ص ۲۶۳۔

(۱) امام احمد رضا خاں بریلوی، امام:

مقالات پوم رضا، ج ۱، ص ۳۱

(۲) عبدالنبی کوکب، مولانا:

علوم حدیث:

امام احمد رضا بریلوی علم حدیث اور اس کے متعلقات پر وسیع اور گہری نظر رکھتے تھے۔ طرق حدیث، مشکلات حدیث، ناسخ و منسوخ، راجح و مرجوح، طرق تطبیق، وجود استدلال اور اسماء الرجال یہ سب امور انھیں مستحضر رہتے تھے۔ محدث کچھو کچھوی فرماتے ہیں۔

”علم الحدیث کا اندازہ اس سے کیجئے کہ جتنی حدیثیں فقہ حنفی کی ماخذ ہیں ہر وقت پیش نظر اور جن حدیثوں سے فقہ حنفی پر بظاہر زور پڑتی ہے اس کی روایت و درایت کی خامیاں ہر وقت از بر علم الحدیث میں سب سے نازک شعبہ علم اسماء الرجال کا ہے، اعلیٰ حضرت کے سامنے کوئی سند پڑھی جاتی اور راویوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو ہر راوی کی جرح و تعدیل کے جو الفاظ فرمادیتے تھے اٹھا کر دیکھا جاتا تو تقریب و تذبذب میں وہی لفظ مل جاتا تھا اس کو کہتے ہیں علم راسخ اور علم سے شغف کامل اور علمی مطالعہ کی وسعت۔“

امام احمد رضا بریلوی جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں دلائل و براہین کے انبار لگا دیتے ہیں وہ کسی بھی مسئلے پر طائرانہ نظر ڈالنے کی بجائے بحث و تحقیق کی انتہا کو پہنچتے ہیں مسائل کی تنقیح اور تفصیل پر آتے ہیں تو دریا کی روانی اور سمندر کی وسعت کا نقشہ نظر آتا ہے، متقدمین فقہاء کے اقوال مختلفہ میں تطبیق دیتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ اختلاف تھا ہی نہیں۔

طرق حدیث:

بنگال سے ایک سوال آیا کہ ہمارے علاقے میں ہیضہ، چیچک، قحط سالی وغیرہ آ جائے تو لوگ بلا کے دفع کے لئے چاول، گیہوں وغیرہ جمع کر کے پکاتے ہیں علماء کو بلا کر

(۱) عبدالنبی کوکب، مولانا:

مقالہ: یوم رضا، ۱۱/۱/۱۱
marfat.com

کھلاتے ہیں اور خود محلے والے بھی کھاتے ہیں، کیا یہ طعام ان کے لیے کھانا جائز ہے؟
امام احمد رضا بریلوی نے جواب دیا کہ یہ طریقہ اور اہل دعوت کے لئے اس طعام کا
کھانا جائز ہے شریعت مطہرہ میں اس کی ہرگز ممانعت نہیں ہے۔ اس دعوے پر ساتھ
حدیثیں بطور دلیل پیش کیں، یہ حدیث بھی پیش کی:

الدَّرَجَاتُ إِفْشَاءُ السَّلَامِ وَ إِطْعَامُ الطَّعَامِ وَالصَّلَاةُ

بِاللَّيْلِ وَالنَّاسِ نِيَامٌ

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ کے ہاں درجہ بلند کرنے والے امور ہیں سلام کا پھیلاتا
اور ہر طرح کے لوگوں کو کھانا کھلانا اور رات کو نماز پڑھنا جب کہ لوگ
سو رہے ہوں۔“

پھر جو اس کی تخریج کی طرف توجہ ہوئی تو فرمایا کہ یہ حدیث مشہور و مستفیض کا ایک
حصہ ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی اور اللہ
تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت اپنی شان کے مطابق آپ کے کندھوں کے درمیان رکھا
حضور ﷺ فرماتے ہیں:-

فَجَعَلَنِي لِي كُلِّ شَيْءٍ وَ عَرَفْتُ

”ہر چیز مجھ پر منکشف ہوگئی اور میں نے پہچان لی۔“

اب اس حدیث کے حوالے ملاحظہ ہوں:-

① رواہ امام الائمة ابوحنيفة والامام احمد و عبد الرزاق في مصنفه

و الترمذی و الطبرانی عن ابن عباس

② و احمد و الطبرانی و ابن مردويه عن معاذ بن جبل.

③ و ابن خزيمة والدارمی و البغوی و ابن السكن و ابو نعیم و ابن

بسطة عن عبدالرحمن بن عایش و الطبرانی عنه عن صحابی.

④ و البزار عن ابن عمر و عن ثوبان

⑤ و الطبرانی عن ابي امامة
marfat.com

- ⑥ وابن قانع عن ابى عبدة بن الجراح
 ⑦ والدارقطنى وابوبكر النيسابورى فى الزيادة عن انس.
 ⑧ وابو الفرج تعليقا عن ابى هريرة.
 ⑨ وابن ابى شيبه مرسلا عن عبدالرحمن بن سابط

(رضى الله تعالى عنهم)

آخر میں فرماتے ہیں کہ ہم نے اس حدیث کے طرق کی تفصیلات اور کلمات کا اختلاف اپنی بابرکت کتاب ”سلطنة المصطفى فى ملكوت كل الورى“ میں بیان کیا ہے۔ اہل قلم برداشتہ کسی حدیث کے اتنے مآخذ کا بیان کر دینا معمولی بات نہیں۔ امام احمد رضا بریلوی نے یہ فتویٰ ”راذ القحط و الوباء بدعوة الجيران و مواساة الفقراء“ کے نام سے ماہ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ میں مکمل کیا۔

امام احمد رضا بریلوی نے تخریج احادیث کے آداب پر ایک رسالہ لکھا جس کا نام ہے: ”الروض البهیج فی آداب التخریج“۔ مولوی رحمن علی اس رسالہ مبارک کے بارے میں لکھتے ہیں:

”اگر اس سے قبل اس فن میں کوئی کتاب نہیں ملتی تو مصنف کو اس

تصنیف کا موجد کہہ سکتے ہیں۔“

فن اسماء الرجال:

ایک سوال پیش ہوا کہ سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنا ناجائز ہے یا نہیں؟ چونکہ اس موضوع پر غیر مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی معیار الحق میں کلام کر چکے تھے اس لئے امام احمد رضا بریلوی نے اس مسئلے پر تفصیلی گفتگو کی اور ۱۳۴ صفحات پر مشتمل رسالہ ”حاجز البحرین“ تصنیف فرمایا۔ رسالہ کیا ہے علم حدیث اور علم اسماء الرجال کا بحر موج ہے اس کا مطالعہ کرتے وقت غیر مقلدین کے شیخ الکل علم حدیث میں طفل کتب

(۱) احمد رضا خاں بریلوی، امام: راذ القحط والوباء (مکتبہ رضویہ، لاہور) ص ۱۱

(۲) رحمن علی، مولوی:

تذکرہ علمائے ہند، اردو، پاکستان، بھٹار، ریکل سوسائٹی، کراچی) ص ۱۰۰
 mahat.com

نظر آتے ہیں، آج تک غیر مقلدین کو علم حدیث کے مدعی ہونے کے باوجود اس کا جواب دینے کی جرأت نہیں ہو سکی۔

امام نسائی حضرت نافع سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا وہ تیزی کے ساتھ سفر کر رہے تھے، شفق غروب ہونے والی تھی کہ اتر کر نمازِ مغرب ادا کی، پھر عشاء کی تکبیر اس وقت کہی جب شفق غروب ہو چکی تھی۔ اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے دو نمازیں ایک وقت میں جمع نہیں کیں، بلکہ صورتاً اور عملاً جمع کیں۔ یہ بات میاں صاحب کے موقف کے خلاف تھی انہوں نے اس پر اعتراض کیا کہ امام نسائی کی روایت میں ایک راوی ولید بن قاسم ہیں اور ان سے روایت میں خطا ہوتی تھی تقریب میں ہے: **صَلُّوْا یُنْخَطِیْءُ۔**

اس اعتراض پر امام احمد رضا بریلوی نے متعدد وجوہ سے گرفت فرمائی:

۱۔ یہ تحریف ہے، امام نسائی نے ولید کا فقط نام ذکر کیا تھا، میاں صاحب نے ازراہ چالاکی اسی نام اور اسی طبقے کا ایک راوی متعین کر لیا، جو امام نسائی کے راویوں میں سے ہے اور جس پر کسی قدر تنقید بھی کی گئی ہے۔ حالانکہ یہ راوی ولید بن قاسم نہیں بلکہ ولید بن مسلم ہیں، جو صحیح مسلم کے رجال اور ائمہ ثقافت اور حفاظ اعلام میں سے ہیں، ہاں وہ تدلیس کرتے ہیں، لیکن اس کا کیا نقصان کہ اس جگہ وہ صاف **حَدَّثَنِیْ نَافِعٌ** فرما رہے ہیں۔

۲۔ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ وہ ابن قاسم ہی ہیں تاہم وہ مستحق رد نہیں۔ امام احمد نے ان کی توثیق کی ہے، ان سے روایت کی محدثین کو ان سے حدیث لکھنے کا حکم دیا۔ ابن عدی نے کہا جب وہ کسی ثقہ سے روایت کریں تو ان میں کوئی عیب نہیں ہے۔

۳۔ صحیح بخاری و مسلم میں کتنے راوی وہ ہیں جن کے بارے میں تقریب میں فرمایا **صَلُّوْا یُنْخَطِیْءُ** کیا آپ قسم کھائے بیٹھے ہیں کہ صحیحین کی روایات کو بھی رد کر

دو گے؟

۴۔ حسان بن حسان بصری صحیح بخاری کے راوی ہیں ان کے بارے میں تقریب میں ہے صدوق مخطیء ان کے بعد حسان بن حسان واسطی کے بارے میں لکھا ابن مندہ نے انھیں وہم کی بنا پر حسان بصری سمجھ لیا حالانکہ حسان واسطی ضعیف ہیں دیکھئے پہلے حسان بصری کو صدوق مخطیء کہنے کے باوجود واضح طور پر کہہ دیا کہ وہ ضعیف نہیں ہیں۔

مطالب حدیث:

مرزائیوں نے حدیث شریف لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر اس طرح استدلال کیا کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجد بنایا اس سے ظاہر ہوا کہ نبی یہود حضرت موسیٰ اور نبی نصاریٰ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کی قبریں تھیں جن کی عبادت کی جاتی تھی۔

امام احمد رضا بریلوی حدیث مذکور سے استدلال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے

ہیں:

۱۔ اَنْبِيَائِهِمْ میں اضافت استغراق کے لیے نہیں ہے حتیٰ کہ اس کا یہ معنی ہو کہ حضرت موسیٰ سے یحییٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام تک ہر نبی کی قبر کو تمام یہود و نصاریٰ نے مسجد بنا لیا ہو یہ یقیناً غلط ہے اور جب استغراق مراد نہیں تو بعض میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو داخل کر لینا باطل اور مردود ہے۔ یہود و نصاریٰ کا بعض انبیاء کی قبور کریمہ کو مسجد بنا لینا صدق حدیث کے لیے کافی ہے۔

علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں یہ سوال اٹھایا کہ نصاریٰ کے انبیاء کہاں ہیں؟ اُن کے نبی تو صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے ان کی قبر نہیں ہے۔ اس سوال کا ایک جواب

یہ دیا:

”انبیاء کی قبروں کو مسجد بنانا عام ہے کہ ابتداء ہو یا کسی کی پیروی میں‘
یہودیوں نے ابتداء کی اور عیسائیوں نے ان کی پیروی کی اور اس میں شک
نہیں کہ نصاریٰ بہت سے اُن انبیاء کی قبور کی تعظیم کرتے ہیں جن کی یہودی
تعظیم کرتے ہیں۔“ (ترجمہ)

۲۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے دوسرا جواب یہ دیا کہ اس حدیث میں اختصار واقع ہوا
ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہود اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بناتے تھے اور نصاریٰ اپنے
صالحین کی قبروں کو۔ صحیح بخاری حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں قبور انبیاء کے
بارے میں صرف یہودیوں کا ذکر ہے اور ان کے ساتھ ان کے انبیاء کا ذکر ہے۔ رسول
اللہ ﷺ نے فرمایا:

قَاتَلَ اللَّهُ الْيَهُودَ اتَّخَلُّوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ

”اللہ تعالیٰ یہودیوں کو ہلاک فرمائے کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی

قبروں کو سجدہ گاہیں بنا لیا۔“

صحیح بخاری حدیث حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں صرف نصاریٰ کا ذکر تھا
ان کے ساتھ صرف صالحین کا ذکر ہے انبیاء کرام کا ذکر نہیں ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ
کا ارشاد ہے کہ:

أُولَئِكَ قَوْمٌ إِذَا مَاتَ فِيهِمُ الْعَبْدُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلَيَّ قَبْرَهُ

مَسْجِدًا وَصَوَّرُوا فِيهِ بِلُكِ الصُّورِ.

”نصاریٰ وہ قوم ہے کہ جب ان میں کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا تو

اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے اور اس میں وہ تصویریں بنا لیتے۔“

اور صحیح مسلم حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہود و نصاریٰ دونوں کا

ذکر تھا اس میں انبیاء اور صالحین دونوں کا ذکر فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا:

أَلَا وَمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ

وَصَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَ ۝

خبردار! تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنا لیتے تھے۔

کسی حدیث کا مطلب اسی وقت واضح ہوتا ہے جب اس کے متعدد طرق کو جمع کر لیا جائے۔ لے

دین کے اصول و قواعد:

ایک تبحر فقیہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ دین کے اصول و قواعد کا وسیع علم رکھتا ہو تاکہ کسی نئے مسئلے کا حکم پورے وثوق کے ساتھ بیان کر سکے، امام احمد رضا بریلوی سے سوال کیا گیا کہ شکر ہڈیوں سے صاف کی جاتی ہے اور صاف کرنے والے اس بات کی احتیاط نہیں کرتے کہ وہ ہڈیاں پاک ہیں یا ناپاک، حلال جانور کی ہیں یا حرام کی، اس شکر کا کیا حکم ہے؟ امام احمد رضا بریلوی نے جواب سے پہلے دس مقدمات بیان کئے جن میں شرعی اصول و ضوابط پیش کئے، ان ہی مقدمات میں ایک ضابطہ کلیہ واجبہ الحفظ بیان فرمایا:

”فعل فرائض و ترک محرمات کو ارضائے خلق پر مقدم رکھے اور ان امور میں کسی کی مطلقاً پروا نہ کرے اور اتیان مستحب و ترک غیر اولیٰ پر مداراتِ خلق و مراعاتِ قلوب کو اہم جانے اور فتنہ و نفرت و ایذا و وحشت کا باعث ہونے سے بہت بچے۔“

اسی طرح جو عادات و رسوم خلق میں جاری ہوں اور شرع مطہر سے ان کی حرمت و شناعیت نہ ثابت ہو ان میں اپنے ترفع و تترہ کے لئے خلاف وجدائی نہ کرے کہ یہ سب امور ایلتلاف و مؤانست کے معارض اور مراد و محبوب شارع کے مناقض ہیں۔

(۱) احمد رضا بریلوی، امام: مجموعہ رسائل ردّ مرزائیت (رضا فاؤنڈیشن، لاہور) ص ۹۰-۸۷

(۲) روسراگریزی تاجروں کی ایک جماعت کا نام ہے جس نے شاہجہانپور میں شکر کا کارخانہ لگایا تھا اور وہ حیوانوں کی ہڈیاں جلا کر اس کے کولوں سے شکر صاف کرتی تھی۔ (تذکرہ علماء ہند، اردو و انگریزی، ص ۱۰۰)

ہاں وہاں! ہوشیار و گوش دار! کہ یہ وہ نکتہٴ جمیلہ و حکمتِ جلیلہ و کوچہ سلامت و جادہٴ کرامت ہے جس سے بہت زاہدان خشک و اہل تقشف غافل و جاہل ہوتے ہیں وہ اپنے زعم میں محتاط و دین پرور بنتے ہیں اور فی الواقع مغز حکمت و مقصودِ شریعت سے دور پڑتے ہیں، خبردار و محکم گیر یہ چند سطروں میں علم عزیز و باللہ التوفیق والیہ المصیر۔“

عربی لغات:

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لفظ ”طفّ“ بہ پڑنے کے معنی میں استعمال کیا اور فرمایا: حَتَّى طَفَّ مِنْ جَوَانِبِهَا۔ اس پر امام احمد رضا بریلوی نے فرمایا:

”مجھے یہ فعل اور اس کا مصدر (۱) صحاح (۲) صراح (۳) مختار (۴)

قاموس (۵) تاج العروس (۶) مفردات (۷) نہایہ (۸) درمیر (۹) مجمع

البحار اور (۱۰) مصباح میں نہیں ملا۔ ہاں قاموس میں صرف اتنا ہے کہ

طف المکوک والاناء وطففہ وطفافہ وہ چیز جو اس برتن کے

کناروں کو بگردے۔“

امام احمد رضا بریلوی کو عربی زبان پر اس قدر عبور تھا کہ ایک ناموس لفظ دیکھتے ہی اسے غریب سمجھا اور اس کی غرابت پر لغت کی دس مستند کتابوں کا حوالہ پیش کیا ان مآخذ میں عربی لغات بھی ہیں اور لغات حدیث بھی۔

کثیر الافادات مجتہد فی المسائل

امام احمد رضا بریلوی اپنی اکثر و بیشتر تصنیفات کے خطبوں میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور درود شریف کے ساتھ ساتھ وہ مسئلہ بھی بیان فرمادیتے ہیں جسے بعد ازاں تفصیلی

(۱) احمد رضا خاں بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ (مکتبہ نعیمیہ، مراد آباد) ج ۲، ص ۱۲۷

(۲) احمد رضا خاں بریلوی، امام: حدیث المستار (مطبعہ عزیز، حیدرآباد دکن) ج ۱، ص ۱۲۹

دلائل کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔ صرف یہ نہیں بلکہ اکثر رسائل و تصنیفات کا ایسا حسین نام تجویز فرماتے ہیں جس سے نہ صرف واضح طور پر موضوع کی نشان دہی ہوتی ہے بلکہ حروفِ ابجد کے حساب سے سالِ تصنیف بھی معلوم کیا جاسکتا ہے۔

علامہ ابن کمال باثنا نے فقہاء کے کے سات طبقے بیان کئے جن میں سے تیسرا طبقہ مجتہدین فی المسائل کا ہے یہ وہ فقہاء ہیں جو اصول و فروع میں اپنے امام کے پابند ہیں اور امام کے غیر منصوص احکام کا استنباط کرنے کی قدرت رکھتے ہیں امام احمد رضا بریلوی کے فتاویٰ اور تحقیقات جلیلہ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ وہ مجتہدین کے اسی طبقے میں شامل ہیں۔ چنانچہ آپ نے نوٹ کے احکام پر مبسوط رسالہ کفل الفقیہ الفاہم میں لکھ کر عرب و عجم کے علماء کو خوشگوار حیرت میں مبتلا کر دیا۔ اسی طرح انگریزوں کی ایک کمپنی روسر جانوروں کی ہڈیاں جلا کر ان کی راکھ سے ہٹ کر صاف کرتی تھی یہ ایک نیا مسئلہ تھا جسے آپ نے اصولِ دیدیہ کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔ اسی طرح جنس ارض کی ہتر ۳۷ قسمیں علماء متقدمین نے بیان کی تھیں جن میں آپ نے ایک سو سات ۱۰۷ چیزوں کا اضافہ کیا اور جن چیزوں سے تیمم نہیں ہو سکتا فقہاء متقدمین نے سینتالیس چیزیں گنوائی تھیں جبکہ آپ نے ان میں ہتر چیزوں کا اضافہ کیا۔ فتاویٰ رضویہ جلد اول کے بارے میں خود فرماتے ہیں:

”بظاہر اس (پہلی جلد) میں ۱۱۳ فتوے اور ۲۸ رسالے ہیں مگر بحمد اللہ

تعالیٰ ہزار ہا مسائل پر مشتمل ہے جن میں صد ہا وہ ہیں کہ اس کتاب کے سوا

کہیں نہ ملیں گے۔“

حکیم محمد سعید دہلوی، چیئر مین ہمدرد ٹرسٹ، پاکستان رقمطراز ہیں:

”میرے نزدیک ان کے فتاویٰ کی اہمیت اس لیے نہیں ہے کہ وہ کثیر

در کثیر فقہی جزئیات کے مجموعے ہیں۔ بلکہ ان کا خاص امتیاز یہ ہے کہ ان

میں تحقیق کا وہ اسلوب و معیار نظر آتا ہے جس کی جھلکیاں ہمیں صرف قدیم فقہاء میں نظر آتی ہیں، میرا مطلب ہے کہ قرآنی نصوص اور سنن نبویہ کی تشریح و تعبیر اور ان سے احکام کے استنباط کے لئے قدیم فقہاء جملہ علوم و وسائل سے کام لیتے تھے اور یہ خصوصیت مولانا کے فتاویٰ میں موجود ہے۔ ۱

امام احمد رضا بریلوی وہ بالغ نظر مفتی ہیں جو احکام شرعیہ معلوم کرنے کے لیے تمام امکانی مآخذ کی طرف رجوع کرتے ہیں، ایک ماہر طبیب جب فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کرتا ہے تو ہمیشہ باطنی معلومات دیکھ کر اسے حیرت ہوتی ہے اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ وہ کسی مفتی کی تصنیف پڑھ رہا ہے یا ماہر طبیب کی۔ چنانچہ جناب حکیم محمد سعید دہلوی لکھتے ہیں:-

”فاضل بریلوی کے فتاویٰ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ احکام کی گہرائیوں تک پہنچنے کے لئے سائنس اور طب کے تمام وسائل سے کام لیتے ہیں اور اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر ہیں کہ کس لفظ کی معنویت کی تحقیق کے لیے کن علمی مصادر کی طرف رجوع کرنا چاہئے، اس لیے ان کے فتاویٰ میں بہت سے علوم کے نکات ملتے ہیں۔ مگر طب اور اس علم کے دیگر شعبے مثلاً کیمیا اور علم الاجزاء کو تقدم حاصل ہے اور جس وسعت کے ساتھ اس علم کے حوالے ان کے ہاں ملتے ہیں اس سے ان کی وقت نظر اور طبی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے وہ اپنی تحریروں میں صرف ایک مفتی نہیں بلکہ محقق طبیب بھی معلوم ہوتے ہیں، ان کے تحقیقی اسلوب و معیار سے دین و طب کے باہمی تعلق کی بھی بخوبی وضاحت ہو جاتی ہے۔“ ۲

معارف رضا کراچی، شمارہ نمبر ۹۸، ص ۹۹

(۱) محمد سعید دہلوی، حکیم:

ص ۱۰۰

(۲) ایضاً:

مرجع العلماء:

یہ پہلو بھی لائق توجہ ہے کہ عام طور پر مفتیان کرام کی طرف عوام الناس رجوع کرتے ہیں اور احکام شرعیہ دریافت کرتے ہیں، فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ امام احمد رضا بریلوی کی طرف رجوع کرنے والوں میں بڑی تعداد ان حضرات کی ہے جو بجائے خود مفتی تھے، مصنف تھے، حج تھے یا وکیل تھے۔ مولانا خادم حسین فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور نے ایک مقالہ لکھا ہے جس کا عنوان ہے:-

”امام احمد رضا بریلوی..... بحیثیت مرجع العلماء“

اس مقالہ میں انھوں نے فتاویٰ رضویہ کی نو جلدوں (پہلی سے ساتویں اور دسویں گیارہویں جلد) کا مطالعہ پیش کیا ہے، ان کے فراہم کردہ اعداد و شمار کے مطابق ان جلدوں میں چار ہزار پچانوے (۴۰۹۵) استفتاء ہیں جن میں سے تین ہزار چونتیس (۳۰۳۴) عوام الناس کے استفتاء ہیں اور ایک ہزار اکٹھ (۱۰۶۱) استفتاء علماء اور دانشوروں کے پیش کردہ ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ استفتاء کرنے والوں میں ایک چوتھائی تعداد علماء اور دانشوروں کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عموماً امام احمد رضا بریلوی جواب دیتے وقت ہاں یا نہیں میں بات نہیں کرتے بلکہ دلائل و براہین کے انبار لگا دیتے ہیں۔ مولانا خادم حسین کا یہ مقالہ فتاویٰ رضویہ کی پیش نظر پہلی جلد میں شائع کیا جا رہا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی کی جلالت علمی کا یہ عالم تھا کہ انھیں جو عالم بھی ملا عقیدت و احترام سے ملا اور ہمیشہ کے لئے ان کا مداح بن گیا، حضرت علامہ مولانا وصی احمد محدث سورتی، عظیم محدث اور عمر میں بڑے ہونے کے باوجود امام احمد رضا بریلوی سے اس قدر والہانہ تعلق رکھتے تھے کہ دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی تھی۔ حضرت علامہ مولانا سراج احمد خانپوری اپنے دور کے جلیل القدر فاضل تھے اور علم میراث میں تو انھیں تخصص حاصل تھا۔ الزبدۃ السراجیہ لکھتے وقت ذوی الارحام کی صنف رابع کے بارے میں مفتی بہ قول

دریافت کرنے کے لیے دیوبند سہارنپور اور دیگر علمی مراکز کی طرف رجوع کیا، کہیں سے تسلی بخش جواب نہ آیا، پھر انہوں نے وہی سوال بریلی بھجوادیا، ایک ہفتے میں انہیں جواب موصول ہو گیا جسے دیکھ کر ان کا دماغ روشن ہو گیا اور وہ تازیت امام احمد رضا بریلوی کے فضل و کمال اور تبحر علمی کے گن گاتے رہے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ امام احمد رضا بریلوی سے شدید اختلاف رکھنے والے بھی ان کی فقاہت اور تبحر علمی کے قائل ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ امام احمد رضا بریلوی نے ندوۃ العلماء کی صلح کلیت کا سخت تعاقب اور رو کیا تھا، اس کے باوجود ندوہ کے ناظم اعلیٰ علامہ ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

”ان کے زمانے میں فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر آگاہی میں شاید

ہی کوئی ان کا ہم پلہ ہو، اس حقیقت پر ان کا قلمی اور ان کی کتاب ”کفل

الفقہیہ“ شاہد ہے جو انہوں نے ۱۳۲۳ھ میں مکہ معظمہ میں لکھی۔“

گزشتہ سال مولانا کوثر نیازی ہندوستان گئے تو ندوۃ العلماء لکھنؤ بھی گئے واپسی پر انہوں نے اپنے تاثرات میں ندوہ کے بارے میں لکھا کہ اس کے ہال میں ہندوستان کے ممتاز علماء کا امتیازی مقام واضح کرنے کے لیے چارٹس آویزاں کئے گئے تھے۔ چنانچہ علم فقہ میں ممتاز شخصیت کی حیثیت سے حضرت مولانا احمد رضا خاں کا نام لکھا ہوا تھا^(۲) تذکرہ و تاریخ کی کتابوں کا مطالعہ کئے بغیر یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ اس دور میں بڑے بڑے فقہاء ہو گزرے ہیں ان سب میں ممتاز فقیہ کے طور پر امام احمد رضا بریلوی کا نام منتخب کرنا اور وہ بھی ان کے مخالفین کی طرف سے ان کے فضل و کمال کی بہت بڑی دلیل ہے۔

(۱) ابوالحسن علی ندوی: نزہۃ الخواطر (نور محمد کراچی) ج ۸، ص ۴۱

(۲) کوثر نیازی، مولانا: مشاہدات و تاثرات، روزنامہ جنگ، لاہور ۱۱ دسمبر ۱۹۸۹ء

الْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ

”فضیلت وہ ہے جس کی گواہی مخالفین بھی دیں“

امام احمد رضا بریلوی میں بہت سی مجتہدانہ خصوصیات پائی جاتی ہیں اور ان کے بیان و استدلال میں واضح طور پر اجتہاد کی جھلک دکھائی دیتی ہے اس کے باوجود وہ تکبر اور عجب کی زد میں نہیں آتے وہ یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ میں مجتہد ہوں اور براہ راست کتاب و سنت سے استدلال کرتا ہوں بلکہ وہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد کی حیثیت سے فتویٰ دیتے ہیں اور مذہب حنفی کی تائید و حمایت میں ہی دلائل فراہم کرتے ہیں۔ ذرا ملاحظہ فرمائیں وہ اپنے فتاویٰ کی حیثیت کا تعین کس انداز میں کرتے ہیں فرماتے ہیں:

”فتوے کی دو قسمیں ہیں (۱) حقیقیہ (۲) عرفیہ فتوائے حقیقیہ تو یہ ہے کہ

تفصیلی دلیل کی معرفت کی بنا پر فتویٰ دیا جائے ایسے حضرات کو اصحاب فتویٰ

کہا جاتا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے فقیہ ابو جعفر اور فقیہ ابواللیث اور ان جیسے دیگر

فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے یہ فتویٰ دیا فتوائے عرفیہ یہ ہے کہ ایک عالم امام کی

تقلید کرتے ہوئے اس کے اقوال بیان کرے اور اسے تفصیلی دلیل کا علم نہ

ہو جیسے کہ کہا جاتا ہے ابن نجیم غزی طوری کے فتاویٰ اور فتاویٰ خیر یہ اسی

طرح زمانے اور مرتبے میں مؤخر فتاویٰ رضویہ تک گنتے چلے جائے اللہ

تعالیٰ اس فتاویٰ کو باعث خوشنودی اور پسندیدہ بنائے۔ آمین۔ (ترجمہ)

انہوں نے کثیر مقامات میں اکابر فقہاء متقدمین سے اختلاف کیا ہے لیکن کیا مجال

ہے کہ ان کی شان میں بے ادبی کا کوئی کلمہ کہہ دیں یا ایسا کلمہ کہہ دیں جو ان کے شایان

شان نہ ہو وہ اپنی تنقید اور گرفت کو معروضہ یا تطفیل (بچپنے) سے تعبیر کرتے ہیں آج

(۱) احمد رضا خاں بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ (رضا اکیڈمی، بمبئی) ج ۱، ص ۲۸۵

بعض علماء کو اللہ تعالیٰ نے وسعت علمی عطا فرمائی ہے تو وہ بزرگوں کے بارے میں ایسا لب و لہجہ اختیار کرتے ہیں جیسے کسی طفلِ مکتب سے ہم کلام ہوں، یہ رویہ کسی طرح بھی قابل تحسین نہیں ہے۔

اسرار شریعت و طریقت کا اُجالا پھیلا کر ۲۵ صفر ۱۳۳۰ھ / ۱۹۲۱ء بروز جمعہ عین اس وقت عبقری اسلام امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی روحِ قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی جب مؤذن اذانِ جمعہ میں کہہ رہا تھا۔ حَتَّىٰ عَلَى الْفَلَاحِ۔

رضا فاؤنڈیشن..... عظیم اشاعتی منصوبہ

یوں تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور سرکارِ دو عالم ﷺ کی نظرِ عنایت سے جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور / شیخوپورہ پاکستان کا ایک اہم مرکزی ادارہ ہے جہاں تعلیم و تربیت کا بہترین انتظام ہے، ملک بھر کے سنی مدارس کی تنظیم، تنظیم المدارس (اہل سنت) کا مرکزی دفتر بھی یہیں قائم ہے، طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر شیخوپورہ میں چالیس کنال پر مشتمل وسیع خطہ اراضی حاصل کیا گیا ہے جہاں جامعہ نظامیہ رضویہ کی بنیاد رکھی جا چکی ہے۔ (۱)

۱۹۷۴ء سے جامعہ میں مکتبہ قادریہ قائم ہے جس کی طرف سے اسلامی تاریخ اور اعتقادی موضوعات اور درس نظامی سے متعلق مطبوعات کا قابل قدر ذخیرہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا چکا ہے، جسے اندرون ملک اور بیرون ملک پسندیدگی اور وقعت کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ یہ سب کام استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی مدظلہ کی نگرانی اور سرپرستی میں انجام دئے جا رہے ہیں، جامعہ میں شعبہ تحقیق و

(۱) الحمد للہ اس وقت ۲۰۰۵ء میں جامعہ کی عظیم الشان عمارت اور جامع مسجد تعمیر ہو چکی ہے، جہاں ایک ہزار طلباء

اور تین سو طالبات معروف تعلیم ہیں۔ ۱۴ شرف قادری

تصنیف بھی قائم ہے جس کے ناظم مولانا محمد مختار تاش قصوری ہیں۔ ہماری خوش قسمتی یہ کہ ہمیں پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ کی سرپرستی حاصل ہے۔ آج پوری دنیا کے علمی حلقوں میں امام احمد رضا بریلوی کا جو تعارف ہے اس میں پروفیسر صاحب کا سب سے زیادہ حصہ ہے اور وہ اس موضوع پر سند کا درجہ رکھتے ہیں۔

جامعہ نظامیہ رضویہ میں طلباء کو مقالہ نویسی کی ترغیب اور تربیت دی جاتی ہے خصوصاً تنظیم المدارس کے امتحانات درجہ عالمیہ کا مقالہ لکھنے کے لیے اساتذہ طلباء کی راہنمائی کرتے ہیں اور طلباء جامعہ کی وسیع لائبریری کے علاوہ دیگر لائبریریوں سے بھی استفادہ کرتے ہیں اس طرح ایک عمدہ تصنیف تیار ہو جاتی ہے۔ کوئی ادارہ یا خود تنظیم درجہ عالمیہ کے طلباء کے منتخب مقالات اصحاب علم و تحقیق کی نظر ثانی کے بعد شائع کرنے کا اہتمام کرے تو مختلف موضوعات پر اچھی کتابوں کا بڑا ذخیرہ مارکیٹ میں آ جائے گا۔ اس میں تنظیم اور مسلک کی نیک نامی بھی ہوگی اور لکھنے والے علماء کے لیے مزید لکھنے کی تحریک بھی۔

یہ غالباً ۱۹۸۵ء کی بات ہے کہ بے سرو سامانی کے باوجود جامعہ میں فتاویٰ رضویہ کی تخریج کا کام شروع ہوا مولانا اظہار اللہ ہزاروی، مولانا مظفر خاں نیازی، مولانا محمد نذیر سعیدی، مولانا محمد عمر ہزاروی اور مولانا محمد سلیمین اس شعبے میں کام کرتے رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے تمام مدارس کو اس اہم ترین شعبے کی طرف توجہ دینی چاہئے، جہاں متعدد مدرسین کام کر رہے ہوں وہاں ایک مصنف اور محقق کے لیے بھی جگہ نکالی جاسکتی ہے، اور اس کے مشاہرے کا انتظام بھی کیا جاسکتا ہے، یہ امر واقع ہے کہ ایک مصنف کے کام کی افادیت کئی مدرسین سے زیادہ ہے، مدرس تو صرف ان طلبہ کو فائدہ پہنچائے گا جو کلاس میں حاضر ہوں، جبکہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہو تو تصنیف کا فائدہ ملک کے گوشے گوشے بلکہ دوسرے ممالک تک پہنچ سکتا ہے اس سے وہ تشنگی بھی دور ہو سکتی ہے جو کئی موضوعات کے بارے میں شدت سے محسوس کی جا رہی ہے۔

مارچ ۱۹۸۸ء میں جناب مولانا احمد ثار بیگ (ماچسٹر انگلینڈ) جامعہ میں تشریف لائے انھوں نے فتاویٰ رضویہ کی تخریج کا کام دیکھا تو پُر زور سفارش کی کہ امام احمد رضا بریلوی کی تصنیفات خصوصاً فتاویٰ رضویہ کی اشاعت کے لیے ایک ادارہ ”رضا فاؤنڈیشن“ قائم کیا جائے اور انگلینڈ کے احباب سے بھی رابطہ قائم کیا جائے۔ وہ بڑی سعید ساعت تھی کہ حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی مدظلہ کی سرپرستی میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے ایک ادارہ قائم ہو گیا اور انگلینڈ کے علماء سے رابطہ بھی قائم کیا گیا اور انھوں نے بھرپور دلچسپی لی اور مالی تعاون بھی کیا، فجزاہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء (۱)

حوالوں کی تخریج کے بعد عربی عبارات کے ترجمے کا کام مولانا علامہ مفتی سید شجاعت علی قادری (رکن اسلامی نظریاتی کونسل و سابق جسٹس و فاقی شرعی عدالت) کے سپرد کیا گیا، جسے انھوں نے بڑی عمدگی اور دلچسپی سے انجام دیا، پہلے دو رسالوں کی عربی عبارات کا ترجمہ راقم نے کیا، کتاب کے لیے رابع الحمیدہ اور وسیع مذہبی معلومات رکھنے والے خوش نویس جناب محمد شریف گل کا انتخاب کیا گیا، طباعت کی نگرانی کے لیے مولانا محمد اول شاہ قادری (امین مولانا اجمل شاہ سنہلی رحمہ اللہ تعالیٰ) کی خدمات حاصل کی گئیں، پیش نظر کتاب کے مطابق فہرست مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی نے تیار کی۔ اس طرح جلد اول تیار ہو کر قارئین کی خدمت میں حاضر ہے۔

(۱) مولانا احمد ثار بیگ مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے تقاضا کر رہے تھے کہ آپ انگلینڈ تشریف لائیں تاکہ احباب کو کہہ کر رضا فاؤنڈیشن کے ساتھ تعاون کروایا جائے، مفتی صاحب کہتے تھے کہ جب آپ وہاں موجود ہیں تو میرے جانے کی کیا ضرورت ہے؟ راقم نے مشورہ دیا کہ آپ کو جانا چاہیے چنانچہ مفتی صاحب نے وعدہ کر لیا، پھر انگلینڈ گئے تو احباب کو پابند کیا کہ میرے سامنے چندے کی اہل نہ کی جائے، تاہم احباب اہل سنت نے تعاون کیا اور فتاویٰ رضویہ کی اشاعت کا کام شروع ہو گیا، 26 جلدیں چھپی تھیں کہ مفتی صاحب دارقانی سے رحلت فرما گئے، دو جلدیں خرید چھپ چکی ہیں۔ ۲۰۰۵ء — شرف قادری

فتاویٰ رضویہ جلد اول

فتاویٰ رضویہ کی پہلی، دوسری اور پانچویں جلد بریلی شریف سے طبع ہوئی تھی۔ تیسری، چوتھی اور پانچویں جلد حضرت مولانا علامہ عبدالرؤف رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۱۸ شوال ۱۳۹۱ھ/ ۱۹۷۱ء) نے سنی دارالاشاعت مبارکپور سے شائع کیں۔ چھٹی اور ساتویں جلد بحر العلوم حضرت مولانا علامہ مفتی عبدالمنان اعظمی مدظلہ العالی کی محنت اور کوشش سے منظر عام پر آئی ہیں اور آٹھویں جلد کتابت کے مراحل سے گزر رہی ہے، دسویں جلد مکتبہ رضا پبلشرز نے شائع کی اور گیارھویں جلد ادارہ اشاعت تصنیفات رضا بریلی نے شائع کی۔ سچی بات یہ ہے کہ ان حضرات نے جتنی محنت ان غیر مطبوعہ جلدوں کو شائع کرنے پر صرف کی ہے اتنی محنت سے وہ نئی کتابیں لکھ سکتے تھے، لیکن آفرین ہے ان کی ہمت مردانہ پر کہ انہوں نے اپنی توانائیاں اور علمی صلاحیتیں دورِ حاضر کے اس عظیم فتاویٰ کی اشاعت پر صرف کر دیں، یقیناً وہ تمام علمی دنیا کے شکرے کے مستحق ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں اجر جزیل عطا فرمائے۔

شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور نے جلد اول دوبارہ شائع کی، سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ فیصل آباد کے مالک مولانا حافظ محمد اسلم قادری نے ناپینا ہونے کے باوجود پانچ جلدیں شائع کیں۔ (افسوس کہ حافظ صاحب ۱۳۰۳ھ/ ۱۹۸۲ء میں رحلت فرما گئے رحمہ اللہ تعالیٰ) مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، مکتبہ رضویہ کراچی، ادارہ تصنیفات امام احمد رضا کراچی، مکتبہ نعیمیہ اور مکتبہ فاروقیہ دیپا سرائے، سنبھل (انڈیا) نے بھی بعض جلدیں دوبارہ شائع کیں، اس تفصیل سے فتاویٰ رضویہ کی مقبولیت کا کسی قدر اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

رضا فاؤنڈیشن لاہور کی طرف سے پہلی جلد ہدیہ قارئین ہے، اس ایڈیشن کی خصوصیات درج ذیل ہیں:

۱۔ عربی اور فارسی عبارات ایک کالم میں اور ان کا ترجمہ دوسرے کالم میں شامل کیا گیا ہے۔

۲۔ حاشیہ میں حوالوں کی تخریج کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ یہ عبارت کس جلد کے کس صفحہ پر ہے اور ایڈیشن کون سا ہے؟ اور جہاں مصنف کی اپنی عبارت ہے وہاں (م) اور ترجمہ کی جگہ (ت) لکھا گیا ہے۔

۳۔ نئی اور دلکش کتابت کروائی گئی ہے۔

۴۔ پیرابندی کا اہتمام کیا گیا ہے۔

۵۔ سائز درمیانہ تجویز کیا گیا ہے اور یہ بھی کوشش ہوگی کہ جلد زیادہ ضخیم نہ ہوتا کہ قاری کو وقت نہ ہو۔

اس انداز میں ایڈٹ کرنے کا نتیجہ ہوگا کہ جلدوں کی تعداد میں اضافہ ہو جائے گا چنانچہ پہلی جلد تین جلدوں میں پیش کی جائے گی۔ کتاب الطہارۃ کا کچھ حصہ جو دوسری جلد میں شامل کر دیا گیا تھا اسے بھی ان ہی جلدوں میں شامل کر دیا جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

پیش نظر جلد اول سابقہ جلد اول کے صفحہ ۲۳۴ باب المیاء تک ہے۔ ترتیب میں ایک تبدیلی یہ بھی کی گئی ہے کہ اصول افتاء سے متعلق رسالہ مبارکہ ”اجلی الاعلام“ ابتداء میں لگا دیا گیا ہے اسی طرح رسالہ باب العقائد والکلام کو عقائد سے متعلق جلد میں پیش کیا جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ

پیش نظر جلد میں ۲۲ سوالات کے جوابات ہیں اس حصے میں ۶۹۲ مقامات پر امام احمد رضا نے اقوال کہہ کر فوائد بیان کیے ہیں یا فقہائے متقدمین کی خدمت میں معروضات و تطفلات پیش کیے ہیں۔ گیارہ مستقل رسائل ہیں جن کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱. أَجَلِي الْأَعْلَامِ أَنَّ الْفَتْوَى مُطْلَقًا عَلَى قَوْلِ الْإِمَامِ
فتویٰ مطلقاً امام اعظم کے قول پر ہوتا ہے۔
۲. الْجُودُ الْحُلُوُّ فِي أَرْكَانِ الْوُضُوءِ
وضو کے اعتقادی اور عملی فرائض و واجبات کا بیان (جو اس رسالے کے علاوہ کہیں نہ ملے گا۔)
۳. تَنْوِيرُ الْقِنْدِيلِ فِي أَوْصَافِ الْمِنْدِيلِ
طہارت کے بعد بدن کے پونچھنے کا بیان۔
۴. لَمْعُ الْأَحْكَامِ أَنْ لَا وَضُوءٍ مِنَ الزُّكَامِ
زکام ناقص وضو نہیں
۵. الطَّرَازُ الْمَعْلَمُ فِيمَا هُوَ حَدَّثٌ مِنْ أَحْوَالِ الدَّمِ
جسم سے خون نکلنے کے مسائل اور دلائل کی بے مثال تنقیح
۶. نَبْءُ الْقَوْمِ أَنَّ الْوُضُوءَ مِنْ آتِي نَوْمٍ
سونے سے وضو ٹوٹنے کے مسائل
۷. خُلَاصَةُ تَبْيَانِ الْوُضُوءِ
وضو اور غسل کی احتیاطوں کا بیان
۸. الْأَحْكَامُ وَالْعِلَلُ فِي أَشْكَالِ الْإِحْتِلَامِ وَالْبَلْلِ
احتلام کے متعلق تمام مسائل کی منفرد تحقیق
۹. بَارِقُ النُّورِ فِي مَقَادِيرِ مَاءِ الطُّهُورِ
وضو اور غسل میں پانی کی مقدار پر بحث
۱۰. بَرَكَاتُ السَّمَاءِ فِي حُكْمِ إِسْرَافِ الْمَاءِ
پانی کے غیر ضروری خرچ کرنے کا حکم
۱۱. إِرْتِفَاعُ الْحُجُبِ عَنِ وُجُوهِ قِرَاءَةِ الْجُنُبِ

جنہی کی قراءت سے متعلق وہ تحقیقات جو دوسری جگہ نہیں ملیں گی۔

اللہ تعالیٰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور کو بہتر سے بہتر انداز میں مکمل فتاویٰ رضویہ پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ادارے کا یہ پروگرام بھی ہے کہ امام احمد رضا بریلوی کے جو رسائل عربی میں ہیں، یا ان میں کہیں کہیں اردو عبارات ہیں، انہیں عربی زبان میں جدید انداز میں ٹائپ پر کمپوز کروا کر شائع کیا جائے تاکہ علمی دُنیا میں ان سے استفادہ کیا جاسکے۔

الحمد للہ تعالیٰ! اس وقت تک چار کتابیں دیدہ زیب انداز میں شائع کر کے ہدیے قارئین کی جا چکی ہیں:

- ۱۔ کفل الفقیہ الفاہم (عربی) مصری ٹائپ میں
- ۲۔ کفل الفقیہ الفاہم (اردو) نئی کتابت اور تخریج کے ساتھ
- ۳۔ مجموعہ رسائل نوروسایہ
- ۴۔ مجموعہ رسائل ردّ مرزائیت

برادران اہل سنت اور قدر شناسانِ اعلیٰ حضرت کا کام ہے کہ آگے بڑھیں، رضا فاؤنڈیشن کے خود ممبر بنیں اور اپنے دوستوں کو ممبر بنائیں تاکہ یہ پروگرام تیزی کے ساتھ تکمیل کی طرف گامزن ہو سکے۔

محمد عبدالکلیم شرف قادری

۱۶ شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ

۱۳ مارچ ۱۹۹۰ء



مقدمہ:

فتاویٰ رضویہ (جلد نمبر 14)

از: امام احمد رضا خاں بریلوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلی و نسلّم علی رسولہ الکریم و علی آلہ و اصحابہ

اجمعین

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا علم و فضل، تبحر، وسعت نظری، فکر و نظر کی گہرائی، پچاس (۵۰) سے زیادہ علوم میں مہارت، یہ وہ امور ہیں جو کسی بھی باخبر شخصیت سے مخفی نہیں ہیں۔ رضا فاؤنڈیشن، لاہور کی طرف سے ترتیب جدید کے ساتھ فتاویٰ رضویہ کی تیرہ جلدیں منظر عام پر آچکی ہیں، ان میں پرانی پانچ جلدیں پیش کی جاسکی ہیں، امید ہے کہ پچیس تیس جلدوں میں پورا فتاویٰ مکمل ہو سکے گا، اس کا مطالعہ کرنے کے بعد کوئی صاحب علم امام احمد رضا کے تبحر علمی کا انکار نہیں کر سکتا۔

امام احمد رضا بریلوی کے علم و قلم نے نہ صرف مسلمانوں کے ایمان اور عقائد کی حفاظت کی، انہیں زندگی میں پیش آنے والے عبادات و معاملات کے احکام سے آگاہ کیا بلکہ انہیں باوقار زندہ رہنے کا اسلامی طریقہ بھی سکھایا، وہ سیاق لیڈرنہ تھے لیکن وقت آنے پر انہوں نے قرآن و حدیث اور فقہ حنفی کی روشنی میں مسلمانوں کی صحیح راہنمائی کی جس کے نتیجے میں ملت اسلامیہ کا سفینہ ساحلِ مراد پر جا لگا اور دنیا کے نقشے پر پاکستان معرض وجود میں آ گیا۔

پاکستان کے قابلِ صد فخر سپوت اور نامور مسلمان سائنس دان جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خاں نے ایٹمی دھماکوں سے چند دن قبل ۲۴ مئی ۱۹۹۸ء کو درج ذیل بیان جاری کیا:

(۱) الحمد للہ! ۲۰۰۳ء تک ستائیس جلدیں چھپ چکی ہیں۔ ۱۲

”آج سے سو سال قبل جب انگریز ہندوؤں کے ساتھ سازبازر کے ہند کی معیشت پر قابض ہوئے تو مسلمانوں کے تشخص اور تعلیمی نظام کو زبردست دھچکا لگا۔ استعماری طاقتوں کے مذموم عزائم کی بدولت مذہبی قدریں زوال پذیر ہونے لگی تھیں۔

اس پر آشوب دور میں اللہ رب العزت نے برصغیر کے مسلمانوں کو امام احمد رضا جیسی باصلاحیت اور مدبرانہ قیادت سے نوازا جس کی تصانیف، تالیفات اور تبیینی کاوشوں نے شکست خوردہ قوم میں ایک فکری انقلاب برپا کر دیا۔

امام صاحب کی شخصیت جذبہ عشق رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے لبریز تھی، آپ کی ساری زندگی کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ آپ کی ذات نبی کریم سے وفا شعاری کا نشان مجسم تھی۔

بیسویں صدی عیسوی کے دوسرے اور تیسرے عشرے میں کئی ایسی تحریکیں چلیں جن میں واضح طور پر محسوس ہوتا تھا کہ مسلمان اپنا تشخص کھو کر ہندومت میں مدغم ہو جائیں گے، انگریز تاجر بن کر ہندوستان آیا اور اپنی سازشوں سے یہاں کا حکمران بن بیٹھا، ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی، حکومت برطانیہ نے بے شمار ہندوستانوں کو اس وعدے پر فوج میں بھرتی کر کے جنگ کی بھٹی میں جھونک دیا کہ فتح کے بعد ہندوستان آزاد کر دیا جائے گا، مسٹر گاندھی اور مولانا محمد علی جوہر نے فوجی بھرتی کی بھرپور حمایت کی، دو لاکھ کے قریب مسلمان اور ہندو فوج میں بھرتی ہوئے، عظیم اسلامی ملک ترکی کو شکست ہوئی، فتح مکہ کے بعد انگریز اپنے وعدے سے منحرف ہو گیا، مسٹر گاندھی نے انہیں سزا دینے کے لئے ”مسئلہ خلافت“ کھڑا کر دیا جس کا مطلب یہ تھا کہ ترکی کا سلطان اسلامی خلیفہ ہے، اس کی خلافت ختم کرنا اسلام پر حملہ کرنے کے مترادف ہے، کتنی عجیب بات تھی کہ وہ گاندھی جو ہندوستان میں مسلمانوں

کو ایک انچ زمین دینے پر تیار نہ تھا وہ عالمی سطح پر مسلمانوں کی خلافت بحال کرنے کا نعرہ لگا رہا تھا۔

پھر اس تحریک کو تحریک ”ترک موالات“ بنا دیا گیا جس کا مطلب یہ تھا کہ مسلمان ہندوؤں کے ساتھ مل کر انگریزوں کا ہر قسم کا بائیکاٹ کریں، ان کی ملازمت چھوڑیں، ان کی دی ہوئی جاگیریں واپس کر دیں، مسلمانوں کے کالجوں کو ملنے والی گرانٹ واپس کر دیں، غرض یہ کہ ان سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھیں، افسوس ناک صورت یہ تھی کہ گاندھی لیڈر تھا اور مسلمانوں کے بڑے بڑے لیڈر دست بستہ اس کے پیچھے چل رہے تھے، ہندوؤں کی خوشنودی کے لئے گائے کی قربانی کی ممانعت کے فتوے دئے جا رہے تھے، مسجدوں کے مبروں پر گاندھی ایسے مشرک کو بٹھا کر اس کی تقریریں کرائی جا رہی تھیں، مختصر یہ کہ ہندو مسلم اتحاد کے لیے پوری راہ ہموار کی جا چکی تھی۔

دوسری طرف لیڈروں کی نگاہ سے یہ حقیقت یکسر پوشیدہ تھی کہ انگریزوں کے اس ملک سے چلے جانے کے بعد اقتدار لازمی طور پر ہندوؤں کو ملے گا جو ہندوستان کی غالب اکثریت میں تھے، مسلمانوں کو کیا فائدہ پہنچتا؟ انہیں یہی فرق پڑتا کہ پہلے انگریز حکمران تھے جو اہل کتاب ہونے کا دعویٰ کرتے تھے بعد میں ہندوؤں کی حکومت ہوتی جو مشرک تھے اور کسی آسمانی کتاب کو نہ مانتے تھے، ہندوؤں نے حکومت نہ ہونے کے باوجود مذہبی اور سنگھٹن تحریکوں کے ذریعے مسلمانوں کو ہندو بنانے کے لئے ہر حربہ استعمال کر ڈالا تھا، جب انہیں حکومت مل جاتی تو وہ کیا کچھ نہ کرتے؟ اس دور میں اس حقیقت کا ادراک سب سے پہلے امام احمد رضا بریلوی نے کیا اور بستر علالت سے ”المحجة المؤتمنة“ کتاب لکھ کر ہندو مسلم اتحاد کی کوششوں پر کاری ضرب لگائی اور قوم مسلم میں نئی روح پھونک دی، یہ کتاب تحریک پاکستان کی نشیبت اول کی حیثیت رکھتی ہے، یہ کتاب فتاویٰ رضویہ کی چودھویں جلد میں شامل کر دی گئی ہے،

اربابِ حکومت، ماہرینِ تعلیم اور تاریخِ پاکستان کے محققین کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔
مولانا کوثر نیازی لکھتے ہیں:

”امام احمد رضا گاندھی کے بچھائے ہوئے اس دامِ ہمرنگ زمین کو
خوب دیکھ رہے تھے، انہوں نے متحدہ قومیت کے خلاف اس وقت
آواز اٹھائی جب اقبال اور قائد اعظم بھی اس کی زلف گرہ گیر کے
اسیر تھے، دیکھا جائے تو دو قومی نظریہ کے عقیدے میں امام احمد رضا
مقتدا ہیں اور یہ دونوں حضرات مقتدی۔ پاکستان کی تحریک کو کبھی
فروغ نہ ہوتا اگر امام احمد رضا سالوں پہلے مسلمانوں کو ہندوؤں کی
چالوں سے باخبر نہ کرتے۔“

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کا موقف یہ تھا کہ موالات دوستی کو کہتے ہیں،
مسلمان کے دل میں کسی بھی کافر کی دوستی نہیں ہونی چاہیے خواہ وہ انگریز ہو یا ہندو،
تحریک ترک موالات کے حامی انگریز کی دوستی ہی نہیں۔ اس کے ساتھ معاملات
کرنے سے بھی منع کرتے تھے، دوسری طرف ہندو کی دوستی میں اس قدر آگے بڑھ
گئے تھے کہ اتحاد کی کوشش کر رہے تھے۔

امام احمد رضا بریلوی نے تحریکِ خلافت اور تحریک ترک موالات کی مخالفت
کی، اور اختلاف کی ایک وجہ یہ تھی کہ ان تحریکوں میں گاندھی ایسا مشرک لیڈر تھا اور
مسلمان لیڈر اس کے مقتدی تھے، اس میل جول اور اتحاد کا اثر ہندوؤں پر تو کچھ نہ ہوتا
البتہ مسلمان اپنے دین سے ہاتھ دھو بیٹھتے، اس موقع پر امام احمد رضا بریلوی نے ڈنکے
کی چوٹ پر اس اتحاد کی مخالفت کی، اور اتحاد کرنے والے علماء اور لیڈروں کو فرقہ
گاندھویہ کا لقب دے کر ان کی شدید مخالفت کی، چونکہ امام احمد رضا بریلوی اور ان کے

(۱) کوثر نیازی، موالات: امام احمد رضا خاں بریلوی ایک ہمہ جہت شخصیت، معارفِ نعمانیہ، لاہور، ص ۱۵-۱۳

ہم مسلک علماء اہلسنت کا حلقہ اثر بہت وسیع تھا اس لئے ان کے مخالفین ابوالکلام آزاد وغیرہ کی بڑی کوشش تھی کہ وہ بھی ہمارے ساتھ تحریکوں میں شریک ہو جائیں۔

ایک شوشہ یہ بھی چھوڑا گیا کہ ترکی کی حکومت چونکہ خلافت شرعیہ ہے اس لئے جو اس کی حمایت نہیں کرتا وہ کافر ہے، امام احمد رضا بریلوی سے اس سلسلے میں جب استفتاء کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جہاں تک خیر خواہی کا تعلق ہے وہ تو دل سے ہر مسلمان کے لئے فرض ہے، اس میں قریشی ہونا شرط نہیں ہے البتہ خلافت شرعیہ کے لئے دیگر شرائط کے علاوہ ایک شرط قریشی ہونا ہے، اس مسئلے پر آپ نے ایک رسالہ تحریر فرمایا جس کا نام ہے:

”دوام العیش فی الائمة من قریش۔“

یہ رسالہ آپ کی وفات کے بعد چھپا، اس کی اشاعت سے انگریزوں کو فائدہ پہنچانا مقصود ہوتا تو آپ کی طاہری زندگی میں شائع کیا جاتا۔

انگریز نوازی کا الزام

یہ وہ حالات تھے جن کی بناء پر مخالفین نے امام احمد رضا پر انگریز نوازی کا الزام لگایا، جس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

نوائے وقت کے مشہور کالم نویس میاں عبدالرشید رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

”ان دنوں چونکہ سارے پریس پر ہندوؤں کا قبضہ تھا اس لئے

حضرت احمد رضا خاں بریلوی اور آپ کے ہم خیال لوگوں کے خلاف

سخت پروپیگنڈا کیا گیا اور بدنام کرنے کی مہم چلائی گئی، لیکن تاریخ نے

ان ہی حضرات کے حق میں فیصلہ دے دیا، اب باطل پر اپیگنڈے

کا طلسم ٹوٹ رہا ہے اور حق کھل کر سامنے آ رہا ہے۔“

(۱) میاں عبدالرشید: پاکستان کا پس منظر اور پیش منظر (ادارہ تحقیقات پاکستان، لاہور) ص ۱۳۰

مشہور سکالر مولانا کوثر نیازی لکھتے ہیں:

”ایک ایسا مرد مومن جسے انگریزی سامراج سے اتنی نفرت ہو کہ وہ اس کی کچھری میں جانے کو حرام سمجھتا ہو، جو مقدمہ قائم ہو جانے کے باوجود اس کی عدالت میں نہ گیا ہو، جو خط لکھتا ہو تو کارڈ اور لفافے کی الٹی طرف پتہ لکھتا ہوتا کہ انگریز بادشاہ اور ملکہ کا سر نیچا نظر آئے، جس نے اپنی وفات سے دو گھنٹے پہلے یہ وصیت کی ہو کہ اس والا ان سے ڈاک میں آئے ہوئے وہ تمام خطوط جن پر ملکہ اور بادشاہ کی تصویر ہے اور روپے پیسے جن پر یہ تصویریں ہیں سب باہر پھینک دئے جائیں تاکہ فرشتہ ہائے رحمت کو آنے میں دشواری نہ ہو۔“

جس نے نعت گوئی میں بھی کسی کو نمونہ مانا اور اسے سلطانِ نعت گویاں قرار دیا تو حضرت مولانا کفایت علی کافی تھے جنہوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا، اس سلسلے میں باقاعدہ جذبہ و جہد کی اور ۱۸۵۸ء میں مراد آباد کے چوک میں انہیں برسرِ عام پھانسی دے دی (مقصد یہ کہ امام احمد رضا (علیہ الرحمہ) انگریز نواز ہوتے تو انگریز کے اتنے بڑے دشمن کو اپنا آئیڈیل نہ بناتے۔ ۱۲ قادری)

اس کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ انگریز کا حامی تھا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے سورجِ ظلمت، پھول بدبو، چاند گرمی، سمندر خشکی، بہار جھڑ، صبا صرصر، پانی حدت، ہوا جس اور حکمت جہالت کا دوسرا نام ہے۔

پاپوش میں لگائی کرن آفتاب کی
جو بات کی خدا کی قسم لا جواب کی

(۱) کوثر نیازی، مواد: امام احمد رضا، جیت شخصیت، ص ۱۶

marfat.com

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی حیات مبارکہ وہ شفاف آئینہ ہے، جس پر انگریز نوازی کا کوئی داغ نہیں۔ انہوں نے، ان کے صاحبزادوں اور تلامذہ و خلفاء نے کبھی انگریز سے تعلق نہ رکھا، ان میں سے کسی کو انگریز نے ٹمس العلماء وغیرہ کا خطاب نہ دیا، نہ ان میں سے کسی نے انگریز سے جائیداد حاصل کی، آج انڈیا آفس لائبریری کا ریکارڈ اوپن ہو چکا ہے جس کا تعلق پاک و ہند کی تحریک آزادی سے ہے، کہیں سے تو انگریز دوستی کا ثبوت ملے۔

اس کے برعکس یہ حقیقت کوئی راز سر بستہ نہیں رہی کہ تحریک ریشمی رومال کا راز کس نے طشت از بام کیا تھا؟ اور کس کی اطلاع پر جنودِ ربانیہ کے زعماء مولوی محمود حسن وغیرہ کو گرفتار کر کے جزیرہ مالٹا میں قید کیا گیا؟ مولوی تاج محمود امروثی کے صاحبزادے اور سندھ کے سیاسی لیڈر مولوی محمد شاہ امروثی نے بستر مرگ پر پڑے ہوئے بیان دیا کہ مولوی اشرف علی تھانوی نے ان تمام منصوبوں کی اطلاع اپنے بھائی مظہر علی کو پہنچائی جو سی آئی ڈی کے افسر اعلیٰ تھے، انہوں نے انگریز حکومت کو اطلاع پہنچادی اور مولوی شبیر احمد عثمانی نے صاف اعتراف کیا کہ بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ تھانوی صاحب کو انگریز حکومت کی طرف سے چھ سو روپے ماہانہ ملا کرتے تھے۔^۲

کیا یہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ امام احمد رضا کے بھی انگریز حکومت کے ساتھ اس قسم کے تعلقات تھے یا انہوں نے حکومتِ وقت سے مفاد حاصل کیا ہو؟ وہ تو انگریز دورِ حکومت میں مسلم ائمہ کو جگاتے ہوئے فرما رہے ہیں:

سونے والو! جاگتے رہو، چوروں کی رکھوالی ہے

(۱) انجم! شاری (ماہنامہ شوٹائم، کراچی) شمارہ اپریل ۱۹۸۸ء، ص ۱۳۱

(۲) مکالمۃ الصدرین (مطبوعہ دیوبند) ص ۱۰-۹

تشدد کا الزام

امام احمد رضا بریلوی اخلاص اور لٹہیت کا پیکر تھے، انہوں نے قرآن و حدیث اور ائمہ اسلام کے ارشادات کی روشنی میں بغیر کسی رورعایت کے فتوے صادر کئے، روافض اور قادیانیوں کے خلاف آپ کے فتوؤں کو دیوبندی مکتب فکر کے لوگ بھی اپنی تائید و حمایت کے ساتھ شائع کرتے ہیں اور انہیں تحسین کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، پھر کیا وجہ ہے کہ علمائے دیوبند کے خلاف ان کے فتوؤں کو قابل التفات نہ گردانا جائے؟

دراصل بات یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم ضروریات دین میں سے ہے اور آپ کی گستاخی اور توہین کفر ہے، اس پر بریلوی دیوبندی دونوں متفق ہیں۔

مولوی حسین احمد مدنی لکھتے ہیں:

”حضرت مولانا گنگوہی فرماتے ہیں کہ جو الفاظ موہم و مخفی سرور کائنات علیہ السلام ہوں اگرچہ کہنے والے نے نیت حقارت نہ کی ہو مگر ان سے بھی کہنے والا کافر ہو جاتا ہے۔“

اختلاف اس وقت پیدا ہوا جب امام احمد رضا بریلوی نے علماء دیوبند کی بعض عبارات پر گرفت کی اور انہیں حرمین شریفین کے علماء کے سامنے پیش کر کے ان سے دریافت کیا کہ یہ عبارات رسول گرامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی ہیں اور ان کا قائل کافر ہے یا نہیں؟ پینتیس^(۳۵) علمائے حرمین شریفین نے فتویٰ دیا کہ یہ عبارات کفریہ ہیں اور ان کے قائل کافر ہیں، اب چاہیے تو یہ تھا کہ ان چند سطری عبارات کو حذف کر دیا جاتا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کی جاتی، لیکن افسوس کہ ایسا نہ ہوا، اور وہ کتابیں ان عبارات سمیت آج تک چھپ رہی ہیں، متحدہ پاک و ہند کے اڑھائی سو

(۱) حسین احمد مدنی، مولوی: اشباب الثاقب، ص ۵۷

سے زیادہ علماء اور مشائخ نے اس فتوے کی تصدیق کی، دیکھئے الصوارم البند یہ از مولانا حشمت علی خاں رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

یہ فتویٰ علمائے دیوبند سے ذاتی مخالفت کی بنا پر نہیں بلکہ ناموسِ مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی حفاظت کی خاطر دیا تھا، مولوی مرتضیٰ حسن در بھنگلی ناظم تعلیمات تبلیغ، دارالعلوم دیوبند اس فتویٰ کے بارے میں لکھتے ہیں:

”اگر (مولانا احمد رضا) خان صاحب کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انہوں نے انہیں سمجھا تو خان صاحب پر ان علماء دیوبند کی تکفیر فرض تھی، اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے۔“

مولانا کوثر نیازی اس اختلاف اور اس کے پس منظر کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اصل جھگڑا یہاں سے چلا کہ ان (علمائے دیوبند) کے بعض اکابر کی خلاف احتیاط تحریروں کو امام رضا نے قابل اعتراض گردانا اور چونکہ معاملہ عظمتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تھا، تو بین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بنیاد پر انہیں فتوؤں کا نشانہ بنایا، دیکھا جائے تو یہی فتوے امام بریلوی اور ان کے مکتب فکر کے جداگانہ تشخص کا مدار ہیں، جس تشدد کی دُہائی دی جاتی ہے وہی ان کی ذات کی پہچان اور پوری حیات کا عرفان ہے۔“

حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا بریلوی کے یہ فتوے کسی ذاتی یا گروہی مخالفت کی بناء پر نہیں بلکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت اور تقدس کے

(۱) مرتضیٰ حسن در بھنگلی، مولوی: اشداً العذاب، ص ۱۳

(۲) کوثر نیازی، مولانا: امام احمد رضا، ج ۱، ص ۱۳۷

تحفظ کے لئے دئے ہوئے جو ہر مسلمان کا فرض ہے، ان کے ایک مکتوب کا کچھ حصہ پیش کیا جاتا ہے جس کا ایک ایک لفظ ان کے درود کا آئینہ ہے، ڈیو غازی خاں کے مولانا غلام حسین رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

”مولانا! زمانہ غربتِ اسلام ہے بدأ السلام غریبا و سیرود کما بدأ
 فطوبی للغرباء غربت کے لئے کسمپرسی لازم ہے، سنتیوں میں عوام کی توجہ لہو و لعب
 بزل کی طرف اور بد مذہب را فضی ہوں یا وہابی یا قادیانی یا آریہ یا نصاریٰ، سب اپنے
 اپنے مذہب کی نصرت و حمایت و اشاعت میں کمر بستہ ہیں، مال سے اعمال سے اقوال
 سے، سنتیوں کو کون پوچھتا ہے؟ وقت ہی شیوعِ ضلالت کا ہے، ان کو اگر کوئی آدمی بات
 کہے جامہ سے باہر ہوں، ماں باپ کو گالی دے اُس کے خون کے پیاسے ہوں، اُس
 وقت تہذیبِ بالائے طاق رہتی ہے، ساری تہذیب اللہ عزوجل اور حضور سید عالم صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابل برتی جاتی ہے کہ ان کو منہ بھر کر گالیاں دینے والے، لکھ لکھ
 کر چھاپنے والے، جو چاہیں بگیں، ان بگنے والوں کا نام ذرا بے تعظیسی سے لیا اور نا
 مہذب درشت گو کا خلعت عطا ہوا، یہ حالت ایمان ہے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔
 ایسوں کے نزدیک تو معاذ اللہ قرآنِ عظیم بھی نامہذب ہے فَلَا تُطِيعُ كُلَّ
 خَلَافٍ مِّمَّہِیْنٍ، هَمَّازٍ مَّشَاءٍ مِّنْ بَنِي مِمْ، مِّنَاعٍ لِلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اٰثِمٍ، عتل بعد
 ذٰلِكَ زَنِیْمٍ، یٰ اَیُّہَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْکُفَّارِ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْہِمُ، وَقَاتِلُوا
 الَّذِیْنَ یَلُوْنُکُمْ مِنَ الْکُفَّارِ وَاَلْبِجِدُوْا اِلَیْکُمْ غِلَظَةً، وَاذِیْنَ یَلُوْنُکُمْ فِیْ دِیْنِکُمْ
 وَلَا تَاْخِذْکُمْ بِہِمَا رَافَۃٍ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ، تَقَرَّبُوْا اِلَی اللّٰہِ بِغَضِّ اَہْلِ الْمَعَاصِیِ
 وَالْقَوٰہِمِ بِوَجُوْہِ مَقْفُوْرَةٍ۔“

بات یہ ہے کہ اللہ و رسول کی عزتِ قلوب میں بہت کم ہو گئی ہے، ماں باپ کو
 برا کہنے سے دل کو درد پہنچتا ہے، تہذیبِ بالائے طاق رہتی ہے نہ اُس وقت اخوت و

اتحاد کا سبق یاد ہے، اللہ ورسول پر جو گالیاں برستی ہیں ان سے دل پر میل بھی نہیں آتا، وہاں نیچری تہذیب آڑے آتی ہے، اللہ اسلام دے اور مسلمانوں کو توفیق خیر عطا فرمائے۔“

تفصیل کے لئے سعادتِ لوح و قلم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی کی تصنیف لطیف ”گناہِ بیگناہی“ اور مولانا علامہ محمد منشا تابش قصوری کی پاک و بند میں مقبول کتاب ”دعوتِ فکر“ کا مطالعہ فرمائیں۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ

۱۰ ستمبر ۱۹۹۸ء

<http://t.me/Tehqiqat>

پیش لفظ:

ذبیحہ حلال ہے

از امام احمد رضا خان بریلوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

عامۃ المسلمین میں سے بعض بزرگان دین کے ایصالِ ثواب کے لئے جانور پالتے ہیں تاکہ ختم شریف کے موقع پر اُسے ذبح کیا جائے پوچھنے پر کہہ دیتے ہیں کہ یہ فلاں بزرگ کے نام کا جانور ہے غیر مقلدین اور دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے کہتے ہیں کہ وہ جانور حرام ہو گیا اور حرام بھی ایسا کہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کرنے سے بھی حلال نہیں ہوتا علماء اہل سنت کا موقف یہ ہے کہ جب ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کے لئے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کرتا ہے، اور اسی کے لئے جانور کا خون بہاتا ہے، اور اسی کی رضا کے لئے گوشت پکا کر بندگانِ خدا کو کھلاتا ہے، اور اس سارے عمل کا ثواب کسی بزرگ کو پہنچاتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اسے حرام قرار دیا جائے۔

اس مسئلے پر اس وقت چند رسائلِ راقم کے پیش نظر ہیں جن میں اس مسئلے پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔

(۱) مَسْئَلُ الْأَضْفِيَاءِ فِي حُكْمِ التَّبْحِ لِلْأَوْلِيَاءِ (۱۳۱۲ھ)

تصنیف امام احمد رضا بریلوی

مطبوعہ نورانی بکڈ پوز جمشید پور انڈیا (۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء)

(۲) قلمی فتویٰ: از علامۃ الہند مولانا معین الدین اجمیری

اس کا مختصر تعارف آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمائیں۔ اس وقت یہ دونوں فتوے ہدیہ

قارئین کے جا رہے ہیں۔

(۳) اِغْلَاءُ كَلِمَةِ اللَّهِ فِي بَيَانِ مَا أَهْلٌ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ۔

از حضرت مہر ولایت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی۔

شائع کردہ آستانہ عالیہ گولڑہ شریف (۱۳۰۵ھ/۱۹۸۵ء)

(۴) تَضْرِيحُ الْمَقَالِ فِي حِلِّ الْإِهْلَالِ:

از غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی

اجمیری کتب خانہ ملتان (۱۹۵۷ء)

مخالفین اپنی تائید میں تفسیر عزیزی کا حوالہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آیت مبارکہ وَمَا أَهْلٌ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ کی تفسیر میں وہی کچھ کہا ہے جو ہم کہتے ہیں۔

اس سلسلے میں چند امور قابل توجہ ہیں:

(۱) تمام مستند مفسرین نے اس آیت کا یہی مطلب بیان کیا ہے کہ جس جانور کو ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے وہ حرام ہے، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے والد ماجد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی اس آیت کا یہی ترجمہ کیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا أَهْلٌ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ (البقرہ ۲ : آیت ۱۷۳)

اس کا ترجمہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس طرح کیا ہے۔

”وآنچه آواز بلند کردہ شود در ذبح وے بشیر خدا (فتح الرحمن فی ترجمۃ القرآن)

اور وہ جانور جس کو ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام بلند کیا جائے۔“

اسی طرح سورہ مائدہ آیت ۳ اور سورہ نحل آیت ۱۱۵ کا بھی ایسا ہی ترجمہ کیا ہے

جب آیت کریمہ کا یہ ترجمہ ہے تو یہ فتویٰ کسی طرح درست نہیں ہو سکتا کہ جس جانور کی

نسبت کسی بزرگ کی طرف کر دی گئی ہو تو وہ حرام ہے، اگرچہ ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ

ہی کا نام لیا جائے۔

(۲) شاہ روف احمد نقشبندی مجددی صاحب ”تفسیر مجددی معروف بہ تفسیر روّنی“ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کی اولاد امجاد میں سے تھے اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے شاگرد۔ انہوں نے ”تفسیر عزیزی“ کی اس عبارت ہی کو الحاقی قرار دیا ہے اور یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے، مخالفین، حق و صداقت کے چھپانے اور اپنے باطل عقائد کو فروغ دینے کے لئے ایسی کارروائیاں کرتے رہے ہیں۔

حکیم سید محمود احمد برکاتی (کراچی) لکھتے ہیں:-

”شاہ (ولی اللہ) صاحب کے ساتھ تو ابتداء ہی سے یہ معاملہ روارکھا

گیا ہے ان کی کئی کتابوں (تاویل الاحادیث، ہمعات، عقد الجید وغیرہ) میں حذف و الحاق کیا گیا اس کے علاوہ ان کی طرف برسبیل غلط مستقل چھ کتابیں منسوب کر دی گئیں:

(۱) قرۃ العین فی ابطال شہادۃ الحسنین (۲) بحیۃ العالیہ فی مناقب المطاہیہ

(۳) البلاغ الحسنین (۴) تحفۃ الموحدین

(۵) اشارۃ مستترہ (۶) قول سدید۔

شاہ صاحب کے اخلاف کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا گیا، شاہ عبدالعزیز کی کتاب تحفۃ اثنا عشریہ کے طبع ہونے ہی اس میں الحاقات کئے گئے جو شاہ صاحب کے مسلک سے متضاد تھے، شاہ صاحب نے اپنے ایک مکتوب میں

ان سے براءت ظاہر کی اور اسے الحاق قرار دیا۔ ۲

القول الجلی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی مستند اور مصدقہ سوانح حیات ہے

(۱) انہوں نے اپنا شجرہ نسب اس طرح بیان کیا ہے: روف احمد بن شعور احمد بن محمد شرف بن رضی الدین بن زین

العابدین بن محمد یحییٰ بن مجدد الف ثانی (تفسیر روّنی، ج ۱، ص ۳)

(۲) محمود احمد برکاتی، حکیم سید: القول الجلی کی یازافت، رضا اکیڈمی لاہور ۱۹۹۱ء

حصہ داز تک اسے پردہٴ خفا میں رکھا گیا اور اسے شائع کرنے سے گریز کیا گیا، کیونکہ پروپیگینڈے اور خود ساختہ تاریخ کی بنیاد پر شاہ صاحب کو جس مسلک کا نمائندہ بنا کر پیش کیا گیا تھا یہ کتاب اس کی نفی کرتی تھی، لیکن حق بھی کبھی چھپانے سے چھپا ہے۔ وہ تو کسی نہ کسی وقت ظاہر ہو ہی جاتا ہے۔

حکیم سید محمود احمد برکاتی لکھتے ہیں:

”اب تک ہمارے ذہن میں شاہ صاحب کی جو تصویر تھی وہ اس تصویر

سے بہت مختلف ہے جو ”القول الجلی“ کے آئینے میں نظر آتی ہے اور اب

تک ہم شاہ صاحب کو جس مسلک فقہی کا ترجمان اور داعی سمجھتے تھے یہ

تحریریں اس سے مختلف ہیں۔

اب اصل مطلب کی طرف آئیے۔ شاہ رؤف احمد نقشبندی مجددی فرماتے ہیں:

”وَمَا أَهْلٌ بِهِ لِيُغَيِّرِ اللَّهُ“ اور جو جانور ذبح کیا جاوے بناام غیر خدا۔“

معلوم ہووے کہ اکثر لوگوں کو اس آیت کی معنی میں مفسدوں کے

بہکانے سے شک پڑتا ہے سو ہم یہاں اس کی تفصیل ”احقاق الحق“

(کتاب کا نام ۱۲۱۲ ن) میں سے کئی تفسیروں کی عبارت کے ترجمہ کے

ساتھ نقل کرتے ہیں۔“

اس کے بعد انہوں نے جلالین، تفسیر حسینی، تفسیر بیضاوی، کشاف، مدارک، تفسیر

جامع البیان تفسیر دُرّ منثور، معالم التنزیل اور تفسیر احمدی کی عبارتیں ترجمہ سمیت نقل کی

ہیں۔ ان تمام تفسیروں میں آیت مبارکہ کا وہی مطلب بیان کیا گیا جو شاہ رؤف احمد نے

بیان کیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے جو کچھ لکھا ہے توجہ اور چشم حیرت سے پڑھنے کے

لائق ہے۔ فرماتے ہیں:-

”جاننا چاہئے کہ ”تفسیر فتح العزیز“ میں کسی عدو نے الحاق کر دیا ہے

اور یوں لکھا ہے کہ اگر کسی بکری کو غیر کے نام سے منسوب کیا ہو تو بِسْمِ اللّٰهِ
اللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کرنے سے وہ حلال نہیں ہوتی، اور غیر کے نام کی
تاثیر اس میں ایسی ہوگئی ہے کہ اللہ کے نام کا اثر ذبح کے وقت حلال کرنے
کے واسطے بالکل نہیں ہوتا، سو یہ بات کسی نے ملا دی ہے۔

خود مولانا و مرشدنا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کبھی ایسا، سب
مفسرین کے خلاف نہ لکھیں گے اور ان کے مرشد اور استاد اور والد حضرت
مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے ”نور الکبیر فی اصول التفسیر“ میں مَآہِلُ کا
معنی مَا ذَبِحَ لکھا ہے، یعنی ذبح کرتے وقت جس جانور پر بت کا نام لیوے
سو حرام ہے اور مردار کے جیسا ہے اور بِسْمِ اللّٰهِ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کیا
سو کیونکر حرام ہوتا ہے۔

بعضے نادان تو حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مولد شریف کی نیاز،
حضرت پیران پیر کی نیاز، اور ہر ایک شہداء اولیاء کی نیاز، فاتحہ کے کھانے کو
بھی حرام کہتے ہیں اور یہ آیت دلیل لاتے ہیں کہ غیر خدا کا نام جس پر لیا گیا
سو حرام ہے۔ واہ واہ! کیا عقل ہے ایسا کہتے ہیں اور پھر جا کر نیاز فاتحہ کا کھانا
بھی کھاتے ہیں۔“

اب تو وہ بنیاد ہی ختم ہوگئی جس پر وسیع و عریض عمارت تعمیر کی گئی تھی۔

(۲) غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی نے ”تفسیر عزیزی“ اور ”فتاویٰ عزیزی“ کی
داخلی شہادتوں سے ثابت کیا ہے کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے نزدیک وہی جانور
حرام ہے جس کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو، محض کسی بزرگ کی نسبت کر دینے

(۱) رؤف احمد نقشبندی مجددی، شاہ: تفسیر رؤفی (مطبع فتح الکریم، بمبئی ۱۳۰۵ھ/ ۱۸۸۷ء، ج ۱، ص ۱۳۵)

نوٹ: تفسیر رؤفی دو جلدوں میں اور اس کا قدیم نسخہ بیت القرآن، عقب عجائب گھر، لاہور میں موجود ہے۔ قارئین
کو یہ جان کر تعجب ہوگا کہ تفسیر رؤفی کے دوسرے ایڈیشن سے یہ عبارت حذف کر دی گئی ہے وہ نسخہ بھی بیت القرآن
میں موجود ہے۔ ۱۲ شرف

سے جانور حرام نہیں ہو جاتا۔ ذیل میں علامہ کاظمی کے رسالہ مبارکہ ”تصریح المقال فی حل امر الاہلال“ سے اس بحث کا خلاصہ نقل کیا جاتا ہے۔

”حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تفسیر عزیزی میں انواع شرک کے تحت مشرکین کے چند فرقے شمار کئے ہیں ان میں سے چوتھا فرقہ پیر پرستوں کا ہے اس کے متعلق محدث دہلوی نے فرمایا: چوتھا گروہ پیر پرست ہے۔ جب کوئی بزرگ کمال ریاضت اور مجاہدہ کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول دعاؤں اور مقبول شفاعت والا ہو کر اس جہان سے رخصت ہو جاتا ہے تو اس کی روح کو بڑی قوت و وسعت حاصل ہو جاتی ہے جو شخص اس کے تصور کو واسطہ فیض بنا لے یا اس کے اٹھنے بیٹھنے کی جگہ یا اس کی قبر پر سجدہ اور تذلل تام کرے (اس جگہ اصل عبارت یہ ہے)

یا در مکان نشست و برخاست او یا بر گور او سجود و تذلل تام نماید

تو اس بزرگ کی روح وسعت اور اطلاق کے سبب (خود بخود) اس پر مطلع ہو جاتی

ہے اور اس کے حق میں دنیا اور آخرت میں شفاعت کرتی ہے۔

یہ گروہ واقعی مشرک تھا جو قبروں پر تذلل تام کے ساتھ سجدہ کرتا تھا

علامہ شامی فرماتے ہیں:-

الْعِبَادَةُ عِبَارَةٌ عَنِ الْخُضُوعِ وَالتَّذَلُّلِ ۲

خضوع اور تذلل (تام) کو عبادت کہتے ہیں۔

آج کل کے خوارج کی ستم ظریفی ہے کہ وہ اولیاء اللہ کے عقیدہ مند اہل سنت و جماعت کو پیر پرست قرار دے کر مشرک قرار دیتے ہیں حالانکہ عامۃ المسلمین عبادت اور انتہائی تعظیم صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مانتے ہیں کسی دوسرے کے لئے نہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا روئے سخن اُس گروہ مشرکین کی طرف ہے ان کا طریقہ یہ تھا

(۱) عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ: تفسیر عزیزی، سورۃ البقرۃ (۱۱۱ کنواں، دہلی) ص ۱۲۷

(۲) ابن عابدین شامی، علامہ: رد المحتار (مصطفیٰ البانی، مصر) جلد ۲، ص ۲۵۷

کہ جانور کی جان دینے کی نذر شیخ سہ و وغیرہ کے لئے مانتے اور اس کی تشہیر کرتے تھے۔ پھر اسی نیت کے تحت شیخ سہ و وغیرہ کے لئے خون بہانے کی نیت سے اسے ذبح کرتے تھے ظاہر ہے کہ یہ ذبیحہ کسی طرح حلال نہیں ہو سکتا، کم فہم لوگوں نے سمجھ لیا کہ حضرت شاہ صاحب نے محض کسی بزرگ کی طرف نسبت کرنے کی بنا پر ان جانوروں کو حرام قرار دیا ہے، حالانکہ یہ قطعاً باطل ہے اور شاہ صاحب پر بہتان صریح ہے۔

شاہ صاحب نے ”تفسیر عزیزی“ میں اپنے موقف کی وضاحت کے لئے تین دلیلیں پیش کی ہیں۔

پہلی دلیل: یہ حدیث ہے۔ مَلْعُونٌ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللَّهِ مَلْعُونٌ ہے جس

نے غیر اللہ کے لئے ذبح کیا۔ اس حدیث میں صراحۃً لفظ ذبح مذکور ہے۔

دوسری دلیل: عقلی ہے اس میں یہ تصریح ہے۔ ”و جان این جانور از اں غیر

قرار دادہ کشتہ اند“ اس جانور کی جان غیر کی ملک قرار دے کر اس جانور کو ذبح کیا ہے اس عبارت میں دو باتیں ہیں (۱) جانور کی جان غیر کے لئے مملوک قرار دی (۲) اس کو ذبح کیا، صاف ظاہر ہے کہ اس جانور میں اس لئے تخبث پیدا ہوا کہ اسے غیر کے لئے ذبح کیا گیا ہے۔

تیسری دلیل: تفسیر نیشاپوری کی ایک عبارت ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ علماء کا

اس پر اتفاق ہے کہ اگر کسی مسلمان نے کوئی جانور ذبح کیا اور اس کے ذبح سے غیر اللہ کا تقرب (بطور عبادت) مقصود ہو تو وہ مرتد ہو گیا اور اس کا ذبیحہ مرتد کا ذبیحہ ہے۔

اس عبارت میں بھی غیر اللہ کے تقرب کی نیت سے ذبح کا ذکر ہے، ثابت ہوا کہ شاہ صاحب محض کسی اللہ تعالیٰ کے بندے کی نسبت کے مشہور کر دینے کو حرمت کا سبب قرار نہیں دیتے، بلکہ ان کے نزدیک غیر اللہ کے لئے ذبح کرنے سے جانور حرام ہو جاتا ہے اور یہی تمام امت مسلمہ کا عقیدہ ہے۔

حضرت شاہ صاحب www.marfat.com اصل لغت کے اعتبار سے یہ کیا سے

کہ آواز دی گئی ہو اور شہرت دی گئی ہو۔ لیکن اس سے ان کی مراد وہی شہرت ہے جس پر ذبح واقع ہو چنانچہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سورہ بقرہ میں وَمَا أَهْلُ بِهِ لِيُغَيِّرَ اللَّهُ، لفظ ”به“ لِيُغَيِّرَ اللَّهُ سے پہلے ہے جب کہ سورہ مائدہ انعام اور نحل میں لِيُغَيِّرَ اللَّهُ پہلے ہے اور به مؤخر ہے اس کی وجہ یہ کہ اس جگہ باء فعل کو متعدی کرنے کے لئے ہے اور اصل یہ ہے کہ باء فعل کے ساتھ متصل ہو اور دوسرے متعلقات سے پہلے ہو اس جگہ تو باء اپنے اصل کے مطابق لائی گئی ہے دوسری جگہوں میں اس چیز کو پہلے لایا گیا ہے جو جائے انکار ہے۔

پس ذبح بقصد غیر اللہ مقدم آمدہ ۱۔

لہذا غیر اللہ کے ارادے سے ذبح کرنے کا ذکر پہلے آیا ہے۔

اب اگر اہل سے مراد ذبح نہیں ہے تو یہ کہنا کیسے صحیح ہوگا کہ سورہ بقرہ کے علاوہ باقی سورتوں میں غیر اللہ کے ارادے سے ذبح کرنے کا ذکر پہلے ہے؟ حالانکہ باقی سورتوں میں بھی ذبح کا ذکر نہیں ہے، بلکہ اہل ہی کا ذکر ہے۔ ثابت ہوا کہ خود شاہ صاحب کے نزدیک اہل به لِيُغَيِّرَ اللَّهُ کا مرادی معنی غیر اللہ کے لئے ذبح کرنا ہی ہے۔ مزید تائید کے لئے شاہ صاحب کی ایک اور تحریر ملاحظہ ہو سوال یہ ہے کہ حضرت سید احمد کبیر کے لئے نذر مانی ہوئی گائے حلال ہے یا حرام؟ اس کے جواب میں شاہ صاحب فرماتے ہیں:

”ذبیحہ کی حلت اور حرمت کا دار و مدار ذبح کرنے والے کی نیت پر ہے اگر

تقرب الی اللہ کی نیت سے یا اپنے کھانے کے لئے یا تجارت اور دوسرے

جائز کاموں کے لئے ذبح کرے تو حلال ہے ورنہ حرام۔“ ۲۔

غور فرمائیں کہ حضرت سید احمد کبیر کے لئے نذر مانی ہوئی گائے کو انہوں نے حرام

(۱) تفسیر عزیزی، البقرہ، ص ۶۱۱

(۱) عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ:

فتاویٰ عزیزی، فارسی (مجتبائی، دہلی ۱۳۲۲ھ) ج ۱، ص ۲۱

(۲) عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ:

نہیں کہا، اگر محض تشہیر اور نذر بغیر اللہ موجب حرمت ہوتی تو صاف کہہ دیتے کہ حرام ہے، یوں نہ کہتے کہ ذبح کرنے والے کی نیت اور قہد پر دار و مدار ہے۔“

یہ خلاصہ ہے حضرت غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی کی تحقیق کا یاد رہے کہ یہ گفتگو اس وقت ہے جب یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ عبارات حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی ہیں اور اگر ان عبارات کو الحاقی قرار دیا جائے جیسے کہ حضرت شاہ رؤف احمد نقشبندی مجددی نے فرمایا ہے تو پھر اس گفتگو کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

ذیل میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے فتاویٰ سے ایک حوالہ پیش کیا جاتا ہے جو اس مسئلے کے سمجھنے میں مدد دے گا۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں:

” حاجت بر آری کے لئے جو اولیاء کرام کی نذر معمول اور مروج ہے اکثر فقہاء اس کی حقیقت تک نہیں پہنچے اسے اللہ تعالیٰ کی نذر پر قیاس کر کے شقوں کے ساتھ جواب دیا ہے کہ اگر نذر مستقل طور پر اس ولی کے لئے ہے تو باطل ہے اور اگر نذر اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور ولی کا ذکر مصرف کے بیان کے لئے ہے تو صحیح ہے۔“

لیکن اس نذر کی حقیقت یہ ہے کہ اس نذر میں کھانا کھلانے، خرچ کرنے اور مال صرف کرنے کا ثواب میت کی روح کو پہنچانا اپنے ذمہ لازم کیا جاتا ہے اور یہ امر مسنون ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جیسے کہ حضرت اُمّ سعد وغیرہ کا حال صحیحین میں وارد ہے۔ پس اس نذر کا حاصل یہ ہے کہ اتنی مقدار کا ثواب فلاں کی روح کو پہنچانا مقصود ہے اور ولی کا ذکر عمل مندور کی تعیین کے لئے ہے (یعنی ان کی روح کو ثواب پہنچانا مقصود ہے ۱۲ ق ن) نہ کہ مصرف بیان کرنے کے لئے نذر ماننے والوں کے نزدیک اس نذر کا مصرف اس ولی کے متوسلین ہوتے ہیں، مثلاً رشتے دار، خدام اور پیر

بھائی وغیرہ بلاشبہ نذر ماننے والوں کا مقصد یہی ہوتا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ یہ نذر صحیح ہے اسے پورا کرنا واجب ہے کیونکہ یہ ایسی عبادت ہے جو شریعت میں معتبر ہے۔

ہاں اگر اس ولی کو مستقل طور پر مشکلات کا حل کرنے والا یا شفیع غالب اعتقاد کریں تو یہ عقیدہ شرک اور فساد تک پہنچا دے گا، لیکن یہ عقیدہ الگ چیز ہے اور نذر دوسری چیز۔“ (۱)

چشم انصاف سے دیکھئے! عامۃ المسلمین جب یہ کہتے ہیں کہ یہ بکرا سیدنا غوث اعظم کے نام کا ہے تو ان کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے لئے اور اسی کا نام لے کر ذبح کیا جائے گا، اس کا گوشت بندگانِ خدا کو کھلا کر ثواب سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح پر فتوح کو پہنچایا جائے گا اس عمل سے بکرا کیوں حرام ہو جائے گا؟ اور وہ شخص کیوں مشرک ہو جائے گا؟ شاہ صاحب تو فرماتے ہیں کہ اگر ایسی نذر مانی گئی تو وہ نذر صحیح ہے اور اسے پورا کرنا واجب ہے۔

حضرت عالمگیر کے استاذ اور مشہور درسی کتاب نور الانوار کے مصنف حضرت ملا جیون آیت مبارکہ وَمَا أَهْلٌ بِهِ لغيرِ اللَّهِ کے تحت فرماتے ہیں:

وَمِنْ هُنَا عَلِمَ أَنَّ الْبَقْرَةَ الْمَنْدُورَةَ لِلْأَوْلِيَاءِ كَمَا هُوَ

الرَّسْمُ فِي زَمَانِنَا حَلَالٌ طَيِّبٌ۔ (۲)

یہاں سے معلوم ہوا کہ وہ گائے جس کی نذر اولیائے کرام کے لئے مانی جائے، جیسے کہ ہمارے زمانے میں رواج ہے حلال اور طیب ہے۔

(۲) اس جگہ ایک اہم بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ بکیرہ اور سائبہ وغیرہ جانوروں کو مشرکین اپنے معبودوں کے لئے مختص کر دیتے تھے اور اس کی تشہیر بھی کرتے

(۱) عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ: فتاویٰ عزیزی، فارسی (مجتبائی دہلی) ج ۱ ص ۲۲-۱۳۱

(۲) ملا جیون، علامہ: تفسیرات احمدیہ (مکتبہ رحیمیہ، دیوبند) ص ۳۲

تھے کہ ان جانوروں کا احترام کیا جائے، قطعی بات ہے کہ وہ مشرکانہ عقیدے کی بنا پر ایسا کرتے تھے ہمارے اور مخالفین کے نزدیک وہ جانور لازمی طور پر ما اہل بہ لغیر اللہ میں داخل ہوں گے، اس کے باوجود ان جانوروں کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو ان کا کھانا مسلمانوں کے لئے جائز ہے صرف یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے نہ ہانے والوں کو زجر فرمائی ہے۔ ارشادِ باری ہے:-

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَأْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ (۱۱۹/۶)

”تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ ان جانوروں سے نہیں کھاتے جن پر ذبح

کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے؟“

علامہ ابوالسعود اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے اس بات کا انکار فرمایا ہے کہ اُن کے لئے کوئی ایسی

چیز پائی جائے جو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کئے ہوئے بچیرہ اور سائبہ وغیرہ

جانوروں کے کھانے سے اجتناب کا سبب ہو۔“ (۱)

اللہ اکبر! کافروں نے جن جانوروں کو مشرکانہ طور پر اپنے معبودان باطلہ کے لئے

مختص کر دیا ہو، انہیں مسلمان اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کریں تو اُن کا کھانا حلال اور علمتہ

المسلمین اولیاء اللہ کے ایصالِ ثواب، فاتحہ اور نذرِ عرفی کے لئے مخصوص کردہ جانوروں

کو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کریں تو ان کا کھانا حرام اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو سکتا ہے؟

علامتہ الہند مولانا معین الدین اجمیری کا فتویٰ:

۱۳ جون ۱۹۹۰ء کو برادر محترم مولانا محمد الغفار ظفر صابری مدظلہ بذریعہ بحری جہاز حج

وزیارت کے لئے حرمین شریفین روانہ ہوئے تو راقم انہیں رخصت کرنے کے لئے کراچی

گیا، ان کی واپسی پر استقبال کے لئے دوبارہ ۱۹ اگست کو کراچی جانے کا اتفاق ہوا، دونوں

(۱) ابوالسعود، امام: تفسیر ابوالسعود (احیاء التراث العربی، بیروت) ج ۳ ص ۱۷۹

دفعہ آمد و رفت کے موقع پر ہوائی جہاز کے ٹکٹ کا انتظام جناب سیٹھ عرفان عمر صاحب (لاہور) نے کیا اور قیام کے لئے تاج محل ہوٹل کا کمرہ ریزرو کرادیا، شمس العلوم جامعہ رضویہ کراچی اور دارالعلوم نعیمیہ کراچی کے علماء نے پرتپاک استقبال کیا، مولانا قاری محمد اسماعیل سیالوی اور ان کے شاگرد رشید جناب عمر فاروق سیالوی، کیپٹن نیوی نے روانگی اور واپسی پر اتنا پر خلوص تعاون کیا کہ اسے بھلایا نہیں جاسکتا، دونوں دفعہ کیپٹن صاحب راقم کو بحری جہاز کے اندر لے گئے اور مسلسل ساتھ رہے اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اسی سفر میں علامہ الہند مولانا معین الدین اجمیری کے بھتیجے جلیل القدر فاضل حکیم نصیر الدین مدظلہ العالی نظامی دواخانہ شاہراہ قائدین کراچی سے ملاقات ہوئی۔ دوران گفتگو علامہ الہند کے غیر مطبوعہ فتوے کا ذکر آ گیا، حکیم صاحب نے بتایا کہ دارالعلوم دیوبند سے ایک فتویٰ بغرض تصدیق علامہ الہند کے پاس آیا۔ فتوے کا مضمون یہ تھا کہ اولیاء کرام کے لئے نامزد کیا جانے والا جانور حرام ہے۔ علامہ الہند نے فرمایا: ”مجھے اس فتوے سے اتفاق نہیں ہے، اس لئے تصدیق نہیں کر سکتا۔“ حضرت کے شاگرد مولانا منتخب الحق (سابق صدر شعبہ معارف اسلامیہ کراچی یونیورسٹی) نے درخواست کی کہ اگر آپ کو اس فتوے سے اختلاف ہے تو آپ اپنا موقف تحریر فرمادیں۔ اس طرح یہ فتویٰ تحریری طور پر معرض وجود میں آیا۔

عبدالشاہد خاں شروانی اس فتوے کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ما اهل به لغير الله“ میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

نے حرمت کے دائرہ میں ان جانوروں کو بھی داخل کر لیا جو کسی بزرگ کے

فاتحہ وغیرہ کے نام سے موسوم و متعین ہو جائیں۔ علامہ (معین الدین اجمیری)

کا مسلک شاہ صاحب کے مخالف تھا، اس پر ایک مبسوط محققانہ مضمون لکھا تھا

جو ضائع ہو گیا اور روز افزوں صحت کی خرابی نے دوبارہ لکھنے کا موقع نہ دیا۔
 لازمی بات ہے اس متاعِ گم گشتہ کی بازیابی کی اطلاع سے راقم کو خوشی ہوئی، حکیم
 صاحب نے بتایا کہ اس فتوے کی اصل کاپی عامر عثمانی، ایڈیٹر ماہنامہ ”تجلی دیوبند“ بگرن
 اشاعت لے گئے تھے، لیکن انہوں نے یہ فتویٰ شائع نہیں کیا، البتہ اس کی فوٹو کاپی حکیم سید
 محمود احمد برکاتی (کراچی) کے پاس موجود ہے، راقم کی درخواست پر برکاتی صاحب نے
 ایک فوٹو کاپی مجھے فراہم کر دی۔

یہ فتویٰ باریک قلم سے لکھا ہوا ہے، فوٹو کاپی بھی صاف نہیں اس لئے اس کا پڑھنا بڑا
 دشوار تھا، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے فاضل مدرس مولانا غلام نصیر الدین چشتی نے بڑی
 دیدہ ریزی سے اسے نقل کیا، مولانا حافظ محمد رمضان خوشنویس نے کتابت کی، اس طرح
 یہ غیر مطبوعہ فتویٰ چھپ کر قارئین کرام کے ہاتھوں میں پہنچ رہا ہے۔

اسی موضوع پر امام احمد رضا بریلوی کا ایک مختصر مگر جامع رسالہ ہے ”نُبُلُ
 الْأَصْفِيَاءِ فِي حُكْمِ التَّبِيحِ لِلْأَوْلِيَاءِ“ موضوع کی مناسبت کے پیش نظر دونوں
 فتوے رضا اکیڈمی لاہور کی طرف سے اکٹھے شائع کئے جا رہے ہیں، رضا اکیڈمی لاہور
 کے اراکین اور معاونین اس علمی پیشکش پر بجا طور پر مبارکباد کے مستحق ہیں، مقام صد شکر
 ہے کہ رضا اکیڈمی لاہور نے مختصر عرصے میں علمی اور اشاعتی میدان میں وہ کارہائے
 نمایاں انجام دیئے ہیں جن پر علمی حلقوں نے نہایت حوصلہ افزا اثرات کا اظہار کیا ہے۔

محمد عبدالکلیم شرف قادری

۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ

۱۴ نومبر ۱۹۹۱ء

☆☆☆

باب نمبر ۳

<http://t.me/Tehqiqat>

اعتقادات

۳۔ اعتقادات

نمبر شمار	عنوان	مصنف	مطبوعہ	سن
۱۔	غایۃ التحقیق فی الممۃ العلی والصدیق	امام احمد رضا بریلوی		
۲۔	عقائد و نظریات	علامہ محمد عبدالکیم شرف قادری	لاہور	۱۹۹۸ء
۳۔	حیات السموات	امام احمد رضا بریلوی	لاہور	۲۰۰۵ء
۴۔	برکات الامداد لاهل الاستمداد انوار الانتخابہ فی حل نداء یارسول اللہ	امام احمد رضا بریلوی	لاہور	۲۰۰۵ء

تقدیم:

غایۃ التحقیق فی امامۃ العلی والصدیق

از امام احمد رضا خاں بریلوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خلیفہ اول

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اصدق الصادقین سید المتقین

چشم و گوش و زارت پہ لاکھوں سلام

امام احمد رضا

آپ کا نام نامی عبداللہ کُنیت ابو بکر اور لقب صدیق عقیق یار غار اور ”خلیفہ رسول اللہ“ ہے۔ عام قبل سے دو سال اور کچھ دن کم چار ماہ بعد ۳۷۳ عیسوی میں پیدا ہوئے۔ سلسلہ نسب یوں ہے: ابو بکر بن عثمان (ابو قحافہ م ۱۴ھ) بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ حضرت مرہ پر جا کر آپ کا نسب نبی اکرم ﷺ سے مل جاتا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تجارت کا کاروبار کیا کرتے تھے۔ معاشرہ میں آپ کا مقام نہایت بلند تھا۔ حتیٰ کہ روسائے قریش میں شمار ہوتے تھے خوں بہا کا فیصلہ آپ کے سپرد تھا۔ اس معاملہ میں تمام قریش آپ کے سامنے سر تسلیم خم کرتے تھے۔ جو دو سخا صلہ رحمی مہمان نوازی بردباری و حلم اور صداقت و دیانت آپ کے وہ نمایاں اوصاف تھے۔ جن کا انکار آپ کے بدترین دشمن کفار قریش بھی نہیں کر سکتے تھے۔ قسام ازل نے آپ کو ابتداء ہی سے فطرت سلیمہ قلب و نظر کی پاکیزگی حق کو قبول کرنے والا

دل اور بے پناہ ذکاوت و قطانت عطا فرمائی تھی۔ امام زہری فرماتے ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ جل مجدہ کے بارے میں ساری زندگی میں کبھی شک واقع نہیں ہوا (۱)، آپ نے مشرف باسلام ہونے سے پہلے بھی کبھی شراب نہیں پی (۲)، آپ کو ابتداء ہی سے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا شرف حاصل تھا۔ فیضِ صحبت نے آپ کے دل انور کو ایسا روشن آئینہ بنا دیا تھا جو باطل کے عکس کو کسی صورت میں قبول نہ کرتا تھا۔ اور حق و صداقت کے نور کو بغیر کسی تردد کے قبول کر لیتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب نبی آخر الزمان ﷺ نے آپ کے سامنے پیغام اسلام پیش کیا۔ تو آپ نے فوراً قبول کر لیا اور مردوں میں سب سے پہلے ایمان لائے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دین اسلام اور سید عالم ﷺ کی ناقابل فراموش خدمات انجام دیں۔ جو آپ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ آپ کی دعوت پر ”عشرہ مبشرہ“ میں سے پانچ صحابہ کرام حضرت عثمان غنی، زبیر بن عوام، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم مشرف باسلام ہوئے۔ آپ نے ایسے سات حضرات کو خرید کر آزاد کیا جنہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں تکلیف دی جا رہی تھی، ان ہی حضرات میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ آپ کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ آپ کی چارہ ٹھنیں شرفِ صحابیت سے مشرف ہوئیں۔ یہ فضیلت اور کسی خاندان کو حاصل نہیں ہوئی۔ وہ چارہ ٹھنیں یہ ہیں:

عبداللہ بن اسما بنت ابوبکر بن ابوقحافہ

اسی طرح یہ سلسلہ ہے۔

ابوعتیق بن عبدالرحمن بن ابوبکر بن ابوقحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

آپ کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں۔ جن کی تفصیل کے لئے ایک دفتر بھی ناکافی ہے۔ آپ نے واقعہ معراج کی تصدیق اس اعتماد و ایقان سے فرمائی کہ کفار کی

(۱) امام بن حجر کی: الصواعق المعرفہ، ص ۸۵۔ (۲) ایضاً: ص ۷۵

آرزو میں خاک میں مل گئیں۔ اور مسلمانوں کو نیا جوش و جذبہ حاصل ہوا۔ اسی قوتِ ایمانی کی بناء پر آپ کو ”صدیق“ کا لقب دیا گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے شبِ ہجرت صحابہ کرام میں سے آپ ہی کو رفیقِ سفر منتخب فرمایا۔ اس سفر کے دوران آپ نے خلوص و ایثار اور دوستی کا وہ ریکارڈ قائم کیا کہ ”یارِ غار“ کا لقب ایک مثال بن گیا۔ آپ ہر جہاد میں سید عالم ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے۔ اور جانبازی کا مظاہرہ کیا۔ جب آپ مشرف باسلام ہوئے تو آپ کے پاس چالیس ہزار درہم تھے جو آپ نے سب راہ خداوندی میں صرف کر دئے۔ ۹ ہجری میں نبی اکرم ﷺ نے آپ کو ”امیرِ حج“ مقرر فرمایا۔

یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ حضرت خاتم النبیین، سید المرسلین ﷺ کے رحلت فرمانے کے بعد متفقہ طور پر آپ کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ اور دنیائے اسلام کی مایہ ناز اور مقدس ترین ہستیوں نے آپ کی خلافت کو تسلیم کیا اور بیعت کی، خود حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:۔ نبی اکرم ﷺ نے انھیں ہمارے دین کے لئے اختیار فرمایا۔ (یعنی نماز کی امامت کے لئے) اس لئے ہم نے انہیں اپنے دین کے لیے منتخب کیا (یعنی امامت و خلافت کے لئے) اور یہ امر واقعی ہے کہ آپ میں وہ تمام اوصاف بدرجہ اتم پائے جاتے تھے۔ جو کسی خلیفہ راشد میں ہونے چاہیں۔

(۱) تقویٰ و پرہیزگاری (۲) نبی کریم ﷺ کی سچی محبت

(۳) محبوبیت (۴) اتباع سنت کا کامل جذبہ

(۵) کتاب و سنت کا علم (۶) سیاست

(۷) شجاعت (۸) صداقت، اور (۹) سخاوت

غرض جس وصف میں بھی آپ کو دیکھا جائے۔ اس میں آپ کی حیثیت نمایاں اور نقطہ عروج پر دکھائی دیتی ہے۔ ذیل میں مختصر طور پر ان امور کی وضاحت کی جاتی ہے۔

تقویٰ و برہیزگاری:

ارشادِ ربانی ہے:

وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى وَلَسَوْفَ يَرْضَى (واللیل ۹۲ پ ۳۰/۴۱)

”سب سے زیادہ متقی آگ سے بچایا جائیگا جو اپنا مال پاکیزگی کے لئے دیتا ہے اس پر کسی کا احسان نہیں جس کی جزا دی جائے۔ لیکن اپنے رب اعلیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اور وہ عنقریب راضی ہو جائے گا۔“

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:- مفسرین کا اتفاق ہے کہ ”اتقی“ (سب سے زیادہ متقی) سے مراد ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

دوسری جگہ ارشادِ الہی ہے:-

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىكُمْ (الحجرات پ ۲۶ رکوع ۱۳)

”بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو“

ان آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ابو بکر صدیق تمام صحابہ سے زیادہ متقی ہیں۔ اور جو سب سے زیادہ متقی ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں سب سے زیادہ عزت و فضیلت والا ہے۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ اسی فضیلت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

خاص اُس سائقِ سیرِ قربِ خدا اوحدِ کاملیت پہ لاکھوں سلام
سایہ مصطفیٰ مایہ اصطفیٰ عِز و نازِ خلافت پہ لاکھوں سلام

یعنی اس افضل المخلوق بعد الرسل
اصدق الصادقین سید المتقین
ثانی اشنین ہجرت پہ لاکھوں سلام
چشم و گوش وزارت پہ لاکھوں سلام

محبت و محبوبیت:

نبی کریم ﷺ سے محبت کا یہ عالم تھا۔ کہ تمام عمر اسلام لانے سے پہلے اور بعد آپ کے ساتھ رہے اور وصال کے بعد پہلے رسول مقبول ﷺ میں جگہ ملی۔ حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں نعیمی قدس سرہ فرماتے ہیں:

زیست میں موت میں اور قبر میں ثانی ہی رہے
ثانی اشنین کے اس طرح ہیں مظہر صدیق
امام ترمذی نے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:-

”اللہ تعالیٰ ابو بکر پر رحم فرمائے۔ انہوں نے اپنی صاحبزادی کا نکاح مجھ سے کیا، مجھے دارِ ہجرت (مدینہ منورہ) کی طرف سوار کیا۔ بلال کو اپنے مال سے آزاد کیا اور اسلام میں ابو بکر کے مال کی مثل مجھے کسی مال نے نفع نہ دیا۔“
نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پرورش فرمائی۔ اور اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح ان سے کیا۔ لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی صاحبزادی ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح سید عالم ﷺ سے کیا۔ اور جانی و مالی خدمات میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا۔ حتیٰ کہ خود سرور عالم ﷺ نے اعتراف خدمت کے طور پر فرمایا:

لَيْسَ فِي النَّاسِ أَحَدٌ أَمَنَ عَلَيَّ فِي نَفْسِهِ وَمَالِهِ مِنْ أَبِي
بَكْرٍ ابْنِ أَبِي قُحَافَةَ

(۱) امام حجر مکی: الصواعق المحرقة، ص ۷۱

(۲) مشکوٰۃ شریف، ص ۵۵۶ روایت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

”لوگوں میں کوئی بھی ایسا نہیں جس نے ابو بکر ابن قحافہ سے بڑھ کر ہماری خدمت کی ہو۔“

اقبال نے اسی حدیث کا مضمون اپنے اشعار میں پیش کیا ہے:

آں امن الناس بر مولائے ما
آں کلیم اول سینائے ما
ہستی و کشتِ ملت را چو ابر
ملی اسلام و غار و بدر و قبر

ہجرت کے موقع پر جب غارِ ثور کے پاس پہنچے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: ”حضور! پہلے غار میں میں جاتا ہوں۔“ فَاِنْ كَانَ فِيهِ شَيْءٌ اَصَابَنِي ذُوْنَكَ ”اگر غار میں کوئی موذی ہو تو وہ آپ کو تکلیف نہ دے مجھے دے۔“ چنانچہ غار کے تمام سوراخوں کو بند کر دیا اور ایک سوراخ جو باقی بچ گیا تھا۔ اس پر اپنا پاؤں رکھ دیا۔ مشتاق زیارت سانپ نے تمام راستے بند پا کر آپ کے پائے اقدس پر ڈنک مارا۔ اس وقت نبی کریم ﷺ کے لعاب وہن لگا دینے سے تکلیف دور ہو گئی۔ لیکن وہ زہر ہر سال عود کرتا رہا۔ آخر اسی سے شہادت پائی۔ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں۔

مولیٰ علی نے واری تری نیند پر نماز
اور وہ بھی عمر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
صدیق بلکہ غار میں جاں اُن پہ دے چکے
اور حفظِ جاں تو جانِ فروضِ غُرر کی ہے

آپ کی شانِ محبوبیت اس حدیث سے ظاہر ہے۔ جسے امام بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ”ذات السلاسل“ (ایک جگہ کا نام) کی جنگ سے واپس آئے تو دربار رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا:-

أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ عَائِشَةُ قُلْتُ مِنَ الرِّجَالِ قَالَ أَبُو هَانِئٍ
 ”آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟“ فرمایا: ”عائشہ“ عرض کیا:
 ”مردوں سے؟“ فرمایا: ”اس کا باپ (ابو بکر صدیق)۔“

امام طبرانی حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ
 رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا: ”تم نے ابو بکر کے
 بارے میں کچھ کہا ہے؟“ انہوں نے عرض کیا: ”ہاں“ آپ نے فرمایا: ”کہو میں سنتا
 ہوں۔“ انہوں نے درج ذیل اشعار عرض کئے:

وَتَأْنِي أَثْنِينَ فِي الْغَارِ الْمُنِيفِ
 وَقَدْ طَافَ الْعَنْبُوبِ إِذْ صَعِدَ الْجَبَلَ
 وَكَانَ حَبَّ رَسُولِ اللَّهِ قَدْ عَلِمُوا
 مِنَ الْبَرِيَةِ لِمِيعَدَلٍ بِهِ رَجُلًا

ابو بکر صدیق مقدس غار میں دو میں سے دوسرے تھے۔ جب دشمن
 پہاڑ پر چڑھ کر غار کے گرد چکر لگا رہے تھے۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے محبوب
 تھے۔ لوگ جانتے تھے کہ حضور کسی کو آپ کے برابر قرار نہیں دیتے تھے۔
 یہ سن کر نبی اکرم ﷺ مسکرائے اور فرمایا صَدَقْتَ يَا حَسَانُ هُوَ كَمَا
 قُلْتَ ”اے حسان تو نے سچ کہا وہ اسی طرح ہیں جیسے تم نے کہا۔“

اتباع سُنَّتِ:

نبی اکرم ﷺ نے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک لشکر کا امیر بنا کر
 شام کی سرحد کی طرف روانہ کیا۔ ابھی وہ مقام حشب میں پہنچے تھے کہ سرور دو عالم ﷺ کا
 وصال ہو گیا۔ بہت سے صحابہ کرام کا خیال تھا۔ کہ عرب کے متعدد قبائل کے مرتد ہو جانے
 کی وجہ سے حالات نہایت سنگین ہو گئے ہیں۔ اس لئے اس لشکر کو روانہ نہ کیا جائے اور اگر

اس لشکر کو بھیجا ہی ہے تو حضرت اسامہ (جن کی عمر میں سال سے بھی کم ہے) کی جگہ کسی عمر رسیدہ اور تجربہ کار شخص کو امیر لشکر بنایا جائے، لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کہہ کر بات ختم کر دی کہ ”اگر مجھے یہ خطرہ بھی ہو کہ درندے مجھے چیر پھاڑ ڈالیں گے۔ تب بھی میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔“ جب یہ لشکر کامیاب ہو کر واپس ہوا تو بہت سے لوگوں کو ثابت قدمی نصیب ہوئی، اس سے آپ کی قوت ایمانی اور اتباع رسول کریم ﷺ کے جذبہ کامل کا پوری طرح اندازہ ہو سکتا ہے۔

کتاب وسنت کا علم:

امام احمد ابو داؤد وغیرہا نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ بنو عمرو بن عوف میں آپس میں جنگ ہو گئی، یہ اطلاع نبی اکرم ﷺ کو پہنچی تو آپ ان میں صلح کرانے کے لئے تشریف لے گئے۔ اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا: اگر نماز کا وقت ہو جائے اور میں نہ پہنچوں تو ابو بکر سے کہنا کہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔“ چنانچہ نماز کا وقت ہوا تو حضرت صدیق اکبر نے نماز پڑھائی۔ (۱)

امام بخاری و مسلم حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں۔ کہ جب حضور نور ﷺ کی طبع مبارک ناساز ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا:-

مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ ۚ

”ابو بکر کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھا میں“

اس حدیث کو متعدد صحابہ نے روایت کیا اور ایک حدیث میں ہے:

يَوْمَ الْقَوْمِ أَقْرَأَهُمْ لِكِتَابِ اللَّهِ

”قوم کا امام وہ بنے جو کتاب اللہ کا زیادہ قاری اور زیادہ عالم ہو۔“

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ کرام سے کتاب اللہ کے زیادہ عالم تھے۔ اسی لئے سرورِ دو عالم ﷺ نے اپنی موجودگی میں انہیں

امام بنایا۔ یہ بھی واضح طور پر معلوم ہوا کہ حضرت صدیق اکبرؓ خلافت کے سب سے زیادہ مستحق تھے کیونکہ نماز ارکانِ اسلام میں سے اہم ترین رکن ہے، اسی لئے حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

فَاخْتَرْنَا لِدُنْيَانَا مَنْ اخْتَارَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِدِينِنَا

فَأَدْبَيْتُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ حَقَّهُ، وَعَرَفْتُ لَهُ طَاعَتَهُ۔ (۱)

”جسے رسول اللہ ﷺ نے ہمارے دین (نماز کی امامت) کیلئے

منتخب فرمایا اُسے ہم نے اپنی دنیا (خلافت) کیلئے منتخب کیا۔ لہذا میں نے

ابو بکر کو ان کا حق دے دیا اور میں نے انکی اطاعت کو پہچان لیا۔“

نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرام میں اختلاف پیدا ہوا کہ آپ کو کس جگہ دفن کیا جائے؟ تو حضرت صدیق اکبرؓ نے بیان کیا کہ میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہر نبی کو ان کے وصال کی جگہ دفن کیا گیا۔ چنانچہ تمام صحابہ کرام نے اس پر اتفاق کیا۔ اس سے آپ کی کتاب و سنت پر وسیع نظر کا پتہ چلتا ہے۔

سیاست:

نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد جگہ جگہ سے ارتداد کی خبریں آنے لگیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”بخدا میں اس شخص سے جہاد کروں گا جو زکوٰۃ اور نماز میں فرق پیدا کرے گا۔ (یعنی کسی کا انکار کرے گا) اور اگر کسی شخص نے ایک رسی بھی روک لی جو نبی کریم ﷺ کے زمانہ مبارک میں دیا کرتا تھا، تو میں اس سے بھی جہاد کروں گا۔“ چنانچہ آپ کی مساعی جمیلہ سے فتنہ ارتداد پر پوری طرح قابو پالیا گیا۔ اللہ کے آخر میں نبوت کا جھوٹا دعویدار مسیلمہ کذاب بڑی قوت حاصل کر گیا۔ اور اس نے یمامہ کے مقام پر چالیس ہزار افراد کی فوج جمع کر لی۔ اس کے استیصال کے لئے آپ نے حضرت سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں ایک لشکر بھیجا۔ جس

نے اس فتنے کو موت کی نیند سلا دیا۔ اس موقع پر چونکہ کثیر صحابہ کرام جام شہادت نوش فرما گئے تھے۔ اس لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورے سے حضرت زید بن ثابت کو جمع قرآن پر مامور فرمایا۔ چنانچہ انہوں نے قرآن مجید جمع کر کے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے قرآن مجید کو جمع کرنے کا سہرا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر ہے۔

امت مسلمہ پر آپ کا یہ عظیم الشان احسان ہے ورنہ نہ معلوم آج کتنے لوگ فرائض کا انکار کر چکے ہوتے اور کتنے نبوت کے جھوٹے دعویدار بن چکے ہوتے۔ آپ کے مختصر دورِ خلافت (دو سال چار ماہ) میں مسلمانوں کی قوت میں بے پناہ اضافہ ہوا اور کثیر التعداد شہر فتح ہوئے۔

شجاعت:

امام بزار اپنی مسند میں فاتح خیر اسد اللہ الغالب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے لوگوں سے پوچھا: ”سب سے بہادر کون ہے؟“ حاضرین نے کہا: ”سب سے زیادہ بہادر آپ ہیں۔“ آپ نے فرمایا: ”میں ہمیشہ اپنے برابر کے جوڑ کے ساتھ مقابلہ کرتا رہا ہوں۔ مجھے یہ بتاؤ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟“ حاضرین نے کہا: ”ہمیں علم نہیں ہے۔“ آپ نے فرمایا: ”سب سے بہادر ابوبکر صدیق ہیں۔ کیونکہ جنگ بدر کے دن ہم نے رسول اللہ ﷺ کے لئے ایک چھپر تیار کیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کون رہے گا تا کہ کوئی مشرک ادھر نہ آسکے تو بخدا صرف ابوبکر صدیق تھے جو برہنہ تلوار لے کر پہرہ دیتے رہے جو مشرک اس طرف کا قصد کرتا اُسے روکتے رہے۔ لہذا آپ سب سے زیادہ بہادر ہیں۔“ (۱)

صداقت:

ہجرت کے موقع پر راستے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک کافر

نے پوچھا۔ آپ کے ساتھ کون ہے؟ یہ لمحہ بڑا نازک تھا، اگر آپ صاف بات کہہ دیتے تو خدشہ تھا کہیں کافر حضور ﷺ کو تکلیف نہ پہنچائیں اور اگر صحیح بات نہ کہتے تو آپ کی صداقت پر حرف آتا۔ آپ نے بڑا لطیف و بلیغ جواب دیا۔ فرمایا: زَجُلٌ يُّهْدِيَنِ السَّبِيلَ . (یہ میرے راہبر ہیں) آپ کا مقصد یہ تھا کہ حضور ﷺ و صداقت کے راہنما ہیں اور کافر یہ سمجھا کہ شاید یہ کہیں راہبر کے ساتھ سفر پر جا رہے ہیں، اس طرح یہ مرحلہ بہ حسن و خوبی طے ہو گیا۔

امام حاکم، حضرت نزال بن سبرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ ہم نے امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا۔ ہمیں حضرت ابو بکر صدیق کے بارے میں کچھ بتائیے۔ آپ نے فرمایا: ”ابو بکر وہ ہستی ہیں جن کا نام اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زبان مبارک پر صدیق رکھا۔“ (۱)

سخاوت:

حضرت امیر المؤمنین غیظ المنافقین، عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:-
ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صدقے کا حکم دیا۔ اتفاقاً اس دن میرے پاس بہت سا مال تھا۔ میں نے سوچا آج ابو بکر سے سبقت لے جاؤں گا۔ چنانچہ میں نے نصف مال لا کر پیش کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اپنے گھر والوں کیلئے کیا رکھا؟“ میں نے عرض کیا ”اس کی مثل، اتنے میں ابو بکر اپنا تمام مال لے آئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”ابو بکر! اپنے گھر والوں کے لئے کیا رکھا؟“ انہوں نے عرض کیا: ”اللہ و رسول (جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)“ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”میں نے سوچا میں ان سے کبھی سبقت نہیں لے جا سکتا۔“ اقبال نے حضرت ابو بکر صدیق کے اس قول کا یوں ترجمہ کیا ہے۔

پروانے کو چراغ ہے، بلبل کو پھول بس

صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

آخر میں حضرت امام باقر اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ایک فرمان ملاحظہ ہو۔ جسے دارقطنی نے روایت کیا کہ سالم بن ابی حفصہ (شیعی) کہتے ہیں۔ کہ میں نے ان دونوں حضرات سے شیخین کے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا: ”اے سالم شیخین (ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے محبت رکھ، اور ان کے دشمن سے دُور ہو کیونکہ وہ دونوں ہدایت کے امام تھے۔“ (۱)

یہ خلیفہ رسول اللہ، افضل البشر بعد الانبیاء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و مناقب کی ایک جھلک ہے۔ جس سے اُن کی عظمتِ شان کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ۲۲ جمادی الآخرہ مطابق ۲۳ اگست (۱۳/۶۳۳ء) کی شب مغرب و عشاء کے درمیان ۶۳ برس کی عمر میں زہر کے اثر سے آپ کا وصال ہوا، آپ کو شہادتِ باطنی کا مقام حاصل ہوا۔ اور نبی اکرم ﷺ کے پہلو میں گنبدِ خضراء کے اندر محوِ استراحتِ ابدی ہوئے۔

محمد عبدالکلیم شرف قادری



(۱) الصواعق المکرمۃ: ص ۵۳

مقدمہ:

عقائد و نظریات

از: علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله الذی خلق الانسان و علمه البیان، والصلوة

والسلام علی سید الانس والجان و علی آلہ واصحابہ

ما استدار القمران و تعاقب الملوان

آج جب کہ روس شکست و ریخت سے دوچار ہو چکا ہے سرمایہ داری اور کمیونزم کے تصادم کا خاتمہ ہو چکا ہے لادینی قوتیں اپنے لئے صرف اسلام کو خطرہ محسوس کر رہی ہیں کیونکہ اسلام ہی وہ زندہ و پائندہ دین ہے جو ہر قسم کے حالات میں نہ صرف زندہ رہنے کی صلاحیت رکھتا ہے بلکہ زمانے کے ہر چیلنج کا مقابلہ کرنے کی قوت بھی رکھتا ہے اسلام ہی وہ دین ہے جو بیک وقت دل و دماغ دونوں کو اپیل کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام دنیا بھر میں تیزی سے پھیل رہا ہے اسلام کے اس پھیلاؤ سے خوف زدہ ہو کر یہود، ہنود اور عیسائی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف متحدہ محاذ بنا چکے ہیں ان حالات میں وقت کی اہم ترین ضرورت عالم اسلام کا اتحاد ہے دنیا بھر کے مسلمان اگر سیرہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح متحد ہو جائیں تو دنیا کے کفر کی یلغار ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

عالی سطحی پر اسلامی اتحاد کے لئے ضروری ہے کہ انفرادی سوچ پر اجتماعی فکر کو ترجیح دی جائے باہمی اختلافات کے سلسلے میں وسعت نظری سے کام لیا جائے اپنا موقف کسی پر ٹھونسنے اور فریق مخالف کی کردار کشی کی بجائے معقولیت اور دلائل سے گفتگو کی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ دوریاں کم نہ ہوں غنیمت ہے کہ عالمی سطح پر یہ احساس بیدار ہو رہا ہے۔

یکم ربیع الاول ۱۴۰۹ھ / ۱۹۸۸ء کو جدہ میں عالم اسلام کے وزرائے اطلاعات کی

ایک اہم کانفرنس موتمر اسلامی کے زیر اہتمام منعقد ہوئی جس میں خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد نے خطاب کرتے ہوئے یہ وضاحت کی:

”یہ بات اگرچہ آپ کے نزدیک زیادہ اہمیت نہیں رکھتی، تاہم اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے میں وزارت اطلاعات سے متعلق اپنے بھائیوں اور قلم کاروں کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ اس جگہ (سعودی عرب) وہابی نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔“

جب کوئی شخص سعودی عرب اور یہاں کے باشندوں کی توہین کرنا چاہتا ہے تو انہیں وہابی کہہ کر یاد کرتا ہے، اگر ہم اس نام کو قبول کر لیتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہمارا مذہب اسلامی عقیدے سے الگ ہے۔“

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء عظام کی ذوات کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بنانا اور محفل میلاد کا منعقد کرنا دنیا بھر کے مسلمانوں کا معمول ہے، بعض مشرکوں کے علماء اسے شرک اور کفر قرار دیتے ہیں، چند سال قبل سعودی عرب کے مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن باز کے حوالے سے یہ فتویٰ شائع ہوا کہ محفل میلاد منعقد کرنا کفر ہے، اس کی انہوں نے باقاعدہ تردید کی، جدہ سے شائع ہونے والے روزنامہ المدینہ میں یہ بیان اس طرح شائع ہوا:

بن باز ینفی تکفیر الاحضال بالمولدا لنبوی و قال سماحہ

ان مقالہ الذی نشر و اذیع من قبل أجهزة الإعلام السعودیہ

قبل ایام لم يتضمن هذا الحكم

”بن باز نے محفل میلاد منعقد کرنے کو کفر نہیں قرار دیا، شیخ نے کہا کہ

وزارت اطلاعات کی طرف سے چند دن پہلے نشر کئے جانے والے میرے

بیان میں یہ بات (کہ محفل میلاد منانا کفر ہے) نہیں تھی۔“

شیخ عبداللہ بن باز نے اپنے ایک بیان میں کہا:-

marfat.com

التوسل بحياة فلان او ببركة فلان اوبحق فهذا بدعة

و ليس بشرک

”فلاں کی زندگی فلاں کی برکت یا بحق فلاں سے توسل بدعت ہے

لیکن شرک نہیں ہے۔“

ان بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ تشدد کی بجائے اعتدال کی راہ کی طرف سفر جاری ہے جو خوش آئند بھی ہے اور وقت کا تقاضا بھی ہے۔

بعض لوگوں کا مشغلہ ہی اختلافات کی آگ کو تیز تر کرنا ہے، وہ ملت اسلامیہ کی بھلائی اسی میں تصور کرتے ہیں کہ افتراق کی خلیج کو وسیع سے وسیع تر کر دیا جائے، اس کی نمایاں ترین مثال لاہور کے احسان الہی ظہیر کی تالیف ”البریلویہ“ ہے جو غیر ملکی سرمائے کے بل بوتے پر عربی، اردو اور انگریزی میں شائع کر کے وسیع پیمانے پر دنیا بھر میں تقسیم کی گئی اور غلط بیانی کی بنیاد پر فرقہ واریت کو فروغ دیا گیا۔

احسان الہی ظہیر نے نہ صرف امام اہل سنت و جماعت مولانا احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت کو مجروح کرنے کی کوشش کی، بلکہ یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ وہ ایک نئے فرقے کے بانی تھے، حالانکہ ان کی تصانیف کی کثیر تعداد مطبوعہ حالت میں موجود ہے، جن کے مطالعہ سے کوئی بھی انصاف پسند صاحب علم اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوگا کہ انہوں نے تمام زندگی قرآن و حدیث اور ارشادات ائمہ دین کی روشنی میں مسلک اہل سنت اور مذہب حنفی کی تائید و تبلیغ میں صرف کی ہے۔

امام احمد رضا بریلوی کے علم و فضل اور وسعت نظر کا اعتراف عرب و عجم کے علماء اور دانشوروں نے کیا، احسان الہی ظہیر اس امر کے اعتراف اور اظہار کے لئے بھی تیار نہیں ہیں، آئندہ سطور میں اہل علم و دانش اور مشاہیر کی چند آراء پیش کی جاتی ہیں:

● علامہ اقبال نے امام احمد رضا بریلوی کے بارے میں یہ رائے ظاہر کی:

”وہ بے حد ذہین اور باریک بین عالم دین تھے، فقہی بصیرت میں ان

کا مقام بہت بلند تھا، ان کے فتاویٰ کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور تھے اور پاک و ہند کے کیسے نابغہ روزگار تھے، ہندوستان کے اس دور متاخرین میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ بمشکل ملے گا۔“

● — مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے ۲۸ مئی ۱۹۶۸ء کو ایک پیغام میں کہا:

مولانا احمد رضا خاں صاحب کے علم و فضل کا میرے دل میں بڑا احترام ہے، فی الواقع وہ علوم دینی پر بڑی وسیع نظر رکھتے تھے اور ان کی اس فضیلت کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو ان سے اختلاف رکھتے تھے۔“

● — پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صدر شعبہ عربی، پنجاب یونیورسٹی ایک مقالہ میں لکھتے ہیں:

”فاضل بریلوی دیگر مفتیان بر عظیم پاک و ہند میں ایک نہایت بلند اور منفرد مقام رکھتے ہیں اور ان کے یہ فتاویٰ اپنی عظیم اقاویت کے ساتھ ساتھ ایک ایسی انفرادیت بھی رکھتے ہیں، جو تنوع، ایجاد، جامعیت اور باریک بینی کے علاوہ ایک مصنف کے کمال حسن و وسعت نظر، عمیق بصیرت، ظرافت طبع، اور جزئیات میں کلیات اور کلیات میں جزئیات کو ایک خاص رنگ میں پیش کرنے کی فقیہانہ مہارت سے قاری کی قوت فیصلہ اور قلب و روح کو متاثر کرتی نظر آتی ہے، یہ وہ انفرادیت و امتیاز ہے جو بر عظیم پاک و ہند کے مفتیان عظام کے حصے میں بہت کم کم آیا ہے، مگر ”فتاویٰ رضویہ“ کے مصنف کے ہاں کثرت و مقدار وافر کے ساتھ میسر ہے۔“

فتاویٰ رضویہ کی ایک انفرادیت یہ بھی ہے کہ ان کا فاضل مصنف کوئی عام عالم دین یا محض مفتی و فقیہ نہیں، بلکہ ایک کثیر الجوانب عبقری یعنی در سائل جینیس ہے، اس لئے نہ تو ان کی نظر محض فقہی پہلو پر محدود و مرکوز رہتی

ہے اور نہ ان کی بات میں کسی پہلو کی تفسیحی یا اسے نظر انداز کرنے کا احساس ہوتا ہے بلکہ ان کے انداز بیان سے منقولات اور معقولات کے ہر علم و فن کے تقاضوں کی تسکین ہوتی ہے۔“

امام اہل سنت شاہ احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مخالفین نے انصاف و دیانت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے غلط بیانی سے بھی گریز نہیں کیا، کبھی کہا گیا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف نور مانتے ہیں بشر نہیں مانتے، حالانکہ یہ بات دین کا معمولی فہم رکھنے والا شخص بھی نہیں کہہ سکتا، شاہ احمد رضا بریلوی تو علوم دینیہ کے یکتائے روزگار فاضل تھے انہوں نے تصریح کی ہے کہ:

”جو مطلقاً حضور سے بشریت کی نفی کرے وہ کافر ہے“ قال تعالیٰ:

”قل سبحن ربی هل کنت الا بشرا رسولا“

کبھی یہ کہا گیا کہ وہ قبروں کو سجدہ کرنا جائز قرار دیتے تھے حالانکہ انہوں نے ایک سو سے زائد صفحات پر مشتمل رسالہ لکھا جس کا نام ہے۔ ”الزبدۃ الزکیۃ فی حرمة سجود التحیۃ“ جس میں قرآن پاک کی آیت کریمہ چالیس احادیث اور ڈیڑھ سو تصریحات فقہاء سے ثابت کیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو تعظیماً سجدہ کرنا حرام ہے اور مخالفین کے شبہات کی دجیاں بکھیر دیں۔

کسی قبر کو سجدہ کرنا، اس کے گرد طواف کرنا تو ایک طرف، وہ تو حضور سید عالم ﷺ کے مزار اقدس کو ہاتھ لگانے سے بھی منع کرتے ہیں، ملاحظہ ہو فرماتے ہیں:

”خبردار! جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ خلاف

ادب ہے، بلکہ چار ہاتھ کے فاصلہ سے زیادہ قریب نہ جاؤ، یہ ان کی رحمت کیا

کم ہے کہ تم کو اپنے حضور بلا یا اور اپنے مواجہہ اقدس میں جگہ بخشی؟“

احسان الہی ظہیر نے اہل سنت و جماعت (بریلویہ) کے چند عقائد بڑے مضحکہ خیز

انداز میں اپنی کتاب ”البریلویہ“ میں پیش کئے ہیں اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ

معاذ اللہ! ان عقائد کا قرآن و حدیث اور عقل و نقل سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ بریلویوں کے خود ساختہ عقائد ہیں! الحمد للہ! راقم نے یہ مسائل قرآن و حدیث اور ائمہ دین کے ارشادات بلکہ ان کی اور علماء دیوبند کی مسلم شخصیات کے حوالے سے پیش کئے ہیں ان عقائد کے بارے میں زیادہ سے زیادہ کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ میں انہیں تسلیم نہیں کرتا، لیکن کوئی بھی صاحب علم اور صاحب انصاف و دیانت ان کے ماننے والے کو کافر اور مشرک قرار نہیں دے سکتا، بشرطیکہ غیر جانبدار نہ سوچ کے ساتھ ان مقالات کا مطالعہ کرے، پیش نظر کتاب کی ابتدا میں دنیائے عرب کے عظیم محقق عالم اور بین الاقوامی دینی و مذہبی سکالر علامہ سید یوسف سید ہاشم رفاعی مدظلہ کا مقالہ شامل کیا جا رہا ہے جس کا عنوان ہے:

العلامة الكبير السيد احمد رضا خان في الميزان

اس کے بعد حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری جسٹس سپریم کورٹ کا ایک مقالہ شامل کیا گیا ہے، نیز محقق رضویات حضرت پروفیسر محمد مسعود احمد مدظلہ کے ایک مقالہ ”امام احمد رضا اور رد بدعات“ کا عربی ترجمہ شامل کیا گیا ہے۔

عقائد اہل سنت کے سلسلے میں راقم کے درج ذیل مقالات بصورت ابواب شامل کتاب ہیں:

- ۱۔ الحیاة الخالدة: انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی بعد از وصال زندگی۔
- ۲۔ المعجزة و کرامات الاولیاء: انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت اور تصرفات کی تفصیل۔
- ۳۔ حول مبحث التوسل: مسئلہ توسل کی تحقیق اور مدینہ منورہ میں رہنے والے شیخ ابو بکر جاہد الجزائری کے حضرت بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث توسل پر اعتراضات کے جوابات۔
- ۴۔ التوسل والاستعانة: اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں سے توسل اور استعانت کی تحقیق۔

۵۔ مدینة العلم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نبی اکرم ﷺ کے خدا داد علوم غیبیہ اور اولیائے کرام کے علوم کی بحث۔

۶۔ سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور الحق و اول الخلق: نبی اکرم ﷺ کی نورانیت اور بشریت اور اول مخلوق ہونے کا بیان نیز سرکار دو عالم ﷺ کے جسد اقدس کے بے سایہ ہونے کی تحقیق۔

۷۔ العیب فی رحاب العیب حاد مر و شاهد علی اعمال الامة: روح اعظم ﷺ کی کائنات میں جلا، گری۔

اللہ تعالیٰ اس کوشش کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اہل سنت و جماعت کے مخالفین کے پھیلانے ہوئے پروپیگنڈے اور اختلاف و انتشار کو دور کرنے کا ذریعہ بنائے آمین۔

یاد رہے کہ پاک و ہند اور بنگلہ دیش ہی نہیں دنیا بھر کے مسلمانوں کی اکثریت مسلک اہل سنت و جماعت سے وابستہ ہے ائمہ اربعہ کے مقلدین کی اسلامی دنیا میں غالب اکثریت ہے انہیں نظر انداز کر کے اور طعن و تشنیع کا نشانہ بنا کر اتحاد عالم اسلامی کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا اور کون نہیں جانتا کہ آج ہم اپنی صفوں کے افتراق اور انتشار کو دور کر کے ہی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دنیائے کفر کی یلغار کو روک سکتے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ احسان الہی ظہیر ایسے مخالف پر اعتماد کر کے بریلویوں کو کافر و مشرک قرار دینے کی بجائے براہ راست ان کے لٹریچر کا مطالعہ کیا جائے اور دیانت دارانہ رائے قائم کی جائے۔

احسان الہی ظہیر نے ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء میں ”البریلویہ“ نامی کتاب لکھی اور اس کے مقدمہ میں لکھا کہ میں بریلویوں کے بارے میں کچھ لکھنا نہیں چاہتا تھا۔ کیونکہ یہ فرقہ جہالت کی پیداوار ہے جوں جوں علم پھیلے گا اور جہالت کا خاتمہ ہوگا، اس فرقے کی کوششیں دم توڑ جائیں گی، لیکن میں نے دیکھا کہ ان کی مستعدی اور کوششوں میں تیزی

آرہی ہے اور تین سال قبل انہوں نے ایک بڑی کانفرنس منعقد کی جس میں دنیا کے اکثر ممالک سے بدعت کے حامیوں نے شرکت کی۔

یہ کانفرنس جمعیت العلماء پاکستان نے ویجیلے ہال لندن میں منعقد کی تھی احسان الہی ظہیر نے بڑی چابکدستی سے اس سے فائدہ اٹھایا اور سعودی عرب کے آل شیخ سے تعلق رکھنے والے شیوخ کو یہ تاثر دیا کہ یہ لوگ تمہارے دشمن ہیں، اس طرح مفادات کے حصول کی راہ ہموار کی علماء اہل سنت و جماعت کی ذمہ داری ہے کہ عربی میں لٹریچر شائع کریں اور انہیں بتائیں کہ تم تو اپنے آپ کو حنبلی کہلواتے ہو اور یہ لوگ تقلید کو شرک قرار دیتے ہیں تمہارے اور ان کے درمیان کیا قدر مشترک ہے؟

محمد عبدالکلیم شرف قادری

۱۹۹۸ء

☆☆☆

<http://t.me/Tehqiqat>

تعارف:

حياة الموات في بيان سماع الاموات

از: امام احمد رضا بریلوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء وأشرف

المرسلين وعلى آله وأصحابه أجمعين أما بعد:

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء میں ہندوستان کے

صوبہ یوپی کے مشہور عالم شہر بریلی کے محلہ جسولی میں ایک ایسے علمی اور دینی خاندان

میں پیدا ہوئے جو تقویٰ و طہارت میں معروف تھا، آپ کے والد ماجد مولانا تقی علی

خان قادری اور جد ماجد مولانا علامہ رضا علی نقشبندی رحمہما اللہ تعالیٰ اپنے دور کے اکابر

علماء اور اجلہ اولیاء میں سے تھے، امام احمد رضا خان نے اکثر و بیشتر تعلیم اپنے والد ماجد

سے حاصل کی اور خداداد ذہانت کی بدولت پونے چودہ سال کی عمر میں اس وقت کے

مروج علوم و فنون سے فراغت حاصل کر لی، اسی موقع پر والد ماجد نے انہیں فتویٰ

نویسی کی سند پر بٹھا دیا، جہاں بیٹھ کر انہوں نے دنیا بھر سے آنے والے سوالات کے

جوابات اس ژرف نگاہی اور بالغ نظری سے دئے کہ اپنے پرائے سب ہی عیش کر

اٹھے۔

بہت سے علوم میں انہوں نے ذاتی مطالعہ سے دسترس حاصل کی، جن علوم

میں اللہ تعالیٰ نے انہیں حیرت انگیز مہارت عطا فرمائی ان کی مجموعی تعداد پچاس سے

زیادہ ہے، اور ان علوم میں انہوں نے تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔

۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء میں بائیس سال کی عمر میں اپنے والد ماجد کے ساتھ مارہرہ شریف حاضر ہو کر سند الواصلین حضرت شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہ العزیز کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور والد ماجد سمیت حدیث شریف، تمام علوم اسلامیہ اور جملہ سلاسل طریقت میں اجازت و خلافت سے نوازے گئے۔

۱۲۹۵ھ/۱۸۷۷ء میں والدین کریمین کے ہمراہ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے، حضرت بقیہ السلف سید احمد زینی دحلان مفتی شافعیہ مکہ معظمہ، حضرت شیخ عبدالرحمن سراج مفتی حنفیہ مکہ معظمہ اور شیخ حسین بن صالح جمل اللیل سے حدیث شریف اور دیگر علوم اسلامیہ کی اجازت حاصل کی۔

دوسری دفعہ ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۶ء میں حرمین شریفین کی حاضری کے لئے گئے تو جلیل القدر علماء نے آپ سے حدیث شریف اور علوم اسلامیہ کی سند اور اجازت حاصل کی جن میں سرفہرست علامہ محمد عبدالحی حسنی کتانی تھے جو سند حدیث کے سلسلے میں مرجع عالم ہیں اور جن کی تصنیف فہرست الفہارس، تین جلدوں میں چھپی ہوئی اور شہرہ آفاق ہے۔

انہوں نے ایک ہزار کے قریب تصانیف کا ذخیرہ یادگار چھوڑا، جن میں سرفہرست فتاویٰ رضویہ ہے، قرآن پاک کا ترجمہ ”کنز الایمان“ ہے جو عظمت الوہیت اور مقام رسالت کی پاسداری کے ساتھ قرآن پاک کا بہترین ترجمہ ہے، پانچ جلدوں میں شامی کا حاشیہ ”جد المتار“ ہے جن میں سے دو جلدیں مجمع الاسلامی، مبارکپور سے چھپ چکی ہیں، اس کے علاوہ ان کے عربی، فارسی اور اردو میں تین دیوان ہیں جن میں سے دو جلدوں پر مشتمل اردو نعتیہ دیوان ”حدائق بخشش“ سب

سے زیادہ مشہور و مقبول ہے۔

امام احمد رضا بریلوی اپنے دور میں عرب و عجم کے علمی حلقوں میں متعارف تھے، ان کی رحلت کے بعد چونکہ اہل سنت و جماعت نے عربی لٹریچر کی اشاعت کی طرف توجہ نہیں کی، اس لئے تقریباً اسی سال تک ان کا تعارف دنیائے عرب میں آگے نہ بڑھ سکا، لیکن اس وقت کیفیت بدل چکی ہے اور عرب دنیا میں امام احمد رضا کا نام اور کام تیزی سے متعارف ہو رہا ہے، جامعہ ازہر کے ایک استاذ سید حازم نے ان کا عربی دیوان ”بساتین الغفران“ کے نام سے مرتب کیا، جو ۱۹۹۶ء میں لاہور سے شائع ہوا، مصر کے نامور عالم، ادیب و شاعر ڈاکٹر حسین مجیب مصری نے حدائق بخشش کا منظوم عربی ترجمہ کیا، جو ۱۹۹۹ء میں قاہرہ سے شائع ہوا۔

علامہ مشتاق احمد شاہ الازہری نے ”امام احمد رضا خان و اثرہ فی الفقہ الحنفی“ کے عنوان سے مقالہ لکھ کر ۱۹۹۸ء میں جامعہ ازہر کے ”کلیہ الشریعہ والقانون“ سے ایم فل کی ڈگری حاصل کی، ۱۹۹۹ء میں ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی ازہری نے ”الشیخ احمد رضا خان شاعر عربیاً“ کے عنوان سے مقالہ لکھ کر جامعہ ازہر شریف کے ”کلیۃ الدراسات الاسلامیۃ والعربیۃ“ سے ایم فل کی ڈگری حاصل کی یہ دونوں مقالے لاہور سے شائع ہو چکے ہیں۔

اسلامک یونیورسٹی بغداد کے سابق وائس چانسلر ڈاکٹر محمد مجید السعید نے امام احمد رضا کی عربی شاعری پر ایک کتاب ”شاعر من الہند“ کے نام سے لکھی ہے جو بغداد اور لاہور سے چھپ چکی ہے، بغداد شریف سے آپ کے دو قصیدوں کا

مجموعہ ”قصیدتان رائعتان“ کے نام سے ۲۰۰۲ء میں شائع ہوا ہے جس پر اسلامک یونیورسٹی بغداد کے اسٹاڈنٹ ڈاکٹر رشید عبدالرحمن العیدی نے حواشی لکھے اور سابق وائس چانسلر نے مقدمہ لکھا۔

۲۰۰۵ء میں دارالکتب العلمیہ بیروت سے اسلامی بینکاری کے موضوع پر امام احمد رضا بریلوی کا عربی رسالہ ”کفل الفقیہ الفاہم“ شائع ہوا۔ ۲۰۰۰ء میں امام احمد رضا بریلوی کے ردّ قادیانیت میں لکھے ہوئے تین رسائل کا مجموعہ ”القادیانیۃ“ کے نام سے شائع ہوا، جس پر جامعہ ازہر کے اسٹاڈنٹ ڈاکٹر محمد سید احمد مسیر نے مقدمہ لکھا، ایک رسالہ ”محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین“ کے نام سے شائع ہوا جس پر جمہوریہ مصر کے مفتی ڈاکٹر علی جمہ، ڈاکٹر طہ مصطفیٰ ابو کریشہ اور ڈاکٹر مصطفیٰ محمد محمود نے مقدمہ لکھا، ایک رسالہ ”الفلسفۃ والاسلام“ کے نام سے شائع ہوا، جس پر جامعہ ازہر کے سابق اسٹاڈنٹ ڈاکٹر محی الدین صافی نے مقدمہ لکھا، ۱۹۹۹ء میں ڈاکٹر سید حازم نے ایک یادگاری کتاب ”مولانا الامام احمد رضا خان“ کے نام سے شائع کی جو مصر کے اکابر فضلاء کے مقالات پر مشتمل ہے۔

متحدہ عرب امارات کی وزارت امور اسلامیہ کی طرف سے شائع ہونے والے مجلہ ”منار الاسلام“ کے شمارہ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ مطابق مئی ۲۰۰۲ء میں اسٹاڈنٹ صالح موسیٰ صالح شرف کا حدائق بخشش کے عربی منظوم ترجمہ پر بھرپور تبصرہ شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے ”صفوة المديح في مدح النبي صلى الله عليه وسلم وآل البيت والصحابة والاولياء“ تالیف: الشیخ / محمد احمد رضا القادری،

۹ اور ۱۰ اپریل کو کراچی میں منعقد ہونے والے ”امام احمد رضا انٹرنیشنل سلور جوہلی سیمینار ۲۰۰۵ء میں دمشق کے مفتی اعظم عبد الفتاح البزم اور شیخ محمد عدنان درویش نے امام احمد رضا کے بارے میں دو مقالے پیش کئے، جب کہ دمشق ہی کے دو فضلا کے مقالے موصول ہوئے، یہ تمام مقالے اس سال کے معارف رضا (عربی) میں شائع ہوئے ہیں۔

قاہرہ سے شائع ہونے والے جامعہ ازہر کے ترجمان ہفت روزہ صوت الازہر کے شمارہ ۷/ذیقعدہ ۱۴۲۳ھ میں راقم کا ایک مقالہ ”الامام احمد رضا خان“ کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔

المجمع الاسلامی مبارکپور (انڈیا) کی طرف سے شامی پر امام احمد رضا بریلوی کے حاشیہ ”جد المصار“ کی دو جلدیں بڑے اہتمام کیساتھ عربی ٹائپ پر چھپ چکی ہیں، دمشق (شام) سے چھپنے والے حاشیہ شامی کی چودھویں جلد امام احمد رضا کے حاشیہ کے ساتھ آرہی ہے، انہیں یہ حاشیہ کچھ عرصہ پہلے ہی موصول ہوا ہے۔

رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، کی طرف سے چودھویں صدی کے عظیم فقہی انسائیکلو پیڈیا ”فتاویٰ رضویہ“ کی اٹھائیس جلدیں تخریج، عربی و فارسی عبارات کے ترجمہ اور نئی کتابت کے ساتھ چھپ چکی ہیں، اس کے علاوہ امام احمد رضا بریلوی کی متعدد عربی تصانیف (۱) إنباء الحی (۲) الدولة المکیة (۳) الاجازات المتینة اور (۴) صیقل الرین وغیرہ بین الاقوامی معیار پر شائع کی جا چکی ہیں۔

دنیا ئے عرب میں امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ کے تعارف اور مقبولیت کا

مختصر ساخا کہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا ہے، آفاقی سطح پر آپ کے علمی، فکری اور ادبی کارناموں کے تعارف کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ پاک و ہند کی سترہ یونیورسٹیوں میں آپ کی مختلف جہات پر پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالے لکھے جاتے ہیں، کولمبیا یونیورسٹی، نیویارک، امریکہ سے ایک خاتون ڈاکٹر اوشاسانیال

Devotional Islam and politics in British India (Ahmad

Raza Khan Barellvi and his Movement (1870-1920

سرفروش اسلام اور برطانوی ہندوستان میں سیاست (احمد رضا خان بریلوی اور ان کی تحریک ۱۸۷۰ء-۱۹۲۰ء) کے عنوان پر ڈاکٹریٹ کر چکی ہیں، دو یونیورسٹیوں میں مقالے جمع کروائے جاتے ہیں، اور گیارہ یونیورسٹیوں میں مقالات زیر تکمیل ہیں، یہ صرف ڈاکٹریٹ کے مقالات کی تفصیل ہے، ایم فل ایم ایڈ اور ڈی لٹ کے مقالات اس کے علاوہ ہیں، تفصیل کے لئے دیکھئے: معارف رضا، کراچی شمارہ ۱۳۲۶ھ/۲۰۰۵ء ص ۵۶۳-۳۶۰

اور حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا بریلوی علم و فضل اور تحقیق کی جن بلند یوں پر پہنچے ہیں ان تک ان فضلاء کی ابھی تک رسائی نہیں ہوئی، نہ جانے وہاں تک پہنچنے کیلئے علوم جدیدہ و قدیمہ کے کیسے کیسے فضلاء کو کوہ پیائی کرنا پڑے گی۔

امام احمد رضا بریلوی علم و فضل کا وہ بحر ذخار ہیں کہ جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں اس کا حق ادا کر دیتے ہیں، پیش نظر کتاب ”حیاء الموات فی بیان سماع الاموات“ موت کے بعد زندگی اور اہل قبور کے سننے اور جاننے کے موضوع پر یکتا اور لاجواب

کتاب ہے۔

ماہ رجب ۱۳۰۵ھ میں ایک سوال اور اس کی ساتھ ہی ایک مفتی کا جواب امام احمد رضا بریلوی کی خدمت میں حاضر کیا گیا، سوال کا خلاصہ یہ تھا کہ: ”کیا کسی بزرگ کے مزار پر حاضر ہو کر ان سے یہ درخواست کرنا جائز ہے کہ آپ چونکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے مقبول ہیں، اس لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری فلاں حاجت پوری فرمادے؟“

اس دور کے ایک مفتی نے فتویٰ دیا کہ ایصالِ ثواب تو مستحب اور مسنون ہے، لیکن صاحبِ قبر سے دعا کی درخواست کرنا جائز نہیں، زائر اور صاحبِ قبر کے درمیان متعدد دُپروے حائل ہیں، صاحبِ قبر سے سوال کرنے کا مطلب یہ ہے کہ سائل اسے علی الاطلاق سمیع و بصیر سمجھتا ہے اور یہ عقیدہ کم از کم شائبہ شرک سے خالی نہیں۔

امام احمد رضا بریلوی نے اس سوال کا مبسوط جواب لکھا اور مفتی مذکور کا نام صیغہ راز میں رکھ کر ان کے جواب کی دھجیاں بکھیر دیں۔ وہ امت مسلمہ میں رائج جائز اور مستحسن معمولات کی قرآن و حدیث اور ارشادات علماء کی روشنی میں حمایت کرتے ہیں اور جو امور اسلام کی تعلیمات کے خلاف پیدا ہو چکے ہوں ان کی سختی سے ممانعت کرتے ہیں۔

انہوں نے جواب کو تین مقاصد پر تقسیم کیا:

مقصد اول میں مفتی مذکور کے فتوے پر بصورت سوالات (۳۵) اعتراضات کئے۔
مقصد دوم میں اہل قبور کے سننے اور جاننے پر ساٹھ احادیث پیش کیں۔

مقصد سوم کو دو نوع پر تقسیم کیا:

پہلی نوع میں صحابہ کرام، تابعین عظام اور ائمہ اسلاف کے دو سو اقوال پیش کئے۔

دوسری نوع میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کے خاندان کے ایک سو پانچ اقوال پیش کئے۔

اس طرح مجموعی طور پر چار سو کا عدد مکمل ہو گیا۔

اس کتاب کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا سے رخصت ہونے کے بعد اور قیامت کے قائم ہونے سے پہلے دور کو عالم برزخ کہا جاتا ہے، اس عالم میں انسان محض بے جان پتھر نہیں ہوتا، بلکہ روح زندہ رہتی ہے اور اس کا اپنے جسم کے ساتھ خصوصی تعلق ہوتا ہے، اس کے افعال مثلاً دیکھنا، سننا، بولنا، سمجھنا، آنا، جانا، چلنا، پھرنا سب بدستور برقرار رہتے ہیں، بلکہ موت کے بعد اس کی قوتیں مزید صاف اور تیز ہو جاتی ہیں۔

اہل سنت و جماعت کے نزدیک تمام اموات کی حیات برزخی ثابت ہے، خواہ وہ مسلمان ہوں یا کافر، اولیاء کرام، شہداء عظام اور صدیقین کی حیات ان سے بلند و بالا ہے، اور انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات تو کہیں ارفع و اعلیٰ ہے، لہذا اگر کوئی شخص اللہ کے محبوب و مقبول اصحاب کے مزارات سے یہ درخواست کرے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں کہ وہ میری حاجت پوری فرمادے تو اس میں شرک کا کوئی پہلو نہیں ہے۔

یہ جواب مکمل ہونے کے بعد ماہ رجب ۱۳۰۵ھ میں ہی مفتی مذکور کو بھجوا دیا گیا، لیکن ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا، یہاں تک کہ وہ ماہ شوال ۱۳۱۲ھ میں

وفات پاگئے۔

۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء کو امام احمد رضا بریلوی دارقانی سے رحلت فرما گئے،

لیکن ان کی تعلیمات جو اسلام ہی کی ترجمان ہیں زندہ و فروزاں ہیں اور ان کی محبت ان گنت مسلمانوں کے دلوں میں جگمگا رہی ہے، پاک و ہند اور دیگر ممالک میں سینکڑوں ادارے ان کے نام سے وابستہ ہیں، سال بہ سال صفر کے مہینے میں یوم رضا (عرس) مناتے ہیں اور اسلام کی تعلیمات پھیلا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کی جوت لا تعداد دلوں میں جگا رہے ہیں۔

رحمہ اللہ تعالیٰ و قدس سرہ۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

۹ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ

لاہور

۱۹ اپریل ۲۰۰۵ء

تقدیم

① برکات الامداد لاهل الاستمداد
② اَنْوَارُ الْاِنْتِبَاهِ فِي حِلِّ نِدَاءِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ
صَلِيَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ

امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ

یہ دونوں رسائل حال ہی میں رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور نے شائع کئے ہیں، ان کی ابتداء میں بطور تقدیم راقم کا ایک مقالہ شامل کیا گیا ہے، جس کا عنوان ہے ”استعانت“ اس کے آخر میں یہ چار صفحے بھی شامل ہیں، چونکہ مقالہ مذکورہ ”استعانت“ راقم کی کتاب ”عقائد و نظریات“ میں چھپ چکا ہے، اس لئے اسے اس جگہ مقدمات رضویہ میں شامل نہیں کیا گیا، البتہ اس کے بعد جو اضافہ تھا وہ اس جگہ شامل کیا جا رہا ہے۔

آئندہ صفحات میں امام احمد رضا خاں بریلوی کے دور سہ ماہی کے پیش کئے جا رہے ہیں جن کا تعلق مسئلہ استعانت اور ندائے یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان دونوں رسالوں کا آغاز ہے۔

(۱) برکات الامداد لاهل الاستمداد (۱۳۱۱ھ)

آج بھی اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں انبیاء و اولیاء کرام سے مدد طلب کرنے کی بات چھیڑ کر فوراً یہ آیت کریمہ پیش کر دی جاتی ہے ”وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ“ ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں اور یہ ضرورت ہی نہیں سمجھتے کہ ہم علماء اور مفسرین سے اس کا مطلب ہی پوچھ لیں۔ ۱۳۱۱ھ میں سہوان سے ایک صاحب نے یہی سوال امام

احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بھیج دیا، انہوں نے جواب میں ایک مختصر مگر جامع رسالہ تحریر فرما دیا۔

انہوں نے فرمایا کہ مخلوق کے کسی فرد سے مدد مانگنے کی دو صورتیں ہیں:

(۱) — یہ عقیدہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی امداد کے بغیر خود امداد کر سکتا ہے۔

اس معنی کے اعتبار سے استعانت اور استمداد بے شک شرک ہے، لیکن کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی نبی یا ولی اللہ تعالیٰ کی عطا کے بغیر بھی امداد کر سکتا ہے۔

(۲) — امداد تو اللہ تعالیٰ کی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کا محبوب اور مقبول بندہ فیض الہی پہنچنے کا واسطہ ہے۔

یہ یقینی طور پر حق ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ** "اللہ کی بارگاہ میں پہنچنے کے لیے وسیلہ تلاش کرو۔"

اس تمہید کے بعد آیت کریمہ **وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ** "کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ حقیقی استعانت اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، مخلوق کے کسی فرد سے جائز نہیں، جب کہ دوسری قسم کی استعانت مخلوق سے جائز ہے، یہی معنی علامہ اسمعیل ہنقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر روح البیان میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تفسیر عزیزی میں اور مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے تفسیر عثمانی میں بیان کیا ہے۔

یہی مطلب حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس مصرع کا ہے کہ:

نداریم غیر از تو فریادرس

اور یہی مطلب حضرت نظامی گنجوی کے اس شعر کا ہے

بزرگا بزرگی دہا بے کم — توئی یاوری بخش و یاری رسم

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے ایک نکتہ یہ بیان کیا کہ مخالفین کا یہ فرق کرنا کہ قریب سے مدد مانگنا جائز ہے، دور سے مدد مانگنا شرک ہے، یا زندہ سے مدد مانگنا جائز ہے اور وفات یافتہ شخصیت سے مدد مانگنا شرک ہے، محض سینہ زور ہی ہے، ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ بے نیاز صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، مطلقاً بے نیاز مان کر کسی سے مدد مانگنا شرک ہے خواہ وہ قریب ہو یا بعید، زندہ ہو یا فوت ہو چکا ہو۔ ہم اس کے قائل نہیں کہ استمداد فلاں سے جائز اور فلاں سے شرک ہے، بلکہ جس معنی کے اعتبار سے شرک ہے اس معنی کے اعتبار سے کائنات کے کسی فرد سے استمداد جائز نہیں یہ وہ نکتہ ہے جو مخالفین کی سمجھ میں نہیں آتا۔

پھر آپ نے قرآن پاک کی دو آیتیں اور ۱۳۳ احادیث پیش کیں جن میں مخلوق سے مدد مانگنے کا حکم دیا گیا ہے، آخر میں علماء ملت اسلامیہ کے اقوال پیش کر کے مسئلے کو نصف النہار سے زیادہ واضح کر دیا ہے۔

(۲) **أَنْوَارُ الْأَنْبِيَاءِ فِي حَلِّ نِدَاءِ يَارَسُولَ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْكَ وَسَلَّمَ)**

اس رسالے میں امام احمد رضا بریلوی نے احادیث مبارکہ اور سلف صالحین علمائے کرام کے ارشادات کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ ”الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ“ یا ”أَسْئَلُكَ الشَّفَاعَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ“ کہنا جائز ہے۔

ان دو رسائل کے علاوہ اسی موضوع پر امام احمد رضا کے درج ذیل رسائل

بہت اہم ہیں:

(۱) — حَيَاثُ الْأَمْوَاتِ فِي بَيَانِ سَمَاعِ الْأَمْوَاتِ

(۲) — الْإِهْلَالُ بِفَيْضِ الْأَوْلِيَاءِ بَعْدَ الْوَصَالِ

(۳) — الْأَمْنُ وَالْعُلَىٰ لِنَاعِي الْمُصْطَفَىٰ بِدَافِعِ الْبَلَاءِ

(۴) — سُلْطَنَةُ الْمُصْطَفَىٰ فِي مَلَكُوتِ كُلِّ الْوَرَىٰ

(۵) — أَنْهَارُ الْأَنْوَارِ مِنْ يَمِ صَلَاةِ الْأَسْرَارِ

(۶) — أَزْهَارُ الْأَنْوَارِ مِنْ صَبَا صَلَاةِ الْأَسْرَارِ

اسی موضوع پر حال ہی میں ایک کتاب ”مِصْبَاحُ الظِّلَامِ“ عربی میں چھپی ہے جو آج سے ساڑھے سات سو سال پہلے ”الترغیب والترہیب“ کے مصنف علامہ امام عبدالعظیم منذری کے شاگرد محدث جلیل امام محمد بن موسیٰ مزالی مراکشی نے لکھی تھی، راقم نے اس کا اردو ترجمہ ”پکارو یا رسول اللہ“ (صلی اللہ علیک وسلم) کے نام سے کیا ہے، پلے باندھنے والا نکتہ یہ ہے کہ توحید یہ نہیں کہ ”اللہ کو مانو اور کسی کو نہ مانو“ بلکہ توحید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں اور خصوصاً سید الانبیاء حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم کے توسل سے یہ ایمان رکھو کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے، مستقل بالذات ہے، ہر کسی سے بے نیاز ہے کسی کا محتاج نہیں کائنات کا ایک ایک ذرہ اپنے وجود میں بھی اس کا محتاج ہے اور اپنی بقاء میں بھی اس کا محتاج۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

مدیر المکتبۃ القاوریۃ، لاہور

۲۲ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ

۳۱ مئی ۲۰۰۵ء

باب نمبر ۴

ادبیات

<http://t.me/Tehqiqat>

۴۔ ادبیات

نمبر شمار	عنوان	مصنف	مطبوعہ	سن
۱۔	سلام رضا	امام احمد رضا خاں بریلوی	لاہور	۱۹۸۳ء
۲۔	شرح سلام رضا	مفتی محمد خاں قادری	لاہور	۱۹۹۳ء
۳۔	شرح حدائق بخشش	علامہ فیض احمد اویسی	لاہور	۱۹۹۶ء
۴۔	بساتین الغفران	سید حازم محمد احمد الحقوٹ	لاہور	۱۹۹۷ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ:

سلام رضا

از: امام احمد رضا خاں بریلوی

علوم دینیہ میں تبحر اور سخنوری میں کمال کا اجتماع بہت کم حضرات کو میسر ہوا ہے۔ حضرت رومی، جامی، سعدی، بوصری اور امیر خسرو کے قافلہ عشق و محبت کے حدی خوان حضرت رضا بریلوی بیک وقت عبقری فقیہ، بے مثال محدث، اسرار قرآن کے عارف، رموز دین کے شناسا، امت مسلمہ کے بہی خواہ مفکر اور بارگاہ رسالت کے سحر بیان نعت گو شاعر تھے۔

ان کے ہاں آمد ہے، سوز و گداز ہے، شوکتِ الفاظ اور شکوہ بیان ہے۔ ان کی خصوصیت یہ ہے کہ تمام اصنافِ سخن میں سے محبوبِ کبریا، علیہ التحیۃ والثناء کی نعت اور اولیاء کرام کی منقبت کو اپنایا اور اس میدان کی نزاکتوں اور آداب کو اس طرح نبھایا کہ باید و شاید اللہ تعالیٰ نے ان کے کلام کو وہ مقبولیت عامہ عطا فرمائی کہ پاک و ہند کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی آپ کا کلام محبت و عقیدت سے پڑھا اور سنا جاتا ہے، بڑے بڑے شعراء اور ادیب آپ کے کلام کا مطالعہ کر کے بے ساختہ داد و تحسین پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

ذیل میں چند تاثرات پیش کئے جاتے ہیں:

● سب سے پہلے ایک ہندو صحافی مدبرینت روزہ بھجن (پٹنہ) کا تاثر ملاحظہ ہو:

”مجھے رام چندر کی قسم! گزشتہ دنوں مدرسہ دیوبند میں، میں نے

دیوبندی حضرات کے فریق مخالف کے رہنما مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی

نعتیہ شاعری پر حدائق بخشش نامی کتاب دیکھی تو حیران و ششدر ہو کر رہ گیا کہ یہ دیوبندی حضرات مولانا احمد رضا خاں کو کافر کہتے ہیں اور اسے گالیاں دیتے ہیں مگر اس کے برعکس مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ مولوی احمد رضا خاں کا ایک شعر علم و ادب کا مرقع ہے اور حدائق بخشش ایک گنجینہ حق ہے کہ جسے اہل ادب اگر اپنا اثاثہ حیات سمجھیں تو بجا ہے۔ (۱)

● — جناب رئیس امر و ہوی لکھتے ہیں:۔

”ان کی تصانیف نثر اور ان کی شاعری کیف و سرور سے لبریز ہے۔ جس سے عجب طرح کا انشراح صدر ہوتا ہے۔ روح پر اہترازی کیفیت طاری ہو جاتی ہے وہ اک صوفی باصفا اور عالم جلیل تھے ایسی کم یاب شخصیتیں تاریخ ساز بھی ہوتی ہیں، عہد آفریں بھی۔“ (۲)

● — حافظ لدھیانوی لکھتے ہیں:

”ان کی گفتگو کا محور ان کے کلام کا رنگ ان کی سوچ کا انداز ان کے فکر کا مرکز عشق رسول اور صرف عشق رسول تھا، میں تو سمجھتا ہوں کہ ان کے پیکر پر عشق مصطفیٰ کی قبا اس آئی۔“

● — ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان سابق صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی لکھتے ہیں:

”مولانا احمد رضا خاں صاحب غالباً واحد عالم دین ہیں جنہوں نے اردو نظم و نثر دونوں میں اردو کے بیسار محاورات استعمال کئے ہیں اور اپنی علیست سے اردو شاعری میں چار چاند لگائے ہیں وہ عشق رسول (ﷺ) ہی کو اصل تصوف سمجھتے تھے۔“ (۳)

(۱) محمد مسود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: افتتاحیہ، خیابان رضا، مطبوعہ عظیم پبلی کیشنز، مالاہور، ۹ مئی ۲۳

(۲) محمد مرید احمد چشتی: خیابان رضا، ۶۵

(۳) ایضاً: م ۷۷

● حضرت نظیر لدھیانوی ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

”مولانا کو شیریں زبانی کے اعتبار سے اہل زبان پر سبقت حاصل ہے اور بیان میں ندرت ہے۔ اس دور میں داغ، امیر، حالی، اکبر اور داغ و امیر کے تلامذہ کی زبان، سلاست، سادگی اور محاورہ کے اعتبار سے مسلم تھی، مولانا کی زبان، شگفتگی اور روانی میں ان اساتذہ کی زبان سے کسی طرح بھی کم نہیں۔“ (۱)

● پروفیسر علی عباس جلاپوری لکھتے ہیں:-

”حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی نے فارسی اور اردو میں بے مثال نعتیں لکھی ہیں جن کے بغیر درود و سلام کی کوئی محفل گرمائی نہیں جاسکتی ان کا ایک ایک لفظ عشق رسول میں بسا ہوا ہے اور انہیں سن کر سامعین کے دل، عشق رسول سے سرشار ہو جاتے ہیں۔ ادبی لحاظ سے بھی یہ نعتیں حسن بیان کے اچھوتے نمونے ہیں۔“ (۲)

● جناب سید شان الحق حقی لکھتے ہیں:-

”بہترین ادبی تخلیقات وہی ہیں جو زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لیے روحانی سرور اور اخلاقی بصیرت کا ذریعہ ہوں۔ میرے نزدیک مولانا کا نعتیہ کلام ادبی تنقید سے مبرا ہے، اس پر کسی ادبی تنقید کی ضرورت نہیں، اس کی مقبولیت اور دلپذیری ہی اس کا سب سے بڑا ادبی کمال اور مولانا کے شاعرانہ مرتبہ پر دال ہے۔“

حسن تاثیر کو صورت سے نہ معنی سے غرض
شعر وہ ہے کہ لگے جھوم کے گانے کوئی ۳

(۱) محمد مرید احمد چشتی: جہانِ رضا، مطبوعہ مرکزی مجلسِ رضا، لاہور ص ۲۲

(۲) ایضاً: ص ۱۰۹

(۳) ایضاً: ص ۱۹۳

خصوصاً بارگاہ رسالت میں لکھے گئے سلام رضا کو تو وہ آفاقی مقبولیت حاصل ہوئی ہے کہ کسی سلام کو حاصل نہ ہو سکی شاید ہی کیفِ محبت سے آشنا کوئی شخص ایسا ہوگا جسے اس سلام کے دو چار اشعار یاد نہ ہوں۔“

●— جناب عابد نظامی لکھتے ہیں:

”مولانا کا مشہور و مقبول سلام ‘مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام’ ہر شخص نے کئی کئی بار سنا ہوگا اور بقول پروفیسر یوسف سلیم چشتی ہندو پاک میں شاہد ہی کوئی عاشقِ رسول ایسا ہوگا۔ جس نے اس سلام کے دو چار شعر حفظ نہ کر لئے ہوں۔ بلاشبہ یہ سلام سلاست، روانی، تسلسل، شاعرانہ حسن

کاری اور والہانہ پن کی وجہ سے اردو کا سب سے اچھا سلام ہے۔“ (۱)

ماضی قریب میں کئی دفعہ ایسا ہوا کہ ایک کلام یک دم آسمانِ شہرت پر پہنچ گیا۔ لیکن رفتہ رفتہ اس کی مقبولیت ماند پڑنے لگی جبکہ امام احمد رضا بریلوی کے کلام کی مقبولیت روز افزوں ترقی پر ہے، اسے سوائے اس کے کیا کہا جائے کہ یہ سلام و کلامِ خدا اور رسول کی بارگاہ میں مقبول ہو چکا ہے، جل و علیٰ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سلام رضا میں پیکرِ حسن و جمال، محبوبِ ربِّ ذوالجلال صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ جمیلہ، شمائلِ حمیدہ، جو دو عطا اور عظمت و جلالت کو اس حسین پیرائے میں ذکر کیا گیا ہے کہ ہر مصرع ایمان کو تازگی بخشتا، اور روح کو معطر کرتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ اس کے بعد اہل بیت کرام اور صحابہ عظام کی بارگاہ میں عقیدت و محبت میں ڈوب کر سلام عرض کیا گیا ہے۔ پھر ائمہ مجتہدین اور اولیائے کاظمین، خصوصاً سیدنا غوثِ اعظم کے دربار میں سلامِ نیاز کی ڈالیاں پیش کی ہیں اور آخر میں بارگاہِ خداوندی میں دعا کی ہے کہ بارگاہ! جس طرح ہم دنیا میں تیرے حبیبِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شوکت کے ڈنکے بجاتے ہیں، اسی طرح روزِ قیامت بھی ہمیں نعت اور سلام کے نغمے پیش کرنے کی سعادت عطا فرما۔ آمین!

(۱) عبدالنبی کوکب، مولانا: مقالاتِ یومِ رضا (دائرۃ المصنفین، لاہور) ج ۱ ص ۱۴۲

آداب سلام:

محبوب رب العالمین ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ صلوٰۃ و سلام پیش کرتے وقت چند امور پیش نظر رہنے چاہئیں:

۱۔ انتہائی خلوص و محبت اور ادب و احترام سے با وضو سلام عرض کیا جائے، عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس میں بھی یہی اہتمام ہونا چاہیے۔

۲۔ سلام عرض کرتے وقت آواز حد اعتدال سے زیادہ بلند نہ ہو، حبیب خدا ﷺ

خدا داد قوت سے خود بھی اہل محبت کا درود و سلام سنتے ہیں اور فرشتے بھی ہم غلاموں

کا ہدیہ صلوٰۃ و سلام بارگاہِ ناز میں پیش کرتے ہیں۔ اس لیے شعوری طور پر کوشش کی

جائے کہ آواز چلانے کی حد تک بلند نہ ہو۔ بعض لوگ سرے سے بلند آواز سے

صلوٰۃ و سلام پیش کرنے کو ہی پسند نہیں کرتے اور بہ طور دلیل آیت مبارکہ

لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ اس آیت

کا معنی یہ ہے کہ ”تم اپنی آواز نبی کی آواز سے بلند نہ کرو۔“ ظاہر ہے کہ یہ حکم ان

حضرات کے لیے ہے جو سرکارِ دو عالم ﷺ سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل کر

رہے ہوں، یہ نعمتِ عظیمہ ہم خفتہ بختوں کو کہاں میسر ہے؟

۳۔ تلفظ صحیح ہونا چاہئے اور بہتر یہ ہے کہ نعت خواں حضرات کسی صاحبِ علم کو سنا کر

اطمینان کر لیا کریں۔

۴۔ اشعار کی ترتیب ملحوظ رکھی جائے۔ پہلے بارگاہِ رسالت میں سلام عرض کیا جائے،

پھر اہل بیت، صحابہ اور اولیاء کی بارگاہ میں سلام عرض کیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ اول

آخر اور درمیان جہاں سے کوئی شعر یاد آیا پڑھ دیا۔

۵۔ یہ بھی احتیاط کریں کہ امام احمد رضا بریلوی ہی کا کلام پڑھیں ایسا نہ ہو کہ درمیان

میں غیر ذمہ دار شعرا کا کلام پڑھنا شروع کر دیں۔

۶۔ معراج شریف، میلاد پاک، اہل بیت اور صحابہ کے ایام ہوں یا گیارہویں شریف کی محفل، دیگر اشعار کے علاوہ موقع کے مناسب اشعار بھی پڑھے جائیں۔

۷۔ عربی میں لفظ صلوة، درود شریف کے معنی میں آتا ہے۔ سلام پڑھتے وقت ایسے اشعار بھی پڑھے جائیں جن میں درود کا ذکر ہے۔ تاکہ صَلُّوا عَلَيْهِ وَ مَلِّمُوا کی تعمیل میں درود اور سلام دونوں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو جائے۔

مثلاً: عرش کی زیب و زینت پہ عرشی درود

فرش کی طیب و نزہت پہ لاکھوں سلام

۸۔ حدیث شریف میں امام کے لیے ہدایت ہے کہ بیمار اور صائب حاجت کا خیال رکھا جائے اور مقدار مسنون سے زیادہ طویل قراءت نہ کی جائے۔ بہتر ہے کہ یہی ہدایت سلام میں بھی ملحوظ رہے اور زیادہ اشعار نہ پڑھے جائیں تاکہ زیادہ سے زیادہ اہل محبت ذوق و شوق سے شرکت کر سکیں۔

مسجد رضالاہور کے اجلاس ایک گھنٹے سے زیادہ طویل نہیں ہوتے، تلاوت کے بعد ایک نعت اور اس کے بعد ایک تقریر ہمارے جلسوں میں اس بات کا بھی اہتمام ہونا چاہیے تاکہ سامعین اکتاہٹ محسوس نہ کریں۔

جناب محمد الیاس قادری، مائچسٹر انگلینڈ نے ورلڈ اسلامک مشن کی طرف سے فوٹو آفسیٹ کتابت اور انگریزی ترجمہ کے ساتھ سلام رضا کی اشاعت کی تھی، اسی کتابت سے مجلس رضانی سلام شائع کیا ہے، جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اراکین مجلس موصوف کی کرم فرمائی کے شکر گزار ہیں۔

محمد عبدالکیم شرف قادری

۳ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ

۲۷ دسمبر ۱۹۸۴ء

☆☆☆☆

پیش لفظ:

شرح سلام رضا

از: مفتی محمد خاں قادری

ایک دفعہ ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ نے تجویز پیش کی تھی کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کے مشہور زمانہ سلام کی شرح لکھی جائے اس طرح ایک تو عوام و خواص کو سلام رضا کے سمجھنے میں تندرستی ملے گی دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ امام اہل سنت کے بیان کردہ حقائق پر مبنی سیرت طیبہ کی مستند کتاب تیار ہو جائے گی۔

وفاتی وزیر نشریات و اطلاعات مولانا کٹر نیازی لکھتے ہیں:

”میں اگر یہ کہوں کہ یہ سلام اردو زبان کا قصیدہ بردہ ہے تو اس میں ذرہ بھر بھی مبالغہ نہ ہوگا۔ جو زبان و بیان جو سوز و گداز جو معارف و حقائق قرآن و حدیث اور سیرت کے جو اسرار و رموز انداز اسلوب میں جو قدرت و عظمت اس سلام میں ہے وہ کسی زبان کی شاعری کے کسی شہ پارے میں نہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ اہل قلم نے اس جانب توجہ نہیں دی ورنہ اس کے ایک ایک شعر کی تشریح میں کئی کئی کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔“

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ کے مشورے کے مطابق چند نوجوان فضلاء نے تنظیم المدارس (اہل سنت) پاکستان کے درجہ عالیہ کے امتحان کے لئے ”سلام رضا“ کی شرح لکھ کر مقالہ پیش کیا اور امتحان میں کامیابی حاصل کی تاہم ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ کوئی وسیع المطالعہ اور منجھا ہوا قلم کار اس موضوع پر قلم اٹھائے اور شرح کا حق ادا

(۱) احمد رضا خاں بریلوی، امام: ایک ہمہ جہت شخصیت، ص ۱۱

کرے۔ حضرت علامہ مولانا شمس الحسن شمس بریلوی مدظلہ (کراچی) نے راقم کو حکم دیا کہ تم یہ کام کرو قرعہ قال تمہارے نام نکلا ہے راقم نے انہیں عرض کیا کہ ایک تو یہ فقیر کئی ضروری کاموں میں مصروف ہے، معذرت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ہمارے جواں سال اور عالی ہمت دوست مولانا مفتی محمد خاں قادری سلام رضا کی شرح لکھنے میں مصروف ہیں، ان کے بعد اس عنوان پر مزید کام کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی، الحمد للہ العظیم! کہ مفتی صاحب نے برق رفتاری کے ساتھ یہ کام مکمل کر لیا ہے اور سلام رضا کی شرح قارئین کرام کے ہاتھوں تک پہنچ گئی ہے۔

مفتی محمد خاں قادری اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رضا و خوشنودی کے بلند ترین مقام تک پہنچائے، اور رب کائنات کے حبیب اکرم سرور دو عالم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں انہیں شرف قبولیت نصیب ہو، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے فارغ التحصیل، جامع مسجد رحمانیہ شادمان، لاہور کے خطیب اور جامعہ اسلامیہ سمن آباد لاہور کے شیخ الجامعہ اور حضرت سلطان باہو ٹرسٹ کے سینئر وائس چیئرمین ہیں۔

مفتی محمد خاں قادری پڑھنے لکھنے کا اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں، ان کی متعدد تصانیف زیور طبع سے آراستہ ہو کر مارکیٹ میں آچکی ہیں اور ارباب علم سے خراج عقیدت حاصل کر چکی ہیں۔

ان کی تصانیف و تالیفات کے نام یہ ہیں:-

۱۔ شاہکار ربوبیت:

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ کے اعضاء شریفہ کا حسن و جمال اور لطف و کمال صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نظر میں۔

۲۔ درر رسول کی حاضری:

مکہ مکرمہ کے نامور محدث اور فاضل ڈاکٹر سید محمد علوی مالکی کی تصنیف شفاء الفؤاد
بزیارۃ خیر العباد کا اردو ترجمہ۔

۳۔ ذخائر محمدیہ:

نبی اکرم ﷺ کے فضائل و کمالات کے موضوع پر علامہ سید محمد علوی مالکی کی معرکہ
الآراء تصنیف الذخائر الحمد یہ کا اردو ترجمہ

۴۔ امتیازات مصطفیٰ (ﷺ)

حضور سید عالم ﷺ کے اوصاف مختصہ کا تذکرہ علامہ خلیل ابراہیم ملا خاطر کی
تصنیف ”عظیم قدرہ و رفیعہ مکاتہ عند ربہ“ کا ترجمہ

۵۔ ایمان والدین مصطفیٰ (ﷺ)

۶۔ محفل میلاد علماء امت کی نظر میں

۷۔ محفل میلاد پراعتراضات کا علمی جائزہ

۸۔ حضور (ﷺ) بحیثیت تحریکی قائد

۹۔ معارف الاحکام (اصول فقہ)

۱۰۔ منہاج النحو

۱۱۔ منہاج المنطق

۱۲۔ سلام اعلیٰ حضرت کی تشریح

۱۹۸۷ء میں ماہنامہ ”منہاج القرآن“ کا اجراء کیا گیا تو طے پایا کہ حضور
سید کائنات ﷺ کی صورت کریمہ اور سیرت طیبہ سے متعلق ”اسوہ حسنہ“ کے عنوان سے
مستقل کالم شروع کیا جائے اور اس کالم کی ذمہ داری مفتی محمد خاں قادری زید مجدہ کے
سپر و کی گئی۔

مفتی محمد خاں قادری کی خوش قسمتی یہ ہے کہ سرکارِ دو عالم رحمت مجسم ﷺ کی محبت

و عقیدت سے سرشار ہیں، کئی دفعہ حرمین شریفین کی حاضری کا شرف حاصل کر چکے ہیں اور ہر دفعہ ان کے اس جذب و جنوں میں اضافہ ہی ہوا ہے، ان کی حالت کسی بزرگ کے ارشاد کے مطابق یہ ہے:

ہمہ شہر پُر ز خوبانِ منم و جمال ماہے

چہ کنم؟ کہ چشم خوش میں کند بکس نگا ہے

خود انہوں نے اپنی اس کیفیت کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

”صورت و سیرت نبوی پڑھنا اس موضوع سے متعلقہ کتب و مسودات

کا حصول میری زندگی کا سب سے اہم مشغلہ بن گیا، ہر رات دیگر ذمہ

داریوں کے ساتھ ساتھ سونے سے پہلے اس موضوع پر کسی نہ کسی کتاب کا

مطالعہ ضرور کرنا اور اہم حوالہ جات فائل میں محفوظ بھی کر لیتا۔

اسی ذوق و شوق نے انہیں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں

بریلوی کے سلام کی طرف متوجہ کر دیا، پھر دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے مختصر عرصہ میں

”سلام رضا کی شرح ساڑھے پانچ سو سے زیادہ صفحات میں لکھ دی اور صحیح یہ ہے کہ

انہوں نے شرح لکھنے کا حق ادا کر دیا ہے بلاشبہ وہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے تمام غلاموں

اور عقیدت کیوں کی طرف سے شکرے اور مبارکباد کے مستحق ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی سہی

جہیل کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور مسلمانوں کے دلوں کو حبِ کبریا جل جلالہ اور حبِ

مصطفیٰ ﷺ کی روشنی سے جگمگانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہم سب کو حضور سید عالم

ﷺ کی تعلیمات اور سنتوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے، کیونکہ دعوائے

محبت اسی وقت مقبول اور بار آور ہے جب اتباع اور پیروی کی سعادت بھی حاصل ہو۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

پیش لفظ:

شرح حدائق بخشش

از علامہ محمد فیض احمد اویسی

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کا کوثر و تسنیم سے دھلا ہوا کلام سرکار دو عالم ﷺ کی عقیدت و محبت میں اس قدر ڈوبا ہوا ہے کہ سننے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا، تاہم آپ کے بہت سے اشعار ایسے ہیں کہ ان کے مطالب و معانی تک عوام تو کیا بہت سے علماء بھی نہیں پہنچتے۔

اس لئے شدت سے یہ ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ ”حدائق بخشش“ کی شرح لکھی جائے، کراچی کے حضرت علامہ غلام حسین مدظلہ العالی نے ”حدائق بخشش“ کے نام شرح لکھنے کا آغاز کیا، اس کے صرف دو حصے چھپ سکے ہیں، حضرت مولانا محمد اول شاہ مدظلہ بھی اس کی شرح لکھ رہے ہیں جو ماہنامہ ”القول السدید“ میں قسط وار چھپ رہی ہے، لیکن یہ دونوں شرحیں مختصر ہیں۔

حضرت علامہ مولانا محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی نے ”الحقائق فی الحدائق“ کے نام سے ”حدائق بخشش“ کی مبسوط شرح میں جلدوں میں لکھی ہے، جس کی چھ جلدیں چھپ چکی ہیں اور دیر آید درست آید کے مطابق خوب شرح لکھی ہے، ابتداء حل لغات، پھر شرح اس تفصیل سے لکھی ہے کہ پڑھنے والے کا دل و دماغ روشن ہو جائے۔

حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی علوم و فنون کا بحر ذخار اور اہل سنت و جماعت کے علماء کی صف اول کے ممتاز عالم ہیں، وہ بیک وقت شیخ القرآن و الحدیث بھی ہیں، کامیاب مدرس، خطیب اور مناظر بھی ہیں۔ اس کے علاوہ کثیر التصانیف مصنف اور

مترجم بھی ہیں، حضرت علامہ اسمعیل حق حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شہرہ آفاق تفسیر ”روح البیان“ کا ترجمہ کر کے شائع کر چکے ہیں، مثنوی شریف کی شرح کی دو جلدیں بھی چھپ چکی ہیں ان کے علاوہ ان کی تصانیف کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے۔

حدائق بخشش میں امام احمد رضا بریلوی نے جن آیات و احادیث کی ترجمانی کی ہے یا جن کے اقتباسات دئے ہیں حضرت علامہ نے اپنی شرح میں ان کی واضح نشاندہی کی ہے، بلکہ ایک شعر کی شرح میں متعدد آیات اور احادیث پیش کر دیتے ہیں، کہیں بزرگان دین کے واقعات بھی تحریر کر جاتے ہیں۔ اور لطف یہ کہ ان کی تحریر سے صرف علماء نہیں بلکہ عوام بھی بآسانی مستفید ہو سکتے ہیں۔

البتہ انہوں نے امام احمد رضا کے کلام کے فنی اور ادبی محاسن بیان کرنے کی طرف توجہ نہیں دی، یہ کام انہوں نے ماہرین فن شعراء اور ادباء کے لئے چھوڑ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی سخن شناس ادیب کو توفیق دے تو وہ اس مخنم اور بھاری بھر کم شرح کا خلاصہ تحریر کر دے جو آج کے دور کا تقاضا ہے۔

محمد عبدالکلیم شرف قادری

۴ جمادی الثانی ۱۴۱۵ھ

۱۸ اکتوبر ۱۹۹۶ء

☆☆☆

مقدمہ:

بسائین الغفران

عربی دیوان امام احمد رضا بریلوی

ترتیب: شیخ سید حازم محمد احمد محفوظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسائین الغفران کے مرتب اور محقق کا تعارف

فاضل محقق سید حازم بن محمد بن احمد بن عبدالرحیم کا تعلق مصر کے جنوب میں آباد خانوادہ سادات محفوظ سے ہے، جن کا سلسلہ نسب رسول اللہ ﷺ کے نواسے سیدنا امام حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک پہنچتا ہے۔

شیخ سید حازم ۱۲ اگست ۱۹۶۳ء کو مصر کے جنوبی حصے میں واقع بنیا کے مضافاتی شہر بنی مزار میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم والد ماجد کلیۃ اللغۃ العربیۃ جامعہ ازہر شریف کے فاضل اور اس وقت (علامہ جلال الدین سیوطی کے شہر) اسیوط کے مضافات میں واقع شہر صدفا کے ہیڈ ماسٹر سے حاصل کی۔

۱۹۶۹ء میں پانچ سال کی عمر میں شہر بنی مزار میں واقع مقامی پرائمری سکول میں داخل ہوئے، جہاں اس وقت ان کے والد ماجد ہیڈ ماسٹر تھے پرائمری کی سند حاصل کر کے ۱۹۷۵ء میں بنی مزار کے ٹڈل سکول میں داخل ہوئے اور تین سال پڑھنے کے بعد ۱۹۷۸ء میں ٹڈل کی سند حاصل کی۔

اس کے بعد والد گرامی نے ہدایت کی کہ ازہر شریف کی کسی شاخ میں داخلہ لے کر دینی تعلیم حاصل کرو چنانچہ والد ماجد کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بنی مزار کے میٹرک کی

سطح کے دینی مدرسہ میں داخلہ لے کر چار سال تعلیم حاصل کی اور اسی دوران قرآن پاک یاد کیا۔ ۱۹۸۲ء میں ازہر شریف کی میٹرک کی سند حاصل کی اور اس سال فسٹ پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء میں سے تھے۔

اس کے بعد اردو زبان و ادب کی تعلیم کے لئے قاہرہ جا کر جامعہ ازہر شریف کے شعبہ اردو میں داخلہ لیا اور چار سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد پہلی پوزیشن حاصل کی اور ۱۹۸۹ء میں اردو زبان و ادب میں بی۔ اے کی اعلیٰ درجے میں سند حاصل کی۔

۷ مارچ ۱۹۸۸ء کو جامعہ ازہر شریف کے شعبہ اردو زبان و ادب میں لیکچرار مقرر ہوئے اسی سال جامعہ عین شمس، قاہرہ میں شعبہ فارسی زبان و ادب میں داخلہ لیا، ۱۹۸۹ء میں ایم۔ اے کی ابتدائی سند حاصل کر کے اکتوبر ۱۹۸۹ء میں ایم۔ اے میں داخلہ لے لیا۔ ان کے موضوع کا عنوان تھا:

”خواجہ میر درد دہلوی کے اشعار کے فنی پہلو“

فروری ۱۹۹۳ء میں کلیہ عین شمس کے شعبہ لغات ام اسلامیہ سے ایم۔ اے کی سند ”درجہ ممتاز“ میں حاصل کی اسی سال اپریل کے مہینے میں جامعہ ازہر شریف کے شعبہ اردو میں اسٹنٹ پروفیسر کی پوسٹ پر فائز ہوئے۔

اکتوبر ۱۹۹۳ء میں ڈاکٹریٹ کے لئے مقالہ منگور کرایا جس کا عنوان ہے:

”محمد حسین آزاد دہلوی اور اردو شاعری کی تنقید میں ان کا انداز“

اس وقت تک اسی مقالہ کی تیاری اور تکمیل میں مصروف ہیں۔

جلیل القدر اساتذہ:

درج ذیل سطور میں فاضل محقق کے اساتذہ کرام کے اسماء اور ان کے عہدوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے انہوں نے یہ فہرست چند دن قبل مجھے ارسال کی ہے:

۱۔ عالی جناب پروفیسر شیخ محمد احمد عبدالرحیم لکھنؤ؛

فاضل محقق کے والد ماجد ازہر شریف کے فضلاء میں سے ہیں، اسیوط اور سوہاج کے محفوظ سادات کے قبیلہ کے سربراہ ہیں۔

۲۔ عالی جناب ڈاکٹر امجد حسین سید احمد پاکستانی

ازہر شریف، عین شمس، قاہرہ اور اسکندریہ کی یونیورسٹیوں میں اردو زبان و ادب کے پروفیسر ہیں۔

۳۔ حضرت پروفیسر ڈاکٹر بدیع محمد جمعد۔

کلیہ عین شمس یونیورسٹی کے فارسی زبان و ادب کے پروفیسر۔

۴۔ جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید جمال الدین۔

کلیہ عین شمس یونیورسٹی کے شعبہ لغات امم اسلامیہ کے چیئر مین۔

۵۔ حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد نور الدین عبدالمعتم:

کلیہ اللغات والترجمہ جامعہ ازہر شریف، قاہرہ کے پرنسپل۔

۶۔ عالی جناب پروفیسر ڈاکٹر حسین مجیب مصری:

عرب میں مشرقی زبانوں کے شعبہ کے ڈین۔

کلیہ الآداب عین شمس یونیورسٹی کے پروفیسر اور قاہرہ میں مجلس معجم کبیر بالجمع الملغوی کے رکن۔

۷۔ پروفیسر ڈاکٹر ملکہ علی محمد ترکی

کلیہ الآداب عین شمس یونیورسٹی میں فارسی زبان و ادب کی پروفیسر۔

۸۔ عالی جناب پروفیسر ڈاکٹر عبدالنعم حسین رحمہ اللہ تعالیٰ کلیہ اللغات والترجمہ کے

سابق سربراہ۔

۹۔ فضیلۃ الامام حضرت شیخ پروفیسر ڈاکٹر احمد عمر ہاشم۔

۱۰۔ جناب پروفیسر ڈاکٹر عباس عبدالحی سید۔

كلية اللغات والترجمة، جامعہ ازہر شریف، قاہرہ کے شعبہ اردو زبان و ادب کے
چیرمین۔

- ۱۱۔ جناب پروفیسر ڈاکٹر تحسین فراقی
اور نیشنل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور کے پروفیسر اردو زبان و ادب
- ۱۲۔ فضیلۃ الامام حضرت شیخ مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی۔
علوم اسلامیہ کے استاذ اور ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، شیخوپورہ
- ۱۳۔ فضیلۃ الامام حضرت شیخ محمد عبدالکلیم شرف قادری:
شیخ الحدیث الشریف، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
- ۱۴۔ فضیلۃ الامام حضرت شیخ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
سابق سیکرٹری وزارت تعلیم، سندھ، پاکستان

تالیفات:

- ۱۔ مظاهر الاحتفال بالمولد النبوی الشریف فی لاہور و القاہرہ
لاہور اور قاہرہ میں محافل میلاد شریف کے انداز
- ۲۔ قواعد المعادئات الأساسية للدراسة اللغة العربية
عربی زبان کی تعلیم کے بنیادی قواعد اور گفتگو کے طریقے
- ۳۔ الظواهر الفنية فی شعر خواجه میر درد
(خواجه میر درد کے اشعار کے فنی پہلو)
- ۴۔ الترجمة العربية لديوان خواجه مير درد الأردی
(خواجه میر درد کے اردو دیوان کا عربی ترجمہ)
- ۵۔ مختصر تاریخ پاکستان والہند (من القرن الاول الى نهاية القرن
الثاني عشر الهجرى)

پاک و ہند کی مختصر تاریخ (پہلی صدی سے بارہویں صدی ہجری تک)

۶۔ بساتین الغفران:

عربی دیوان حضرت امام اکبر مجدد محمد احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ارضاء ان کے اردو دیوان ”حدائق بخشش“ کے نام کی رعایت کرتے ہوئے عربی دیوان کا یہ نام تجویز کیا ہے۔

فاضل محقق سید حازم محمد احمد کے متعدد علمی مقالات بلند پایہ مجلات میں چھپ چکے

ہیں چند مقالات کے عنوانات یہ ہیں:

۱۔ قیام دولة المغول الإسلامية في شبه القارة الهندية

برصغیر ہندوستان میں مغلوں کی اسلامی حکومت کا قیام

۲۔ تلامذہ خواجہ میر درد الدہلوی

خواجہ میر درد دہلوی کے تلامذہ

۳۔ التعريف بالديوان الأردی 'خواجہ میر درد الدہلوی

خواجہ میر درد دہلوی کے اردو دیوان کا تعارف

۴۔ مدرسة دهلي الشعرية الأولى

(دہلی کا شعر و سخن کا پہلا مدرسہ)

۵۔ مدرسة لکنؤ الشعرية

(لکھنؤ کا شعر و سخن کا مدرسہ)

۶۔ الأزهر جامع و جامعة

۷۔ اللغة الأردية في الجامعات المصرية

(مصر کی یونیورسٹیوں میں اردو زبان)

۸۔ المظاهر الحضارية لدولة المغول الإسلامية في شبه القارة الهندية

(برصغیر ہندوستان میں مغلوں کی اسلامی حکومت میں تہذیب و تمدن)

۹۔ تلوث البيئۃ في مدينة لاهور (أسباب و حلول)
(شہر لاہور کی آلودگی (اسباب اور ان کا علاج)

زیر ترتیب کتب:

- ۱۔ مظاهر الاحتفال بذكرى مولد العلامة محمد إقبال في لاهور و القاهرة
(لاہور اور قاہرہ میں علامہ محمد اقبال کی یاد میں کانفرنسیں)
- ۲۔ تاریخ پاکستان من القرن الثالث عشر الهجرى إلى العهد الحاضر
(تاریخ پاکستان: تیرہویں صدی ہجری سے موجودہ دور تک)
- ۳۔ حکیم الامۃ و شاعر الشرق علامہ محمد إقبال
(حکیم الامت اور شاعر مشرق علامہ محمد اقبال)
- ۴۔ الامام الاکبر المجدد محمد احمد رضا خان (حياته و خدماته)
(امام اکبر مجدد محمد احمد رضا خان (حیات و خدمات)
- ۵۔ انتخاب حدائق بخشش کا عربی ترجمہ
بمعاون ڈاکٹر محمد مبارز ملک پروفیسر شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی

بساتین الغفران

دیوان عربی امام اکبر مجدد محمد احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ

ڈاکٹر محمد مبارز ملک پروفیسر شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی لاہور ۱۹۸۹ء میں وزنگ پروفیسر کے طور پر علوم اسلامیہ کے مرکز 'جامعہ ازہر شریف' قاہرہ گئے تو راقم نے انہیں علماء محققین کو تحفہ کے طور پر پیش کرنے کے لئے امام اکبر مجدد محمد احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ کی کچھ عربی تصانیف دیں، ڈاکٹر صاحب فاضل محقق سید حازم محمد احمد الحفوظی کے پاس بطور

مہمان مقیم رہے اور انہیں کچھ کتابیں بطور ہدیہ پیش کیں، یہیں سے شیخ سید حازم محمد احمد کا امام اکبر مجدد محمد احمد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ سے تعارف کا آغاز ہوا اور ان کے کچھ عربی اشعار پڑھنے کا موقع ملا۔

پھر اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ۱۹۹۵ء میں فاضل محقق سید حازم محمد احمد بحیثیت وزٹنگ پروفیسر شعبہ عربی، پنجاب یونیورسٹی پاکستان تشریف لائے تو انہیں معلوم ہوا کہ ابھی تک امام اکبر مجدد محمد احمد رضا خاں کا عربی دیوان کسی نے جمع نہیں کیا، تو اس دیوان کی ترتیب و تدوین پر کمر بستہ ہو گئے، ان کی کوشش اور کاوش کا نتیجہ حضرات قارئین کرام کے سامنے ہے۔ راقم نے اس کی تصحیح اور تحقیق (اور طباعت) پر (تقریباً دو سال کا) طویل عرصہ صرف کیا، اس کے باوجود طباعت کی اغلاط سے محفوظ ہونے کی ضمانت نہیں دی جاسکتی، اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آئندہ ایڈیشن میں (بشرط اطلاع) ان اغلاط کی اصلاح کر دی جائے گی۔

جناب پروفیسر محقق سید حازم محمد احمد (اللہ تعالیٰ انہیں سر بلندی عطا فرمائے اور اپنی حفاظت میں رکھے) نے اس دیوان کی ترتیب و تحقیق اور ضبط میں چھ ماہ صرف کئے، تقریباً ایک ماہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کی لائبریری میں دن رات مزید اشعار کی تلاش کے لئے مطالعہ کرتے رہے، اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔ ابھی انہیں امام اکبر مجدد کے بہت سے عربی اشعار نہیں مل سکے، کیونکہ وہ کتابیں ہی دستیاب نہیں ہیں جن میں وہ اشعار مندرج ہیں، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آئندہ کوئی سبیل پیدا فرمادے گا۔ اللہ تعالیٰ فاضل محقق کو ہماری طرف سے اور تمام اہل سنت و جماعت کی طرف سے اعلیٰ جزا عطا فرمائے۔

اس عربی دیوان کا مطالعہ کرنے سے قارئین کرام پر یہ حقیقت منکشف ہو جائے گی کہ امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کو عربی زبان پر گہرا عبور حاصل ہے، ان کا قلم تیز رفتار اور ان

کی فکر عالی ہے، وہ دین متین اور مسلک اہلسنت وجماعت کی مکمل غیرت رکھتے ہیں اور ان کے دل پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ کی محبت کا کامل غلبہ ہے۔

راقم جناب فاضل محقق نوجوان سید حازم محمد احمد ازہری کا شکر یہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ انہوں نے اس دیوان کے جمع کرنے اور تحقیق کی زحمت اٹھائی، ڈاکٹر محمد مبارز ملک، پروفیسر شعبہ عربی، پنجاب یونیورسٹی، حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم قادری، ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور/ شیخوپورہ، فاضل محقق مولانا محمد نذیر سعیدی کے تعاون پر ان حضرات کا شکر یہ ادا کرتا ہے، نیز پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد سرپرست ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، جناب سید و جاہت رسول قادری، صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، فاضل نوجوان ممتاز احمد سدیدی (قاہرہ، مصر) جناب حاجی محمد مقبول احمد قادری، بانی رضا اکیڈمی، لاہور اور حضرت مولانا محمد منشا تابش قصوری کا اس عربی دیوان کی اشاعت میں تعاون پر شکر یہ ادا کرتا ہے۔

محمد عبدالکلیم شرف قادری

۲۳ رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ

شیخ الحدیث الشریف جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

۱۳ فروری ۱۹۹۶ء

☆☆☆

باب نمبر ۵

<http://t.me/Tehqiqat>

تنقیدات و تعاقبات

marfat.com

۵۔ تنقیدات و تعاقبات

نمبر شمار	عنوان	مصنف	مطبوعہ	سن
۱	حسام الحرمین	امام احمد رضا خاں بریلوی	لاہور	۱۹۷۵ء
۲	فیصلہ مقدسہ	مولانا عزیز الرحمن بہاؤ پوری	لاہور	۱۹۸۳ء
۳	فیض آباد سیشن کورٹ کا تاریخی فیصلہ	مولانا حشمت علی خاں	لاہور	۱۹۸۳ء
۴	شیشے کے گھر	علامہ محمد عبدالکلیم شرف قادری	لاہور	۱۹۸۶ء
۵	اندھیرے سے اجالے تک	علامہ محمد عبدالکلیم شرف قادری	لاہور	۱۹۸۶ء
۶	ضرب مجاہد	علامہ محمد عبدالکریم رضوی	خانقاہ ڈوگرہاں	۱۹۸۶ء
۷	کلہ حق	علامہ اختر شاہ جہان پوری	لاہور	۱۹۹۱ء
۸	محاسبہ دیوبندیت	مولانا محمد حسن علی رضوی	لاہور	۱۹۹۶ء
۹	افضلیت سیدنا غوث اعظم	امام احمد رضا خاں بریلوی		۱۹۹۸ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیرایہ آغاز:

حسام الحرمین علی منخر الکفر والمین

ترتیب: اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی

عوام الناس کو یہ کہتے سنا گیا ہے کہ اہل سنت و جماعت (بریلوی) اور دیوبندی علماء آپس میں دست بگریباں ہیں، ہر دو مکتب فکر کی جانب سے اپنی اپنی تائید میں قرآن و حدیث سے دلائل پیش کئے جاتے ہیں، ہم کدھر جائیں؟ کس کی مانیں اور کس کی نہ مانیں؟ کچھ بزعم خویش مصلح قسم کے افراد اپنی جب زبانی سے یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ اختلافات فروعی ہیں ان میں پڑنے کی ضرورت نہیں، ہم نہ بریلوی ہیں نہ دیوبندی، عثمانی ہیں نہ تھانوی، ہم تو سیدھے سادے مسلمان ہیں اور بس! اس طرح وہ صلح کلیت کا پرچار کر کے یہ تاثر دیتے ہیں کہ اختلافات کا نام لینے والے مجرم ہیں اور صحیح مسلمان وہ ہیں جو ان اختلافات سے بالکل بے تعلق ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ اگر اختلاف ذاتی وجوہ کی بناء پر ہو یا اس کا تعلق کیفیت عمل کے ساتھ ہو تو اس میں نہ الجھنا ہی بہتر ہے مثلاً حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی اختلافات ایسے نہیں ہیں جن پر محاذ آرائی مناسب ہو، کیونکہ یہ فروعی اختلافات ہیں لیکن اگر بنیادی عقائد میں اختلاف رونما ہو جائے تو اس سے کسی طور پر بھی آنکھیں بند نہیں کی جاسکتیں یہ اختلاف کسی طرح بھی فروعی نہیں اصولی ہوگا، ایسی صورت میں لازمی طور پر ”یک دیوبند و محکم لیر“ ایک جانب کی حمایت اور دوسری جانب سے براءت کرنی پڑے گی اِنْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ (لآیۃ) کا یہی مفاد ہے اس آیت میں صرف راہِ راست کی ہدایت

طلب کرنے کی تعلیم نہیں دی گئی بلکہ یہ بھی تلقین کی گئی ہے کہ مستحق غضب اور اہل ضلال سے پناہ مانگتے رہو۔

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منکرین زکوٰۃ کے ساتھ جہاد فرمایا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے معتزلہ کی قوتِ حاکمیہ کی پروا نہ کرتے ہوئے کلمہ حق کہا اور کوڑے تک کھائے، امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کو طوق و سلاسل کی دھمکیاں حرف اختلاف اور نعرہ حق سے باز نہ رکھ سکیں، تحریک ختم نبوت میں غیور مسلمانوں نے سینوں پر گولیاں کھائیں، جیلوں کی کال کوٹھڑیوں اور تختہ دار کو اپنے لیے تیار پایا لیکن وہ کسی طرح بھی قصر نبوت میں نقب لگانے والوں کو برداشت نہ کر سکے اور تمام تر صعوبتوں کو جھیلتے ہوئے مرزائیوں کو قانونی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے میں کامیاب ہو گئے، کیا ان تمام اقدامات اور ساری کارروائیوں کو یہ کہہ کر غلط قرار دیا جاسکتا ہے؟ کہ سیدھے سادے مسلمان کو کسی کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے اور اپنے کام سے کام رکھنا چاہیے، یقیناً کوئی مسلمان ایسا انداز فکر اختیار کر کے غیر جانبدار نہیں رہ سکتا۔

بریلوی (اہل سنت و جماعت) اور دیوبندی اختلافات کی نوعیت بھی ایسی ہی ہے یہ دوسری بات ہے کہ عوام کو مغالطہ دینے کے لیے ایصالِ ثواب، عرس، گیارہویں شریف، نذرو نیاز، میلاد شریف، استمداد، علم غیب، حاضر و ناظر اور نور و بشر وغیرہ مسائل پر ذمہ دار تقرر کر کے یہ یقین دلانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اختلاف انہی مسائل میں ہے، حالانکہ اصل اختلاف ان مسائل میں نہیں ہے، بلکہ بنائے اختلاف وہ عبارات ہیں جن میں بارگاہ رسالت علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں کھلم کھلا گستاخی اور توہین کی گئی ہے، کوئی بھی مسلمان خالی الذہن ہو کر ان عبارات کو پڑھنے کے بعد ان کے حق میں فیصلہ نہیں دے سکتا اور نہ ہی ان کی حمایت کے لیے تیار ہو سکتا ہے۔

● — ہندوستان میں پہلے پہل مولوی اسماعیل دہلوی نے محمد ابن عبدالوہاب نجدی کی

”کتاب التوحید“ سے متاثر ہو کر ”تقویۃ الایمان“ نامی کتاب لکھی اور مسلمانانِ عالم کو کافر و مشرک قرار دیا اور اپنی بات بنانے کی خاطر یہ بھی کہہ دیا کہ نبی اکرم ﷺ کی نظیر ممکن ہے، جس کا منطقی نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی دوسرا شخص خاتم النبیین وغیرہ اوصاف سے متصف ہو سکتا ہے، علمائے اہل سنت اور خاص طور پر خاتم الحکماء علامہ محمد فضل حق خیر آبادی نے اس نظریے کا تحریری اور تقریری طور پر سخت رد کیا۔

● — بات یہیں ختم نہیں ہوگئی بلکہ محمد قاسم نانوتوی نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ:

”اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے تو پھر بھی

خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین

میں یا فرض کیجئے اس زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔ اے

غور فرمائیے! کہ کیا یہ امت مسلمہ کے اجماعی اور یقینی عقیدہ (کہ حضور کے بعد کوئی

نیا نبی نہیں آ سکتا) کا صاف انکار نہیں ہے؟ واضح طور پر خاتم النبیین کا ایسا معنی تجویز کیا

گیا جس سے مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوائے نبوت کا راستہ ہموار ہو گیا، مرزائے

قادیانی کی تردید و تکفیر کے ساتھ ساتھ اس عبارت کی تائید و حمایت وہی شخص کر سکتا ہے جو

دوپہر کے وقت ظہور آفتاب کے انکار کی جرأت کر سکتا ہو، آج جب مرزائی اس عبارت کو

اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں تو ”تخذیر الناس“ کے حمایتی اپنا سامنہ لے کر رہ جاتے ہیں

”تخذیر الناس“ کے حامی بڑے دھڑلے سے یہ بات پیش کیا کرتے ہیں کہ دیکھئے فلاں

فلاں جگہ مولانا نانوتوی نے عقیدہ ختم نبوت امت مسلمہ کے مطابق پیش کیا ہے وہ ختم

نبوت (زمانی) کے کیسے منکر ہو سکتے ہیں؟ لیکن وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ ایک دفعہ کا انکار

سینکڑوں دفعہ کے اقرار پر پانی پھیر دیتا ہے، کیا دعوائے نبوت کے باوجود مرزا غلام احمد

قادیانی کی متعدد تصریحات موجود نہیں ہیں جن سے عقیدہ ختم نبوت کی حمایت کا پتہ چلتا

(۱) محمد قاسم نانوتوی: تحذیر الناس (کتب خاشاہ ادبیہ دیوبند) ص ۲۴

(نوٹ: تحذیر الناس ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء میں تالیف کی گئی۔)

ہے؟ اس عنوان پر غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی دامت برکاتہم العالیہ کی تصنیف ”التبشیر برد التخذیر“ کا مطالعہ سو دمندر ہے گا۔

۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۷ء میں مولوی رشید احمد گنگوہی کی تالیف ”براہین قاطعہ“ مولوی خلیل احمد انیسٹھوی کے نام سے شائع ہوئی جس پر مولوی رشید احمد گنگوہی کی زور دار تقریظ موجود ہے اس میں دیگر بہت سی غلط باتوں کے علاوہ یہ بھی درج ہے کہ:

”شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل، محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے، شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے“ (براہین قاطعہ ص ۵۱)

حیرت ہے کہ کس دیدہ دلیری سے حضور سید عالم ﷺ کا علم شریف شیطان کے علم سے گھٹانے کی ناپاک سعی کی گئی ہے اور پھر بڑی معصومیت سے پوچھا جاتا ہے کہ ہم نے کیا جرم کیا ہے؟ پھر یہ بات بھی دعوت فکر دیتی ہے کہ جو علم حضور ﷺ کے لیے ثابت کرنا شرک ہے اس کا شیطان کے لیے اثبات بھی شرک ہوگا شیطان کے لیے یہ علم قرآن پاک سے کس طرح ثابت ہو گیا کیا قرآن حکیم بھی شرک کی تعلیم دیتا ہے؟

شوال ۱۳۰۶ھ میں مولانا غلام دہلوی قصوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بہاولپور میں براہین قاطعہ کے ایسے ہی مقامات پر مناظرہ کر کے مولوی خلیل احمد انیسٹھوی کو لا جواب کر دیا تھا۔

۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء میں مولوی اشرف علی تھانوی کا ایک رسالہ ”حفظ الایمان“ منظر

عام پر آیا جس میں بڑے جارحانہ انداز میں لکھا ہے کہ:

”آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض ہے یا کل غیب اگر بعض

علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید،
عمر و بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔“
(حفظ الایمان ص ۸)

ان عبارات کو سامنے رکھتے ہوئے کوئی مسلمان بے تعلق نہیں رہ سکتا، کیونکہ یہ ماوشا
کا معاملہ نہیں ہے یہ اس ذات کریم کی عزت و ناموس کا مسئلہ ہے جن کی بارگاہ میں جنید و
بایزید ہی نفس گم کردہ حاضر نہیں دیتے بلکہ ملائکہ بھی باادب حاضر ہوتے ہیں، یہ وہ دربار
ہے جہاں اونچی آواز میں گفتگو کرنے سے تمام زندگی کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں،
جہاں غلط معنی کے موہم الفاظ استعمال کرنا بھی ناجائز ہے کسی شاعر نے کیا صحیح کہا ہے۔
جو سرورِ عالم کے تقدس کو گھٹائے
وہ اور سبھی کچھ ہے مسلمان نہیں ہے
مولوی حسین احمد ٹانڈوی لکھتے ہیں:

”حضرت مولانا گنگوہی..... فرماتے ہیں کہ جو الفاظ موہم تحقیر
حضور سرور کائنات علیہ السلام ہوں، اگرچہ کہنے والے نے نیتِ حقارت نہ کی
ہو، مگر ان سے بھی کہنے والا کافر ہو جاتا ہے۔“ (۱)

عبارات مذکورہ کے الفاظ موہم تحقیر نہیں بلکہ کھلم کھلا گستاخانہ ہیں ان کا قائل کیوں
کافر نہ ہوگا؟ یہی وجہ تھی کہ علماء اہل سنت تحریر و تقریر میں ان عبارات کی قباحت بر ملا بیان
کرتے رہے اور علماء دیوبند سے مطالبہ کرتے رہے کہ یا تو ان عبارات کا صحیح محمل بیان
کیجیے یا پھر توبہ کر کے ان عبارات کو قلم زد کر دیجئے، اس سلسلے میں رسائل لکھے گئے، خطوط
بھیجے گئے آخر جب علماء دیوبند کسی طرح ٹس سے مس نہ ہوئے تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا
خاں بریلوی قدس سرہ العزیز نے

● ————— ”تخذیر الناس“ کی تصنیف کے تیس سال بعد

(۱) حسین احمد ٹانڈوی: اشہاب الثاقب، ص ۵۷

● — ”براہین قاطعہ“ کی اشاعت کے قریباً سولہ سال بعد اور

● — ”حفظ الایمان“ کی اشاعت کے قریباً ایک سال بعد

۱۳۲۰ھ میں ”المعتمد المتقصد“ کے حاشیہ ”المستمد المستمد“ میں مرزائے قادیانی اور مذکورہ بالا قائلین (مولوی محمد قاسم ناتو توئی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی خلیل احمد بیٹھوی اور مولوی اشرف علی تھانوی) کے بارے میں ان کی عبارات کی بناء پر فتوائے کفر صادر کیا۔ یہ فتویٰ علمائے دیوبند سے کسی ذاتی مخالفت کی بناء پر نہیں تھا بلکہ ناموس مصطفیٰ (ﷺ) کی حفاظت کی خاطر ایک فریضہ ادا کیا گیا تھا، مولوی مرتضیٰ حسن درہنگی، ناظم تعلیمات شعبہ تبلیغ دارالعلوم دیوبند اس فتوے کے بارے میں رقمطراز ہیں:

”اگر (مولانا احمد رضا) خاں صاحب کے نزدیک بعض علماء دیوبند

واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انہوں نے انہیں سمجھا تو خان صاحب پر ان علماء

دیوبند کی تکفیر فرض تھی اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے۔“ (۱)

اس تفصیل سے یہ ظاہر ہو گیا کہ امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ناموس رسالت کی پاسداری کا کما حقہ فریضہ ادا کیا اور علماء دیوبند کا اصرار ہے کہ ان کے اکابر کی عزت پر حرف نہیں آنا چاہیے، خواہ وہ کچھ کہتے اور لکھتے رہیں اس مقام پر پہنچ کر یہ کہنے کی ضرورت نہیں رہتی کہ حق پر کون ہے؟ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بریلوی اور دیوبندی نزاع کی اصل بنیاد یہ عبارات ہیں نہ کہ فروری مسائل، مولانا مودودی اس امر کو تسلیم کرتے ہوئے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

”جن بزرگوں کی تحریروں کے باعث بحث و مناظرہ کی ابتدا ہوئی وہ

تو اب مرحوم ہو چکے اور اپنے رب کے حضور حاضر ہو چکے مگر افسوس ہے کہ جو

تلخ اور گرمی آغاز میں پیدا ہوئی دونوں طرف سے اس میں اضافہ ہو رہا

ہے۔“ (۲)

(۲) مقالاتِ یومِ رضا، حصہ دوم، ص ۶۰

(۱) مرتضیٰ حسن درہنگی: اشد العذاب، ص ۱۳

مودوی صاحب یہ تلقین فرما رہے ہیں کہ اب نزاع کو جانے بھی دو نزاع کھڑا کرنے والے تو اگلے جہان میں پہنچ چکے ہیں، حالانکہ نزاع ان ”بزرگوں“ کی ذات سے نہیں تھا، وجہ مخالفت تو یہ عبارات تھیں جو اب بھی من و عن موجود ہیں، جب تک ان کے بارے میں متفقہ فیصلہ نہیں ہو جاتا اس نزاع کے خاتمے کی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی۔

۱۳۲۳ھ میں امام احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”المعتمد المستند“ کا وہ حصہ جو فتویٰ پر مشتمل تھا حرمین طہیین کے علماء کی خدمت میں پیش کیا، جس پر وہاں کے ۳۵ جلیل القدر علماء نے زبردست تقریظیں لکھیں اور واشکاف الفاظ میں تحریر کیا کہ مرزائے قادیانی کے ساتھ ساتھ افراد مذکورہ با شراک و شبہہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کو حمایت دین کے سلسلے میں بھرپور خراج تحسین پیش کیا، علمائے حرمین کریمین کے یہ فتوے ”حسام الحرمین علی منخر الکفر والہین“ (۱۳۲۳ھ) کے نام سے شائع کر دیئے گئے۔

بجائے اس کے کہ گستاخانہ عبارات سے رجوع کیا جاتا علمائے دیوبند کی ایک جماعت نے مل کر ایک رسالہ ”المہند علی المفتد“ ترتیب دیا جس میں کمال چابکدستی سے یہ ظاہر کیا کہ ہمارے عقیدے وہی ہیں جو اہل سنت و جماعت کے ہیں، حالانکہ باعث نزاع عبارات متعلقہ کتابوں میں بدستور موجود تھیں، صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ نے ”التحقیقات لدفع التلیسات“ لکھ کر ایسی تمام عبارتوں کو طشت از بام کر دیا۔

”حسام الحرمین“ کا اثر زائل کرنے کے لیے علماء دیوبند نے یہ شوشہ چھوڑا کہ یہ فتوے علماء حرمین کو مغالطہ دے کر حاصل کئے گئے ہیں کیونکہ اصل عبارات اردو میں تھیں، ہندوستان (متحدہ پاک و ہند) کے علماء میں سے کوئی بھی ”حسام الحرمین“ کا مؤید نہیں ہے، اس پر وپیگنڈے کے دفاع کے لیے شیر پیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی خاں رضوی

رحمہ اللہ تعالیٰ نے متحدہ پاک و ہند کے اڑھائی سو سے زیادہ نامور علماء کی ”حسام الحرمین“ کی تصدیقات ”الصورام الہندیہ“ کے نام سے شائع کر دیں۔

دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء اب بھی عام طور پر عوام کو یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی نے بلاوجہ اکابر دیوبند کی تہفہ کی تھی، حالانکہ وہ صحیح معنوں میں مسلمان اور اسلام کے خادم تھے اور ”الہہند“ ایسی کتابوں کی بڑھ چڑھ کر اشاعت کرتے ہیں۔ ان حالات میں ”حسام الحرمین“ کے شائع کرنے کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی تھی تاکہ اختلاف کا صحیح پس منظر سامنے آ جائے اور کسی کے لیے مغالطہ آمیزی کی گنجائش نہ رہے، مکتبہ نبویہ نے اپنی روایات کے مطابق ”حسام الحرمین“ کو شائع کر کے اس ضرورت کو پورا کر دیا ہے۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

لاہور

۲۲ رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ

۳۰ ستمبر ۱۹۷۵ء

☆☆☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ:

فیصلہ مقدسہ

تصنیف: مولانا عزیز الرحمن بہاؤ پوری

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ چودھویں صدی کے یکتائے روزگار عالم ہیں ان کا ایک امتیازی وصف یہ ہے کہ انہوں نے تقدس الوہیت، تعظیم رسالت صحابہ کرام اہل بیت عظام علماء دین اور اولیاء کاملین کے احترام کا نہ صرف پہرہ دیا بلکہ احترام و عقیدت کے جذبات مسلمانوں کے دل و دماغ کی گہرائیوں میں بسادے۔ ان کا قلم ساری زندگی حمد و نعت اور منقبت کے پھول پیش کرتا رہا۔ ان کے گلستان نظم و نثر کی آب و تاب اور رعنائی آج بھی وہی ہے اور ان کے گلشن عقیدت و محبت کی عطربیز بہار سے آج بھی پڑھنے والے کی روح مہک اٹھتی ہے۔

ان کا تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے سلف صالحین کے مسلک، مسلک اہل سنت و جماعت اور مذہب حنفی کی بھرپور حمایت کی اور جسے صراطِ مستقیم سے منحرف ہوتا ہوا پایا۔ اس کے خلاف ان کا برق بار قلم حرکت میں آ گیا اور اپنے پرانے کافر فرقے کے بغیر اعلان حق کرتا گیا۔ چونکہ ان کے قلم کی جولانگاہ بہت وسیع تھی اس لیے جو فرودیا گروہ ان کی تنقید کی زد میں آتا گیا وہ مخالفت پر کمر بستہ ہوتا گیا۔ یہاں تک تو بات سمجھ میں آتی ہے، لیکن مخالفین نے پلٹ کر ان پر ایسے ایسے الزامات عائد کئے جن سے ان کا دامن بے داغ تھا، انصاف اور دیانت داری سے جائزہ لیا جائے تو ان الزامات کا بے بنیاد ہونا کھل کر سامنے آ جاتا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی کا دیوان حدائق بخشش ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۶ء میں دو جلدوں میں مطبع حنفیہ پٹنہ سے چھپ کر منظر عام پر آیا۔ اس دیوان نے اس قدر مقبولیت حاصل کی کہ پاک و ہند کے مختلف اداروں کی طرف سے اس کے بیسیوں ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ دُنیا کے جس خطے میں اُردو سمجھنے والے مسلمان رہتے ہیں وہاں آپ کی پُرکینہ نعتوں اور وجد آواز مشہور عالم سلام کی گونج سنی جاسکتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا وہ انعام ہے جو بہت کم لوگوں کے حصے میں آیا ہے۔

ان کا بہت سا عربی فارسی اور اُردو کلام مطبوعہ کتابوں اور غیر مطبوعہ بیاضوں میں بکھرا پڑا تھا، اسے جمع کرنے کی طرف مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی (متوفی ۱۹۰۶ء) نے توجہ فرمائی اور مختلف غزلیں قصیدے اور اشعار بغیر کسی ترتیب کے ایک مجموعے میں جمع کئے۔

مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

”پھر یہ مجموعہ بھی غائب ہو گیا۔ میں بہت ہی کم عمر تھا جب یہ مجموعہ میں نے دیکھا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ بدایوں کے بعض اصحاب آئے۔ مجھ سے مجموعہ دیکھنے کو لیا۔ پھر وہی بدایوں لے گئے، کیسے غائب ہوا؟ معلوم نہیں وہی مارہرہ شریف پہنچایا اس کی نقل اور کب پہنچی؟“

۲۵ صفر ۱۳۲۰ھ/۱۹۲۱ء کو امام احمد رضا بریلوی کا وصال ہوا۔

ذوالحجہ ۱۳۲۲ھ/۱۹۲۳ء کو مولانا محمد محبوب علی خاں قادری نے امام احمد رضا کا کلام متفرق مقامات سے حاصل کر کے حدائق بخشش حصہ سوم کے نام سے شائع کر دیا، خود ان کا بیان ہے:-

”مجھے حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کچھ کلام جواب تک چھپا نہیں ہے، بڑی کوشش و جانفشانی سے بریلی شریف دسرکار مارہرہ مطہرہ دوپہلی

(۱) محمد عزیز الرحمن بہاؤ پوری: فیصلہ مقدمہ شرعیہ قرآنیہ (۱۳۷۵ھ) ص ۳۳

بھیت و رام پور وغیرہ وغیرہ مختلف مقامات سے دستیاب ہوا جو آج برادران اہل سنت کی خدمات میں حدائق بخشش حصہ سوم کی شکل و صورت میں پیش کر رہا ہوں۔“

ناٹھ شمیم پریس، ناٹھ کا چھپا ہوا تیسرا حصہ ہمارے سامنے ہے اس کے صفحہ ۳۶-۳۷ پر ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں انیس اشعار کا ایک قصیدہ ہے۔ اس کے بعد ص ۳۷ پر ”علیحدہ“ کا عنوان قائم کر کے نو اشعار درج کیے ہیں جن میں سے تین شعر یہ ہیں:

تنگ و چست ان کا لباس اور وہ جو بن کا بھار
مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لے کر
یہ پھٹا پڑتا ہے جو بن میرے دل کی صورت
کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ و بر
خوف ہے کشتی ابو نہ بنے طوفانی
کہ چلا آتا ہے حسن اہلہ کی صورت بڑھ کر

اس کتاب کی اشاعت کے بیس برس بعد ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۵ء میں دیوبندی مکتب فکر کی طرف سے بمبئی اور پورے ہندوستان میں ایک تحریک اٹھائی گئی کہ اس کتاب میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں گستاخی کی گئی ہے لہذا اس کتاب کو جلا دیا جائے اور اس کے مرتب مولانا محبوب علی خاں کو بمبئی کی جامع مسجد سے برطرف کیا جائے۔

مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں تحریر فرماتے ہیں:-

”مجھے جہاں تک معلوم ہوا غالباً کاظم علی دیوبندی نے کانپور میں اپنی تقریر

حدائق بخشش حصہ سوم، ص ۱۰

فیصلہ مقدسہ شرعیہ قرآنیہ، ص ۸۱

(۱) محمد محبوب علی خاں، مولانا:

(۲) محمد عزیز الرحمن، بہاؤ پوری:

میں اسے ذکر کر کے فتنہ اٹھانا چاہا پھر جگہ جگہ وہ اور اس سے سن کر اور وہابی

اسے دہراتا رہا۔“ ۱

روزنامہ انقلاب بمبئی اس معاملے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہا تھا دیوبندی
مکتب فکر سے متعلق علماء اور واعظ دھواں دار تقریریں کر رہے تھے اور مختلف علماء سے
فتاویٰ حاصل کر کے اخبارات اور رسائل میں چھپواتے اور عوام میں اشتعال اور ہیجان
پھیلانے کی کوشش کرتے تھے۔

اعلان توبہ:

بخاری، مسلم شریف، ترمذی شریف، نسائی شریف اور حدیث کی دوسری کتابوں میں
ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث مروی ہے کہ گیارہ مشرکہ
عورتوں نے باہمی طور پر طے کیا کہ ہر ایک اپنے شوہر کے اوصاف بیان کرے گی اور کچھ
چھپائے گی نہیں۔ ان میں سے ایک ام زرع تھی جس نے اپنے شوہر کی دل کھول کر
تعریف کی۔ پھر ساتھ ہی ابو زرع کی بیٹی کا ذکر کرتے ہوئے کہا:-

”طَوَّعَ أَبَيْهَا وَطَوَّعَ أُمَّهَا وَمِلَّةٌ كَسَالِيهَا. ۲

”وہ اپنے ماں باپ کی فرمانبردار ہے اور اس کا جسم اس کی چادر کو

بھرے ہوئے ہے۔“

اس حدیث کے آخر میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ام المؤمنین عائشہ
صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا:

كُنْتُ لَكَ كَأَبِي ذَّرْعٍ لَأَمِّ ذَّرْعٍ

”میں تم پر اس طرح مہربان ہوں جیسے ابو زرع ام زرع کے لئے تھا۔“

مولانا محبوب علی خاں نے جس بیاض سے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی

۱) محمد عزیز الرحمن، بہاولپوری:

فیصلہ مقدمہ شریعہ قرآنیہ، ص ۸۱

۲) مسلم شریف عربی، مطبوعہ نور محمد، کراچی، ج ۲، ص ۲۸۸

(۲) مسلم ابن الحجاج القشیری، امام:

اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں قصیدہ نقل کیا، اسی بیاض سے سات شعروہ بھی نقل کئے جو ان گیارہ مشرکہ عورتوں کے بارے میں تھے۔ ان سات شعروں پر بھی لفظ ”علیحدہ“ لکھ دیا، لیکن کاتب نے دانستہ یا نادانستہ انہیں ام المؤمنین کے مدحیہ قصیدہ میں مخلوط کر دیا اور کتاب اسی طرح چھپ گئی۔ مولانا محبوب علی خاں کو اطلاع ہوئی، تو ان کا خیال تھا کہ دوسرے ایڈیشن میں تصحیح کر دی جائے گی اور قارئین خود محسوس کر لیں گے کہ یہ اشعار غلطی سے اس جگہ درج ہو گئے ہیں۔ خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی (مصنف ”خون کے آنسو“) نے بمبئی کے ایک ہفت روزہ اخبار میں مراسلہ شائع کروایا اور حضرت مولانا محبوب علی خاں کو اس غلطی کی طرف توجہ دلائی۔

مولانا محبوب علی خاں کے دل میں چور تو تھا نہیں، انہوں نے کمال دیانت داری سے وہ کام کیا جو ایک مومن کے شایانِ شان تھا۔ انہوں نے ماہنامہ سنی لکھنؤ شمارہ ذوالحجہ ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۵ء میں ”توبہ نامہ“ شائع کرایا۔ اس توبہ نامہ کا خلاصہ مفتی اعظم دہلی مولانا مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی کے الفاظ میں ملاحظہ ہو:

”وہ ماہنامہ پاسبان کے ایڈیٹر کو مخاطب کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ آج ۹ ذیقعدہ ۱۳۷۴ھ کو بمبئی کے ہفتہ وار اخبار میں آپ کی تحریر ”حدائق بخشش“ حصہ سوم کے متعلق دیکھی، جو اب پہلے فقیر حقیر اپنی غلطی اور تساہل کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور میں اس خطا اور غلطی کی معافی چاہتا ہے اور استغفار کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ معافی بخشے۔ آمین!“

اس کے بعد اس غلطی کے واقع ہونے کی وجہ بتلائی، جس کا خلاصہ یہ ہے:

”قصیدہ مدحیہ سیدتنا حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور سات اشعار قصیدہ ام زرع والے مصنفہ حضرت علامہ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر انی قلمی بوسیدہ بیاض سے نہایت احتیاط کے ساتھ نقل کئے، لیکن ام زرع والا

قصیدہ چونکہ پورا دستیاب نہ ہوا تھا ان سات شعروں کے تین حصہ کر کے ہر حصہ پر لفظ ”علیحدہ“ جلی قلم سے لکھ دیا تھا کہ ہر حصہ کا مضمون علیحدہ تھا۔ جب ”حدائق بخشش“ حصہ سوم کی طباعت کا ارادہ کیا تو بعض مجبور یوں کی بنا پر اپنے مقام (پیالہ) پر اس کا بندوبست نہ کر سکا۔ ناچار نامہ شمیم پریس والے سے معاملہ کرنا پڑا۔“ (اس مقام پر انہوں نے تفصیل کے ساتھ اپنی مجبور یوں کا بیان کیا ہے۔)

پریس والے نے یہ شرط کی کہ اس کی کتابت بھی یہیں ہوگی۔ ناچار یہ شرط بھی منظور کی اور اس کے سپرد کر دیا۔ اتفاق سے کاتب اور مالک پریس دونوں بد مذہب تھے ان لوگوں سے قصداً یا سہواً یہ تقدیم و تاخیر اور تبدیل و تغیر ظہور میں آئی۔ بہت روز کے بعد جب میں اس کتاب کی غلطیوں پر واقف ہوا تو خیال ہوا کہ طباعت دوم میں اس کی اصلاح ہو جائے گی، لیکن حافظ ولی خاں نے بغیر مجھے اطلاع دئے پھر چھپوا دیا، غرض اس میں جو مسائل مجھ سے ہوا اس پر اپنی غفلت اور غلطی پر خدا تعالیٰ کے حضور میں معافی چاہتا ہوں، وہ غفور رحیم مجھے معاف فرمائے۔ (ماہنامہ، سنی ص ۱۷۱) پھر یہ اعلان بھی شائع کیا:

ضروری اعلان:

حدائق بخشش حصہ سوم صفحہ ۳۷ و صفحہ ۳۸ میں بے ترتیبی سے اشعار شائع ہو گئے تھے۔ اس غلطی سے بار بار فقیر اپنی توبہ شائع کر چکا ہے، خدا اور رسول جل جلالہ ﷺ فقیر کی توبہ قبول فرمائیں، آمین ثم آمین! اور سنی مسلمان بھائی خدا اور رسول کے لیے معاف فرمائیں، جل جلالہ ﷺ

فتاویٰ مظہری (مدینہ پیشنگ کمپنی، کراچی، ج ۴، ص ۳۰۳)

۱۔ محمد مظہر اللہ دہلوی، مفتی:

فقیر نے اس ورق کو صحیح ترتیب سے چھپوا دیا ہے، جن صاحبوں کے پاس ”حدائق بخشش“ حصہ سوم ہو، وہ مہربانی فرما کر اس میں سے ص ۳ و ص ۳۸ والا ورق نکال کر فقیر کو بھیج دیں اور صحیح چھپا ہو اور فقیر سے منگوا کر اپنی کتاب میں لگا لیں اور جو صاحب کتاب واپس کرنا چاہیں، وہ کتاب فقیر کے پاس پہنچا کر فقیر سے قیمت واپس لے لیں۔ والسلام علی اہل الاسلام

فقیر ابو الظر محبت الرضا محمد محبوب علی خاں قادری برکاتی رضوی مجددی لکھنوی غفرلہ
پتا یہ ہے: جامع مسجد من پورہ بمبئی نمبر ۸۔

مولانا محمد محبوب علی خاں نے اس غلطی پر کئی بار زبانی اور تحریری طور پر صریح توبہ کی، چنانچہ ۱۰ جولائی ۱۹۵۵ء کو ان کا توبہ نامہ شائع ہو گیا۔ پھر رسالہ سنی لکھنؤ اور روزنامہ انقلاب میں بھی چھپا۔

مخالفین کی یہ کوششیں اخلاص پر مبنی ہوتیں، تو یقیناً قابل قدر ہوتیں، کیونکہ عظمت نبوت، شان صحابہ و اہل بیت کا احترام ہر مسلمان کے ایمان کا تقاضا ہے، لیکن حالات و واقعات گواہ ہیں کہ یہ سب کچھ گروہی جانبداری کی بناء پر کیا گیا۔

● — صراطِ مستقیم پر صاف لکھ دیا گیا:

”اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں، اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے نیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے بُرا ہے۔“

● — حفظ الایمان میں لکھا گیا:

”پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو

۱۔ محمد عزیز الرحمن بہاد پوری؛

فیصلہ مقدسہ شرعیہ قرآنیہ، ص ۳۳-۳۱

۲۔ رضائے مصطفیٰ بمبئی؛

شمارہ اگست ۱۹۵۵ء۔ ص ۱۷

۳۔ محمد اسماعیل دہلوی؛

صراطِ مستقیم (اردو، مطبوعہ کراچی) ص ۱۳۶

دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔
اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم تو
زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل
ہے۔“ ۱

● — الخطوب الحمدیہ میں یہاں تک کہہ دیا گیا:

”ایک ذاکر صالح کو مکشوف ہوا کہ احقر کے گھر حضرت عائشہ آنے
والی ہیں میرا ذہن معا اس طرف منتقل ہوا (کہ کس بیوی ملے گی) اس
مناسبت سے کہ حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب
نکاح کیا تھا تو حضور کا سن شریف پچاس سے زیادہ تھا اور حضرت عائشہ
بہت کم عمر تھیں وہی قصہ یہاں ہے۔“ ۲

”حدائق بخشش“ حصہ سوم کے مرتب مولانا محمد محبوب علی خاں کو تو ہین کا مرتکب اور
نا قابل امامت قرار دینے والے ”صراط مستقیم“ حفظ الایمان، الخطوب الحمدیہ اور اسکی ہی
دوسری کتابوں اور ان کے مصنفین پر بھی وہی فتویٰ لگاتے اور سب سے توبہ کا مطالبہ
کرتے تو ان کا خلوص شک و شبہ سے بالاتر ہوتا لیکن ہوا یہ کہ محبوب علی خاں چونکہ اپنی
جماعت کے فرد نہیں ہیں اس لیے تمام فتوے ان پر لاگو ہو رہے ہیں۔ باقی حضرات چونکہ
اپنی جماعت کے بزرگ ہیں اس لیے نہ تو قلم ان کے خلاف حرکت میں آتا ہے اور نہ ہی
ان کے حق میں فتویٰ جاری ہوتا ہے۔

توبہ کا دروازہ بند ہو گیا:

مولانا محبوب علی خاں کا اعلان توبہ لائق تعریف تھا باوجودیکہ انہوں نے حضرت
ام المؤمنین کی شان میں نہ تو گستاخانہ اشعار لکھے اور نہ ان کی طرف منسوب کئے صرف

۱۔ محمد اشرف علی تھانوی: حفظ الایمان (کتاب خانہ عزیز، دیوبند) ص ۸

۲۔ الخطوب الحمدیہ ص ۱۵

۱۔ محمد اشرف علی تھانوی:

۲۔ ایضاً:

اتنا ہوا کہ کتاب کی طباعت پر وہ بوجہ پوری نگرانی نہ کر سکے۔ اور اشعار غلط ترتیب سے چھپ گئے۔ پھر بھی انہوں نے اعلانیہ توبہ کی اور اسے متعدد رسائل و اخبارات میں چھپوایا، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ان کے اس اقدام کی پیروی کی جاتی اور علماء دیوبند ”حفظ الایمان اور المخطوب المذیہ“ وغیرہ کتب کی عبارات سے توبہ کا اعلان کر کے مسلمانوں کو افتراق و انتشار سے بچا لیتے، لیکن افسوس کہ انہوں نے نہ صرف یہ کہ خود توبہ کا اعلان نہیں کیا، بلکہ مولانا محبوب علی خاں کی صاف اور صریح توبہ کو بھی ناقابل قبول قرار دے دیا اور بڑے بڑے اشتہار شائع کئے کہ ”توبہ قبول نہیں۔“ ۱۔

ماہنامہ رضائے مصطفیٰ بمبئی میں ہے:

”انقلاب کو چاہیے تھا کہ وہ مولانا موصوف کو مبارک باد دیتا کہ واقعی مولانا موصوف نے مثال قائم کر دی کہ دیوبندیوں کی طرح اپنی لغزش پر اڑے نہیں رہے، بلکہ اظہار ندامت کر کے اپنی ساری غلطیوں کو توبہ کے پانی سے دھو ڈالا اور شرعی الزام سے قطعی پاک ہو گئے۔“ ۲۔

مشکلے دارم زدانش مند مجلس باز پرس توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتر می کنند روزنامہ ”انقلاب“ بمبئی کے ایڈیٹر عبدالحمید انصاری نے اس توبہ کو ناقابل قبول قرار دیا اور کہا کہ توبہ کی مقبولیت کا انحصار ”رائے عامہ کی عدالت“ پر ہے۔ مدیر ”رضائے مصطفیٰ“ بمبئی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

”قرآن عظیم کا صریح ارشاد ہے:

إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ

سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ

(گنہگاروں کے لیے جہنم اور ذلت والا عذاب ہے، مگر جو توبہ کر لے اور

خوابوں کی بارات (مطبوعہ بمبئی) ص ۸۶

۱۔ محمد منصور علی خاں قادری:

شمارہ اگست ۱۹۵۵ء۔ ص ۱۷

۲۔ رضائے مصطفیٰ بمبئی:

ایمان لے آئے اور نیک عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا) اور اس مضمون کی سینکڑوں آیات اور ہزاروں احادیث بلکہ تمام کتب سماویہ میں توبہ استغفار اور اس کی مقبولیت مندرج ہے۔

مگر انصاری عبد الحمید نے ان تمام آیات کریمہ و کتب سماویہ و احادیث کو ٹھکرا کر ایک نیا مذہب نکالا کہ کسی کی توبہ کی قبولیت ”رائے عامہ کی عدالت“ پر ہے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ انصاری صاحب کس دین و ملت کے انصار سے ہیں۔

کیا انصاری صاحب اپنے اعموان و انصار سے زور لگوا کر بتا سکتے ہیں کہ فیصلہ قرآنی کے مقابلے میں آپ کی عدالت ”رائے عامہ“ کی کیا حقیقت باقی رہ جاتی ہے اور کیا رائے عامہ کی بنا پر فیصلہ قرآنی بدل دیا جائے گا؟

فیصلہ مقدسہ شرعیہ قرآنیہ:

اٹھاون صفحات پر مشتمل یہ رسالہ اسی واقعہ سے متعلق استفتاء اور اس کے جوابات پر مشتمل ہے۔ ابتدا میں محدث اعظم ہند مولانا سید محمد اشرف کچھوچھوی کا فتویٰ ہے۔ اس کے بعد علماء کے تصدیقی دستخط ہیں۔ اس فتوے میں اس امر کی تحقیق کی گئی ہے کہ مولانا محبوب علی خاں کی توبہ شرعی طور پر مقبول ہے لہذا تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ اسے دل سے قبول کریں۔

ص ۸ سے ۱۱ تک مفتی اعظم دہلی مولانا مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی کا فتویٰ ہے۔ ص ۱۲ سے ۱۸ تک مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں کا فتویٰ ہے۔ ص ۲۲ سے ۲۶ تک مفتی اعظم دہلی کا دوسرا فتویٰ ہے۔ ص ۳۰ سے ۳۴ تک علماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری کے دو فتوے ہیں۔ ص ۳۹ سے ۴۶ تک مولانا عبد الباقی برہان الحق قادری جیلپوری کا

فتویٰ ہے۔ مفتی اعظم ہند بریلوی سے دوبارہ استفتاء کیا گیا، جس کا جواب ص ۷۱ سے ۷۲ تک ہے۔ فیصلہ مقدسہ میں ایک سو انیس علماء کے فتاویٰ اور تصدیقی دستخط ہیں۔
ص ۵۳ سے ۵۶ تک مسلم شریف کی وہ حدیث عربی مع ترجمہ نقل کی گئی ہے جس میں گیارہ کافرہ مشرکہ عورتوں کا ذکر ہے۔ ص ۵۶ سے ۵۸ تک اشعار قصیدہ صحیح ترتیب سے نقل کیے گئے۔

الٹی گنگا:

اس کارروائی کے بعد رفتہ رفتہ یہ ہنگامہ فرو ہو گیا۔ مخالف بھی اس واقعہ کو بھول گئے کہ جس پر الزام تھا، اُس نے توبہ کر لی۔ اہل سنت و جماعت بھی بھول گئے۔ حدائق بخشش کے صرف دو حصے چھپتے رہے۔ جو امام احمد رضا بریلوی کے خود مرتب کئے ہوئے تھے۔ تیسرا حصہ جو مولانا محبوب علی خاں کا مرتب تھا، گوشہ گننامی میں چلا گیا اور ساتھ ہی توبہ نامہ اور اس سے متعلق فتاویٰ بھی دوبارہ شائع نہ کئے گئے۔

گذشتہ چند سالوں سے مخالفین نے اس گڑے مُردے کو نئے انداز سے اٹھانے کی کوشش کی اور ”حدائق بخشش“ حصہ سوم کے حوالے سے پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں نے معاذ اللہ! ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی توہین کی ہے۔ بعض لوگوں نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ وہ شیعہ تھے اور بطور تقیہ ستیت کا لبادہ اوڑھا ہوا تھا اور دلیل یہ دی کہ انہوں نے ام المومنین کی شان میں گستاخی کی ہے۔!

دراصل امام احمد رضا بریلوی نے اپنے دور میں جو دیوبندی اور غیر مقلد علماء کے خلاف قلمی اور علمی جہاد کیا تھا، اس کا جواب آج تک دلیل و برہان کی زبان میں نہیں دیا جا سکا، البتہ سب و شتم اور اتہام پردازی کے ذریعے انتقام لینے اور اپنا دل ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

البریلویہ (مطبوعہ لاہور) ص ۲۱

۱۔ احسان الہی ظہیر:

اس حقیقت سے قطع نظر اس جگہ چند امور قابل غور ہیں:

۱۔ مشرکہ عورتوں کے بارے میں اشعار جس مآخذ (بیاض) سے لئے گئے ہیں۔ وہ مجہول الحال ہے۔ آیا یہ وہی مجموعہ ہے جو مولانا حسن رضا خاں بریلوی نے جمع کیا تھا یا اس کی نقل ہے۔ مفتی اعظم ہند کے حوالے سے یہ بات اس سے پہلے گزر چکی ہے البتہ یہ طے شدہ بات ہے کہ یہ مجموعہ امام احمد رضا کا جمع کردہ نہ تھا۔

مولانا محبوب علی خاں سے یہ بھی تسامح ہوا کہ انہوں نے اس مجموعہ کا نام حدائق بخشش حصہ سوم رکھ دیا اور ٹائٹل پیج پر ۱۳۲۵ھ بھی لکھ دیا، حالانکہ یہ پہلے دو حصوں کا تاریخی نام تھا اور یہ مجموعہ ۱۳۲۴ھ میں مرتب ہوا اس لیے اس مجموعے کا غیر تاریخی نام ”باقیاتِ رضا“ وغیرہ ہونا چاہئے تھا۔

۲۔ یہ بھی مشکوک ہے کہ یہ سات اشعار امام احمد رضا کے ہیں یا نہیں۔

ان کے صاحبزادے مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں:-

”اور یہ بھی کہا گیا کہ بعض کلام اعلیٰ حضرت بریلوی کا معلوم نہیں ہوتا۔

کسی اور صاحب متخلص بہ رضا کا کلام ہے۔ مولانا (محبوب علی خاں) یا وہ شخص

جس نے اس مجموعے میں وہ قصیدہ درج کیا۔ اس کلام کو بھی اعلیٰ حضرت کا کلام

سمجھا اس لیے مجھے ناگوار ہوا کہ یونہی اور ہم لوگوں میں سے کسی کو بدکھائے

چھاپ دیا، بارہا لوگوں کے سامنے میں نے اس پر اظہارِ ناراضگی کیا۔“

دوسرے فتوے میں حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی

فرماتے ہیں:

”ہو سکتا ہے کہ وہ شعر اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے متعلق ام زرع وغیرہ

عروضانِ حجاز ہوں کہ وہ ابتدائی کلام ہے، بعض باتیں کسی موقع پر خلاف

تقدس سمجھی جاتی ہیں اور اور وہی بعض موقع پر کچھ منافی تقدس نظر نہیں آتیں۔
مقصد یہ ہے کہ ان سات اشعار کی نسبت امام احمد رضا بریلوی کی طرف غیر یقینی
ہے کہ انہوں نے یہ اشعار کافرہ عورتوں کے بارے میں بھی کہے ہیں یا نہیں، جبکہ یہ امر
یقینی ہے کہ یہ اشعار ام المومنین کے بارے میں ہرگز نہیں کہے گئے۔

حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں:

”اعلیٰ حضرت تو اعلیٰ حضرت کوئی بھی ادنیٰ سے ادنیٰ جاہل باحمیت و

غیرت معاذ اللہ انہیں منقبت میں نہ لکھے گا۔“ ۲

۳۔ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ حدائق بخشش کا حصہ سوم، امام احمد رضا بریلوی کے
وصال کے بعد مرتب اور شائع ہوا، کیونکہ ان کا وصال صفر ۱۳۳۰ھ / ۱۹۲۱ء میں ہوا اور
حصہ سوم ذوالحجہ ۱۳۳۲ھ / ۱۹۲۳ء میں مرتب ہوا۔ ۳
پھر کتاب کے ٹائٹل پر بھی واضح طور پر لکھا ہوا ہے:

الشاہ عبدالمصطفیٰ محمد احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

تعصب اور عناد سے ہٹ کر غور کیا جائے تو کسی طرح بھی ام المومنین حضرت
عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کا الزام امام احمد رضا
بریلوی پر عائد کرنے کا جواز پیدا نہیں ہوتا۔

جناب مقبول جہانگیر راجا رشید محمود کی تصنیف ”اقبال قائد اعظم اور پاکستان“ پر
تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

”مولانا اشرف علی تھانوی کی ایک تالیف ”احکام اسلام عقل کی نظر میں“

۱۔ محمد عزیز الرحمن بہاؤ پوری:	فیصلہ مقدمہ شرعیہ قرآنیہ، ص ۸۳
۲۔ محمد عزیز الرحمن بہاؤ پوری:	فیصلہ مقدمہ شرعیہ قرآنیہ، ص ۳۵
۳۔ محمد محبوب علی خاں، مولانا:	حدائق بخشش، حصہ سوم (مطبوعہ سیم پریس، ناٹکھ) ص ۱۰

کے بارے میں یہ کہنا کہ مولانا تھانوی نے اس کتاب میں مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں سے مضامین سرقہ کئے ہیں، قطعی غیر مستند دعویٰ ہے اور یہ دعویٰ قادیانیوں کی طرف سے کیا جا رہا ہے، جس کی تائید اب صاحب نے کر دی ہے۔ حالانکہ وہ تحقیق کی ذرا زحمت برداشت کرتے تو انہیں پتہ چل جاتا کہ اس وجہ و تلبیس کی بنیاد بڑی ہی کمزور ہے۔ جس کتاب کا ذکر کیا جا رہا ہے وہ سرے سے مولانا تھانوی کی تصنیف یا تالیف ہے ہی نہیں۔ ان کی وفات کے آٹھ برس بعد پہلی بار چھپی اور جس نے چھاپی خواہ وہ ان کے لوگ ہی ہوں، بہر حال اس کتاب کی تالیف کی ذمہ داری مولانا تھانوی پر ہرگز عائد نہیں ہوتی اور نہ یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ مولانا تھانوی جیسی علمی اور دینی شخصیت مرزائے قادیانی کی کتابوں سے مضامین کا سرقہ کر کے اپنے نام سے شائع کر سکتی ہے۔“

اگرچہ ہمارے ایک کرم فرما مولانا محمد شفیع رضوی کے پاس اس کتاب کا وہ نسخہ بھی موجود ہے جو مولانا تھانوی کی زندگی میں چھپا تھا، تاہم مقبول جہانگیر صاحب کے پیش کردہ فارمولے کے مطابق یہ ماننا پڑے گا کہ مولانا احمد رضا خاں کی وفات کے دو سال بعد شائع ہونے والی ایک دوسرے عالم کی مرتب کردہ کتاب حدائق بخشش حصہ سوم کے غلط ترتیب سے چھپ جانے والے اشعار کی ذمہ داری فاضل بریلوی پر ہرگز عائد نہیں کی جاسکتی۔

۴۔ جب یہ بات واضح ہو گئی کہ امام احمد رضا بریلوی نے ام المؤمنین کی شان میں بے ادبی کے وہ اشعار نہیں کہے۔ مولانا محبوب علی خاں کی مجبوری اور غفلت میں وہ اشعار غلط ترتیب سے چھپ گئے۔ پھر انہوں نے علی الاعلان بار بار توبہ بھی کی۔ اس کے باوجود جو شخص ان حضرات پر گستاخی کا الزام عائد کرتا ہے وہ خود دانستہ یا نادانستہ گستاخی کا مرتکب ہو رہا ہے۔

مفتی اعظم دہلی مولانا محمد مظہر اللہ دہلوی فرماتے ہیں:-

”جب یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ یہ شخص یعنی زید حضرت عائشہ صدیقہ

رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے اور ان کی اہانت کرنے سے بری ہے اور اس

نے جو اپنی بریت کے وجوہ پیش کئے ہیں اس کے صدق پر شاہد ہیں تو اب

اس کی طرف اہانت کی نسبت محض اس پر تہمت ہے۔

حقیقت میں اہانت کرنے والا وہ شخص (ہے) جو زید کی طرف نسبت

کرتے ہوئے حضرت عائشہ کی شان میں یہ اشعار کہہ رہا ہے اس لئے کہ کسی

کی اہانت کرنے کا ایک یہ ہی (بھی) طریقہ ہے اور بڑا خوبصورت کہ اپنے کو

اس کا خیر خواہ اور غم خوار ظاہر کرتے ہوئے اور دوسرے شخص پر تہمت لگاتے

ہوئے یوں کہتا ہے کہ فلاں شخص آپ کو ایسی ایسی فحش گالیاں دیتا ہے۔ اس

طریقہ سے وہ گالیاں دے کر اپنا دل بھی ٹھنڈا کر لیتا ہے اور ظاہر میں اس کا خیر

خواہ بھی بنا رہتا ہے۔ پس صورت مذکورہ میں اس ہی دوسرے شخص پر توبہ اور جناب

صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہ میں معذرت اور زید سے معافی حاصل کرنا

ضروری ہے کہ یہ دوسرے تہرے ماشد درجہ کے گناہ کا مرتکب ہے۔“

اراکین مرکزی مجلس رضالاہور کی مخلصانہ اور بان تھک مساعی کی داد نہیں دی جاسکتی

کیونکہ ان کی سعی بے کراں کا حق داد و تحسین کے چند لفظی پھولوں سے ادا نہیں کیا جاسکتا۔

مجلس رضا کے استغناء شاہی سے آراستہ درویش منش بانی اور سرپرست حکیم محمد موسیٰ

امر تسری کو اپنا سب کچھ تاج کر بھی اگر کوئی فکر ہے تو یہ کہ اہل سنت اور مسلک اہل سنت کی

بہتری کے لیے کیا کرنا چاہیے؟ مجلس رضا کا یہ فیصلہ قابل تحسین ہے کہ فیصلہ مقدسہ شرعیہ

قرآنیہ کی اشاعت کی جائے تاکہ امام اہل سنت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے دامن

عظمت کو گرو آلود کرنے کی کوششیں بار آور نہ ہوں۔

”اوراقِ غم“ سے متعلق وضاحتی بیان:

علماء اہل سنت کا یہ طرزِ امتیاز رہا ہے کہ اگر ان سے تقریر یا تحریر میں کوئی بے احتیاطی صادر ہوگئی ہو تو متوجہ کرنے پر انہیں اعترافِ حق سے کبھی عار نہیں رہی۔ مجاہد کشمیر حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف اوراقِ غم چھپی تو اس کے بعض مقامات پر اعتراض کئے گئے۔ انہوں نے ”اظہارِ حقیقت بر ماتم اوراقِ غم“ لکھ کر رجوع کیا اور آئندہ ایڈیشن میں تصحیح کر دی گئی۔ یہ تاریخ یادگار مولانا محمد شفیع رضوی نے عنایت فرمائی اسے بھی فیصلہ مقدسہ کے آخر میں شامل کیا جا رہا ہے، تاکہ پہلے ایڈیشن کو بنیاد بنا کر اعتراض کرنے والوں کو آئینہ دکھایا جاسکے۔

”فیصلہ مقدسہ“ کا نسخہ پروفیسر بشیر احمد قادری لیکچرار گورنمنٹ کالج شاہ کوٹ نے محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (فیصل آباد) کے کتاب خانہ سے حاصل کیا تھا، وہ انہوں نے ہمیں عنایت فرمایا۔ رضائے مصطفیٰ بمبئی کے چند صفحات کی فوٹو سٹیٹ کاپی حضرت مولانا اختر رضا خاں ازہری بریلوی کے ایما پر جناب عبدالنعیم عزیزی نے بریلی شریف سے بھجوائی۔ مولانا منصور علی خاں ابن مولانا محبوب علی خاں کی تصنیف ”خوابوں کی بارات“ حضرت پیر محمد حسن شاہ مالک نوری کتب خانہ لاہور نے عنایت فرمائی۔ روزنامہ امروز کا شمارہ ۲ مارچ ۱۹۸۳ء مولانا غلام نصیر الدین نصیر نے مہیا کیا۔ مولائے کریم ان تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

نوٹ: پروفیسر بشیر احمد قادری (شاہ کوٹ) نے امام احمد رضا بریلوی کا مختلف کتابوں میں بکھرا ہوا کلام ”باقیاتِ رضا“ کے نام سے جمع کیا ہے خدا کرے کہ کوئی ادارہ اس کی اشاعت اپنے ذمے لے لے۔

محمد عبدالکلیم شرف قادری

جامعہ نظامیہ رضویہ، لوہاری منڈی

لاہور پاکستان

۳ شعبان المعظم ۱۴۰۴ھ

۱۵ مئی ۱۹۸۳ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کلمہ آغاز:

فیض آباد (انڈیا) سیشن کورٹ کا تاریخی فیصلہ

(از مولانا حشمت علی خاں)

فطرت انسانی کا کمال یہ ہے کہ اس میں حق کے قبول کرنے کی صلاحیت بدرجہ اتم پائی جائے اور اگر کوئی کلمہ ناحق زبان سے نکل جائے تو توجہ دلانے پر اس سے رجوع کر لیا جائے غلط بات کہہ کر اسے اپنی انا کا مسئلہ بنا لینا خصوصاً جبکہ اس کا تعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب پاک ﷺ کی ذاتِ مقدسہ سے ہو۔ عقل سلیم کا تقاضا ہے کہ فوراً اس بات سے توبہ کی جائے اور نجاتِ اخروی کا سامان پیدا کیا جائے۔

اسی سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے کہ پاک و ہند میں دیوبندی بریلوی اختلاف رونما ہوا ہر آنے والادن ان اختلافات کی خلیج کو وسیع سے وسیع تر کئے جا رہا ہے اور ان اختلافات کے خاتمے کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی۔ کونسا دردمند مسلمان ہوگا جو اس اختلاف کا خاتمہ نہ چاہتا ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ اگر ملت کے اجتماعی مفاد کو پیش نظر رکھا جائے اور ذاتی انا کو مسئلہ نہ بنایا جائے تو یہ اختلاف ختم کیا جاسکتا ہے۔

پیش نظر کتاب میں ایک اسپیشل مجسٹریٹ کا فیصلہ پیش کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے اس فیصلے میں غیر جانبدارانہ انداز میں قانونی تقاضوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے اس لیے اس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، جو اہل علم و دانش حضرات ان اختلافات کا غیر جانبداری سے جائزہ لینا چاہتے ہیں ان کے لیے یہ فیصلہ یقیناً بصیرت افروز اور معلومات افزا ہوگا۔
ہوا یہ کہ قصبہ بھدرہ ضلع فیض آباد (انڈیا) اور اس کے گرد نواح میں مولانا حشمت علی خاں لکھنوی نے متعدد جلسوں سے خطاب کیا۔ ان کی حق گوئی اور موثر ترین خطابت کو

ایک دنیا جانتی ہے ان کے اندازِ بیان کی خصوصیت یہ تھی کہ ان کا ایک ایک لفظ دل و دماغ کے درپچوں پر دستک دیتا ہوا محسوس ہوتا تھا اور سننے والے کے لئے ان کے بیان کی حقانیت تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں رہتا تھا۔

دیوبندی ملکِ فکر سے متعلق عبدالحمید وغیرہ نے ان تقریروں کو بڑی شدت سے محسوس کیا۔ انہوں نے اہل سنت و جماعت کو چیلنج کیا کہ جون ۱۹۳۶ء کو ایک مناظرہ ہو جائے تاکہ حق و باطل نکھر کر سامنے آجائے۔ اہل سنت نے یہ چیلنج قبول کر لیا۔ لیکن عبدالحمید اور اس کے ساتھیوں نے خود ہی پولیس کو رپورٹ دے دی کہ نقص امن کا خطرہ ہے اور مناظرہ زکوٰۃ دیا۔

اس کے باوجود انہیں رنج تھا کہ مولانا حشمت علی خاں نے جو کچھ کہنا تھا وہ کہہ دیا اور لوگوں نے سن لیا ان اثرات کو زائل کرنے کے لیے انہوں نے اسپیشل مجسٹریٹ درجہ اول کے پاس زیر دفعہ ۲۹۸، ۵۰۰، ۱۵۳ مولانا حشمت علی خاں کے خلاف استغاثہ دائر کر دیا کہ انہوں نے ۸ جون ۱۹۳۶ء کو رات نو بجے سے بارہ بجے تک بھدرسہ میں تقریر کی جس میں انہوں نے بھدرسہ کے مسلمانوں کو گالیاں دیں ہمارے علماء کی بے عزتی کی اور مسلمانوں کے درمیان تفرقہ ڈالنے کی کوشش کی لہذا ملزم کے وارنٹ گرفتاری جاری کئے جائیں اور ہماری دادرسی کی جائے۔

۲۳ دسمبر ۱۹۳۷ء کو مولانا حشمت علی خاں نے جواب دعویٰ میں اپنا مختصر بیان مجسٹریٹ کو پیش کیا اور بتایا کہ ۸ جون ۱۹۳۶ء کو بھدرسہ میں میری کوئی تقریر نہیں ہوئی جسے مدعی آخر تک ثابت نہ کر سکا۔

مجسٹریٹ نے پوچھا کہ آپ کے خلاف یہ دعویٰ کیوں دائر ہوا؟ مولانا حشمت علی خاں نے یہ جواب داخل کیا:

”۷ جون سے بیشتر بھدرسہ اور اس کے قریب و جوار میں متعدد

تقریریں ہوتی رہیں اور ان تقریروں میں اپنے مذہب اہل سنت کی تبلیغ کے لیے اور سنی مسلمانوں نیز دوسرے حاضرین کی نصیحت و ہدایت کے لیے کتاب ”حسام الحرمین“ اور کتاب ”الصوارم الہندیہ“ اور ”مبلغ وہابیہ کی زاری“ کے اقتباسات پڑھ کر سنا تا رہا۔

”حسام الحرمین“ میں مکہ شریف و مدینہ شریف کے علمائے کرام نے متفق علیہ فتوے دئے ہیں کہ مولوی اشرف علی تھانوی و مولوی خلیل احمد انبٹھی و مولوی رشید احمد گنگوہی و مولوی قاسم نانوتوی نے اپنی عبارات مندرجہ ”حفظ الایمان“ صفحہ ۸ و ”براہین قاطعہ“ صفحہ ۵۱ و ”تخذیر الناس“ صفحہ ۳، ۱۴، ۲۸ میں خدائے تعالیٰ کو جھوٹا کہا ہے پیغمبر اسلام کے علم غیب کو بچوں، جانوروں، پاگلوں، چارپایوں کے علم غیب کے مثل لکھا ہے، پیغمبر اسلام کے علم کو ملک الموت اور شیطان کے علم سے کم بتایا ہے۔ پیغمبر اسلام کے سب سے پچھلے نبی ہونے کا انکار کیا ہے لہذا یہ لوگ خدا اور اس کے رسول کی توہین کے مرتکب ہونے کی وجہ سے بحکم شریعت مطہرہ کافر و مرتد بے دین و وہابی ہیں۔“
(فرحت افزا فتح مبین ص ۶)

پھر ۲۵ دسمبر ۱۹۳۸ء کو ایک تفصیلی بیان پیش کیا جو اس کتاب کے صفحہ ۸ سے صفحہ ۲۹ تک پھیلا ہوا ہے، جس میں انہوں نے ایک ایک عبارت کا مطلب نہایت شرح و بسط سے بیان کیا اور آخر میں کہا کہ حق گو عالم دین مذہب کا پہرے دار ہے اور مسلمانوں کے روحانی امراض کا معالج ہے لہذا اس کا فریضہ ہے کہ گناہوں کے ارتکاب کرنے والوں کا محاسبہ کر کے ضروریات دین کا انکار کرنے والوں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی بے ادبی کرنے والوں سے عامۃ المسلمین کو خبردار کرے تاکہ وہ ان روحانی بیماریوں اور ہلاکتوں میں واقع نہ ہوں۔

مجسٹریٹ نے اپنے فیصلے میں لکھا کہ مدعی یہ ثابت نہیں کر سکا کہ ملزم نے ۸ جون ۱۹۳۶ء کو تقریر کی تھی اور شواہد سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس تاریخ کو تقریر نہیں ہو سکی ہوگی۔

جہاں تک مخالف علماء کی توہین کا تعلق تھا، اس کے متعلق جج کے یہ الفاظ خاص طور پر توجہ طلب ہیں۔ مجسٹریٹ نے لکھا:

”ملزم اقرار کر رہا ہے کہ اُس نے ان مولویوں کے حق میں اوپر کے لکھے ہوئے الفاظ استعمال کئے ہیں، لیکن عبارت دوسری ہے اور اس نے وہ الفاظ چند کتابوں کی تحریر کی مدد سے کہے تھے۔ میرا خیال ہے کہ ملزم کا فعل بالکل درست تھا کہ وہ کتاب سے پڑھ رہا تھا اور ملزم نیک نیتی سے پبلک کی آگاہی کے لئے کر رہا تھا کہ وہ مذہبی باتیں سمجھ لیں۔ اس لیے ملزم کا فعل دفعہ ۵۰۰ تعزیرات ہند میں نہیں آتا۔“

ملزم کی تقریر سے پبلک کے اشتعال جھگڑے کے احتمال کے متعلق کچھ گواہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ ملزم کی تقریر سن کر بہت سے لوگ ان کی باتیں سمجھ کر ملزم کے ہم مذہب ہو گئے۔ اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ ملزم کا وعظ بہت دلچسپ تھا۔ مستغیث عبدالحمید خاں بیان کرتا ہے کہ مناظرے سے فساد کا احتمال تھا نہ کہ تقریر سے۔ حالانکہ خود (مستغیث) عبدالحمید مناظرے کا کھلا چیلنج دینے والا تھا۔ اس سے ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جھگڑا فساد ملزم کی وجہ سے نہیں ہو سکتا تھا، بلکہ مستغیث خود اس کا ذمہ دار تھا۔“

(ایضاً، ص ۳۲-۳۳)

اس مقدمے میں فریق مخالف کی طرف سے ایک ایکسپٹ مولانا ابو الوفا

شاہجہانپوری کو پیش کیا گیا۔ فیصلے کے آخر میں لکھا:

”میرا خیال ہے جیسا کہ میں نے اوپر بحث کی ہے کہ ۸ جون ۱۹۳۶ء کا واقعہ سراسر گھڑی ہوئی بات ہے اور ایسا کوئی واقعہ نہ ہونے پایا۔ وہ ملزم کی اگلی تقریریں تھیں جن سے مستغنیوں نے بغیر سیاق و سباق کا تعلق دیکھتے ہوئے تقریر کے چند الفاظ لے کر ملزم کے خلاف جھوٹا مقدمہ دائر کر دیا ہے۔“

میرے خیال میں ملزم کو اس کی جماعت میں صرف بدنام کرنے کے لئے یہ مقدمہ دائر کیا گیا ہے کیونکہ وہ مذہبی مبلغ ہے اور اچھی مقدار میں مریدین رکھتا ہے، جیسا کہ دوران مقدمہ میں دیکھا گیا۔

میں ملزم حشمت علی کو تعزیرات ہند کی دفعہ ۵۰۰/۵۳/۲۹۸ سے جن کا الزام اس پر لگایا گیا ہے اور اس پر مقدمہ چلایا گیا ہے بے قصور قرار دیتا ہوں اور اس کو آزاد کرتا ہوں۔ زیر دفعہ ۲۵۸ فوجداری اس کو آزاد کرتا ہوں۔“
(ایضاً ص ۳۳)

شاید کسی کا خیال ہو کہ مجسٹریٹ بریلوی مکتب فکر سے متعلق یا متاثر ہوگا۔ قارئین کو یہ معلوم کر کے حیرت ہوگی کہ یہ فیصلہ ایک ہندو مجسٹریٹ درجہ اول مہابیر پرشاد و گرو مال نے دیا تھا جس کی توثیق ایک مسلمان سیشن جج نے کی۔

مخالفین کو اس فیصلے سے بڑی مایوسی ہوئی۔ انہوں نے اس کے خلاف سیشن کورٹ فیض آباد میں اپیل دائر کی۔ ۲۸ اپریل ۱۹۳۹ء کو سیشن جج یعقوب علی رضوی نے اس اپیل کو مسترد کرتے ہوئے لکھا:

”میں لائق مجسٹریٹ سے پوری طرح متفق الرائے ہوں کہ مستغنیان بہت

ہی نئی طرح سے ثابت کرنے میں ناکامیاب رہے کہ ۸ جون ۱۹۳۶ء کو ۹ بجے اور ۱۲ بجے کے درمیان ملزم نے کوئی ایسی تقریر کی جس سے ان کے علماء کی اور ان کی کسی طرح سے بے عزتی ہوئی۔

”لائق مجسٹریٹ کی تجویز سے مجھ کو پتہ چلتا ہے کہ لائق مجسٹریٹ نے ثبوت زبانی و تحریری کو بغور دھیان دیا اور ملاحظہ کیا اور یہ صحیح فیصلہ کیا کہ ملزم نیک نیتی کے ساتھ کتابوں کی عبارتیں پڑھنے میں صحیح راستے پر تھا۔“

(ایضاً ص ۳۷)

آخر میں لکھا:

”۸ جون ۱۹۳۶ء کو کوئی ایسی تقریر نہیں ہوئی اور مستغیث عبد الحمید خاں اور ان جیسے اندھے مقلدین مذہب کی طرف سے دائر کیا ہوا استغاثہ بالکل من گھڑت ہے۔ لائق مجسٹریٹ کا فیصلہ جس میں اس نے ملزم کو بری کر دیا..... فریقین کے پیش کردہ ثبوتوں کی بناء پر بالکل صحیح اور درست ہے۔ مستغیثان میرے سامنے لائق مجسٹریٹ کے فیصلے میں کوئی قانونی غلطی یا اور کوئی غلطی نہ دیکھ سکے۔“ (ایضاً ص ۳۸)

یہ ایک قانونی دستاویز ہے اور ماہرین قانون کی خصوصی دل چسپی کی مستحق، اس کے مطالعہ کرنے کے بعد دیانت دارانہ رائے قائم کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی کہ ”حفظ الایمان براہین قاطعہ اور تحذیر الناس“ کی عبارات برحق ہیں؟ یا ان عبارات کو غارت گراہیمان قرار دینے والے سچے ہیں؟ اور کیا کوئی سچا مسلمان ان عبارات کو پڑھنے اور سمجھنے کے بعد ان کی تائید و حمایت کر سکتا ہے؟ مسلمان تو مسلمان ایک ہندو بھی یہ فیصلہ دینے پر مجبور ہے کہ ان عبارات کو ہدف تنقید بنانے والا نیک نیتی کے ساتھ اپنا موقف

پیش کرنے میں حق بجانب ہے۔

اے اللہ! اے کائنات کے مالک و خالق! ہمیں حق قبول کرنے اور اس پر قائم
و دائم رہنے کی توفیق عطا فرما اور اپنے حبیب پاک صاحبِ لولاک ﷺ کا کلمہ پڑھنے
والوں کو ایمان و اتحاد کی دولت سے سرفراز فرما۔

محمد عبدالکلیم شرف قادری

۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ

۱۵ فروری ۱۹۸۳ء

☆☆☆☆

<http://t.me/Tehqiqat>

ابتدائیہ:

شیشے کے گھر

(از علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری)

علماء اہل سنت و جماعت کا یہ طرہ امتیاز رہا ہے کہ وہ ارباب اقتدار کی چوکھٹ پر جہمہ سائی کو اپنے دینی منصب اور مقام کے خلاف سمجھتے ہوئے اس سے مجتنب رہے۔ وہ غیر مسلم حکمران تو کجا مسلمان سلاطین اور نوابوں سے بھی تعلق خاطر رکھنے کے روادار نہ ہوئے۔ ایک دفعہ امام احمد رضا خاں بریلوی سے ریاست مانپارہ کے نواب کی شان میں قصیدہ لکھنے کی فرمائش کی گئی تو آپ نے حضور سید عالم ﷺ کی شان میں ایک نعت لکھی اور مقطع میں فرمایا۔

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا

میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارہ ناں نہیں

ایسے بے نفس اور پیکر ورع و تقویٰ حضرات کا انگریزی حکومت سے راہ و رسم رکھنے اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے خوشامد اور تملق سے کام لینے کا کوئی انصاف پسند دیانت دار تصور بھی نہیں کر سکتا یہی روایت آج تک جاری ہے۔

پیش نظر مقالہ میں علماء اہل حدیث کی فکری اور سیاسی تاریخ کا ایک حصہ پیش کیا گیا ہے احسان الہی ظہیر کی طرح خود ساختہ نتائج اخذ نہیں کئے گئے بلکہ ان کی کتابوں کے اقتباسات من و عن پیش کر دئے گئے۔ مقام حیرت ہے کہ اتنا کمزور اور نازک ماضی رکھنے کے باوجود غیر مقلدین علماء اہل سنت پر انگریز نوازی کا جھوٹا اور بے بنیاد الزام لگاتے ہوئے نہیں شرماتے، کچھ عرصہ سے انہوں نے اتہام پردازی کی مہم چلا رکھی ہے اس لیے انہیں آئینہ دکھانے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ اس مقالہ کے مطالعہ کے بعد قارئین یہ

محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکیں گے کہ ان پر ”شیشے کے مکان میں بیٹھ کر کلوخ اندازی“ کی مثال کس قدر صحیح صادق آتی ہے۔

شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہیں پھینکتے
دیوارِ آہنی پہ حماقت تو دیکھئے

اہل حدیث کی وہابیت سے نفرت:

یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ اہل حدیث آج تک وہابیت سے نفرت اور بیزاری کا اعلان کرتے رہے ہیں۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے گورنمنٹ برطانیہ سے بڑی کوششوں کے بعد وہابی نام کی جگہ اہل حدیث منظور کرایا۔ ذیل کے چند اقتباسات اس حقیقت کو عیاں کرنے کے لیے کافی ہیں۔

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں:

”ہند کے لوگوں کو وہابیہ نجدیہ سے نسبت دینا کمال نادانی اور نہایت

بے وقوفی اور صریح غلطی ہے۔“

اس الزام کو رد کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

”اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ قرآن و حدیث پر عامل ہیں

ان کا نام اہل سنت و جماعت ہے نہ وہابی..... اور ہندوستان کے اکثر

مسلمان سنی مذہب رکھتے ہیں نہ مذہب حنبلی..... اور علماء اسلام نے جہاں

تعداد بہتر فرقوں اس امتِ اسلام کی لکھی ہے اور نام بنام ان کو گنا ہے ان

میں کہیں کسی جگہ کسی فرقہ کا نام وہابیہ نہیں بتلایا۔

اور یہ بھی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو دینِ قدیم اسلام میں کوئی نئی

راہ و طریقہ یا جدید مذہب و فساد کی بات نکالے۔ اس کا نام بدعتی اور ہوائی

ہے اور وہ دوزخیوں میں ہے، پھر کس طرح کوئی سچا مسلمان کسی نئے طریقے
نکالے ہوئے پر چل سکتا ہے اور وہ کب کسی لقب جدید کو اپنے لئے پسند
کر لے گا۔“ ۱

غور کیجئے نواب صاحب کتنی صراحت کے ساتھ کہہ گئے ہیں کہ وہابی نجدی سچے
مسلمان نہیں بلکہ دوزخی ہیں اس کے علاوہ حنبلیوں کے سنی ہونے کی بھی نفی کر گئے ہیں۔
مولوی محمد حسین بٹالوی کی ادارت میں شائع ہونے والا جریدہ ”اشلحۃ السنۃ“ تمام
اہل حدیث کا ترجمان رہا ہے اس میں لکھا ہے:

”اہل حدیث کو وہابی کہنا لائیل (مزیل حیثیت) ہے۔“ ۲

نیز لکھا:

”وہابی باغی و نمک حرام۔“ ۳

غلام رسول مہر لکھتے ہیں:

”وہابی کا لفظ اس لیے بھی غلط تھا کہ یہاں کے اہل حدیث کو نجد

کے وہابیوں سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اہل نجد حنبلی ہیں۔ اہل حدیث کسی امام

کے مقلد نہیں، لیکن انگریزوں نے انہیں زبردستی ”وہابی“ کہنا شروع کیا

اس کے برخلاف جتنی کوششیں ہوئیں وہ بالکل درست تھیں۔ ۴

مگر آج کے اہل حدیث بڑے فخر سے اپنا تعلق وہابیت اور محمد بن عبدالوہاب نجدی

سے جوڑ رہے ہیں آخر کیوں؟ سوائے اس کے کیا کہا جاسکتا ہے کہ نجدی ریالوں کی چمک

دک اپنی جانب کھینچ رہی ہے۔ حضور سید عالم ﷺ کا ارشاد ہے:-

۱۔ صدیق حسن خاں بھوپالی، نواب:

ترجمان وہابیہ، ص ۱۴

۲۔ اشلحۃ السنۃ:

ج ۱۰، شمارہ اول، ص ۱۰ (حاشیہ)

۳۔ ایضاً:

ج ۱۱، شمارہ ۲، ص ۳۴

۴۔ غلام رسول مہر:

افادات مہر (مرتبہ ڈاکٹر شیر بہادر خاں پٹی) شیخ غلام علی، لاہور، ص ۲۳۶

حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ

ذرا افراط عقیدت دیکھئے: مجدد الدعوة السلفية في شبه الجزيرة و

إمام أهل التوحيد محيي السنة قاطع الشرك و البدعة شيخ الاسلام

محمد بن عبد الوهاب

ایک ایک لفظ میں ریالوں کی کھنک محسوس کی جاسکتی ہے۔

محمد عبد الحکیم شرف قادری

۷ ذیقعدہ ۱۴۰۵ھ

۲۶ جولائی ۱۹۸۵ء



<http://t.me/Tehqiqat>

البریلویہ جس

احسان الہی ظہیر:

مقدمہ:

اندھیرے سے اجالے تک

(تالیف: علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری)

بریلوی نیا فرقہ:

امام احمد رضا بریلوی کے افکار و نظریات کی بے پناہ مقبولیت سے متاثر ہو کر مخالفین نے ان کے ہم مسلک علماء و مشائخ کو بریلوی کا نام دے دیا۔ مقصد یہ ظاہر کرنا تھا کہ دوسرے فرقوں کی طرح یہ بھی ایک نیا فرقہ ہے جو سرزمین ہند میں پیدا ہوا ہے۔

ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی اہل حدیث لکھتے ہیں:

”یہ جماعت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کی مدعی ہے، مگر

دیوبندی مقلدین (اور یہ بھی بجائے خود ایک جدید اصطلاح ہے) یعنی تعلیم

یافتگان مدرسہ دیوبند اور ان کے اتباع انہیں ”بریلوی“ کہتے ہیں۔“

جبکہ حقیقت حال اس سے مختلف ہے۔ بریلی کے رہنے والے یا اس سلسلہ سے

شاگردی یا بیعت کا تعلق رکھنے والے اپنے آپ کو بریلوی کہیں تو یہ ایسا ہی ہوگا جیسے کوئی

اپنے آپ کو قادری، چشتی، یا نقشبندی اور سہروردی کہلائے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ

خیرآبادی، بدایونی، رامپوری سلسلہ کا بھی وہی عقیدہ ہے جو علماء بریلی کا ہے، کیا ان سب

حضرات کو بھی بریلوی کہا جائے گا؟ ظاہر ہے کہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے، اگرچہ مخالفین

ان تمام حضرات کو بھی بریلوی ہی کہیں گے۔ اسی طرح اسلاف کے طریقے پر چلنے والے

قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی اور رفاہی مخالفین کی نگاہ میں بریلوی ہی ہیں۔ ۲

تراجم علمائے حدیث ہند (سجانی اکیڈمی، لاہور)

۱۔ ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی:

البریلویہ، ص ۷۷

۲۔ احسان الہی ظہیر:

مبلغ اسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی کچھ چھوی فرماتے ہیں:

”غور فرمائیے کہ فاضل بریلوی کسی نئے مذہب کے بانی نہ تھے از اول تا آخر مقلد رہے۔ ان کی ہر تحریر کتاب و سنت اور اجماع و قیاس کی صحیح ترجمان رہی۔ نیز سلف صالحین و ائمہ و مجتہدین کے ارشادات اور مسلک اسلاف کو واضح طور پر پیش کرتی رہی، وہ زندگی کے کسی گوشے میں ایک پل کے لیے بھی ”سبیل مومنین صالحین“ سے نہیں ہٹے۔

اب اگر ایسے کے ارشادات حقانیہ اور توضیحات و تشریحات پر اعتماد کرنے والوں، انہیں سلف صالحین کی روش کے مطابق یقین کرنے والوں کو ”بریلوی“ کہہ دیا گیا تو کیا بریلویت و سنت کو بالکل مترادف المعنی نہیں قرار دیا گیا؟ اور بریلویت کے وجود کا آغاز فاضل بریلوی کے وجود سے پہلے ہی تسلیم نہیں کر لیا گیا؟“ ۱

خود مخالفین بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں:

”یہ جماعت اپنی پیدائش اور نام کے لحاظ سے نئی ہے، لیکن افکار اور

عقائد کے اعتبار سے قدیم ہے۔“ ۲

اب اس کے سوا اور کیا کہا جائے کہ بریلویت کا نام لے کر مخالفت کرنے والے دراصل ان ہی عقائد و افکار کو نشانہ بنا رہے ہیں جو زمانہ قدیم سے اہل سنت و جماعت کے چلے آ رہے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ان میں اتنی اخلاقی جرأت نہیں ہے کہ کھلے بندوں اہل سنت کے عقائد کو مشرکانہ اور غیر اسلامی قرار دے سکیں۔ ”باب عقائد“ میں آپ دیکھیں گے کہ جن عقائد کو بریلوی عقائد کہہ کر مشرکانہ قرار دیا گیا ہے، وہ قرآن و حدیث اور متقدمین علمائے اہل سنت سے ثابت اور منقول ہیں۔ کوئی ایک ایسا عقیدہ بھی

۱۔ سید محمد مدنی، شیخ الاسلام: تقدیم ”دور حاضر میں بریلوی، اہل سنت کا علامتی نشان“ (مکتبہ حبیبیہ، لاہور) ص ۱۱۔۱۰

۲۔ احسان الہی ظہیر: البریلویہ، ص ۷

تو نہیں پیش کیا جاسکا جو بریلویوں کی ایجاد ہو اور متقدمین ائمہ اہل سنت سے ثابت نہ ہو۔
امام اہل سنت شاہ احمد رضا بریلوی کے القاب میں سے ایک لقب ہی عالم اہل السنۃ
تھا..... اہل سنت و جماعت کی نمائندہ جماعت آل انڈیا سنی کانفرنس کا رکن بننے کے
لیے سنی ہونا شرط تھا اس کے فارم پرستی کی یہ تعریف درج تھی۔

”سُنی وہ ہے جو ما انا علیہ و اصحابی کا مصداق ہو سکتا ہو۔ یہ وہ
لوگ ہیں جو ائمہ دین، خلفاء اسلام اور مسلم مشائخ طریقت اور متاخرین علماء
دین میں سے شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی، حضرت ملک العلماء بحر العلوم
صاحب فرنگی محلی، حضرت مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی، حضرت مولانا
فضل رسول صاحب بدیوانی، حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب رامپوری،
اعلیٰ حضرت مولانا مفتی احمد رضا خاں رحمہم اللہ تعالیٰ کے مسلک پر ہو۔“

خود مخالفین بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ یہ لوگ قدیم طریقوں پر کاربند
رہے۔ مشہور مؤرخ سلیمان ندوی جن کا میلان طبع اہل حدیث کی طرف تھا، لکھتے ہیں:
”تیسرا فریق وہ تھا جو شدت کے ساتھ اپنی روش پر قائم رہا اور اپنے
آپ کو اہل السنۃ کہتا رہا۔ اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایوں کے
علماء تھے۔“ ۲

شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں:

”انہوں (امام احمد رضا بریلوی) نے نہایت شدت سے قدیم حنفی

طریقوں کی حمایت کی۔“ ۳

اہل حدیث کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

۱۔ محمد جلال الدین قادری، مولانا: خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس (مکتبہ رضویہ، لاہور) ص ۸۶-۸۵

۲۔ سلیمان ندوی: حیات شلی، ص ۳۶ (بحوالہ تقریب تذکرہ اکابر سنت، ص ۶۲)

۳۔ محمد اکرام شیخ: موج کوڑ، طبع ہفتم ۱۹۶۶ء، ص ۷۰ (بحوالہ سابقہ)

”امر تسریں مسلم آبادی غیر مسلم آبادی (ہندو سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے، اسی سال قبل پہلے سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔“ ۱

یہ امر بھی سامنے رہے کہ غیر مقلدین براہ راست قرآن و حدیث سے استنباط کے قائل ہیں اور ائمہ مجتہدین کو استنادی درجہ دینے کے قائل نہیں ہیں۔ دیوبندی مکتب فکر رکھنے والے اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں تاہم وہ بھی ہندوستان کی کسی مسلم شخصیت یہاں تک کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی کو دیوبندیت کی ابتدا ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

علامہ انور شاہ کشمیری کے صاحبزادے دارالعلوم دیوبند کے استاذ التفسیر مولوی انظر شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

”میرے نزدیک دیوبندیت خالص ولی اللہی فکر بھی نہیں اور نہ کسی خانوادہ کی لگی بندھی فکر دولت و متاع ہے میرا یقین ہے کہ اکابر دیوبند جن کی ابتداء میرے خیال میں سیدنا الامام مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور فقیہ اکبر حضرت مولانا رشید گنگوہی سے ہے..... دیوبندیت کی ابتدا حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے کرنے کے بجائے مذکورہ بالا دو عظیم انسانوں سے کرتا ہوں۔“ ۲

پھر شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے دیوبند کا تعلق قائم نہ کرنے کا ان الفاظ میں اظہار کرتے ہیں:

”اول تو اس وجہ سے کہ شیخ مرحوم تک ہماری سند ہی نہیں پہنچتی۔ نیز حضرت شیخ عبدالحق کا فکر کلیۃً دیوبندیت سے جوڑ بھی نہیں کھاتا..... سنا ہے

شمع توحید (مطبوعہ سرگودھا) ص ۴۰

۱۔ ثناء اللہ امرتسری:

ماہنامہ البلاغ (مارچ ۱۹۶۹ء/ ۱۳۸۸ھ) ص ۴۸

۲۔ انظر شاہ کشمیری، استاذ دیوبند:

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری فرماتے تھے کہ ”شامی اور شیخ عبدالحق پر بعض مسائل میں بدعت و سنت کا فرق واضح نہیں ہو سکا۔“ بس اسی اجمال میں ہزار ہا تفصیلات ہیں، جنہیں شیخ کی تالیفات کا مطالعہ کرنے والے خوب سمجھیں گے۔“ ۱۔

امام احمد رضا اور عالمی جامعات:

امام احمد رضا بریلوی کے وصال کے بعد نصف صدی تک ان پر کوئی قابل ذکر کام نہیں ہوا، لیکن گزشتہ چند سال سے مرکزی مجلس رضالاہور اور مجمع الاسلامی مبارک پور انڈیا نے دورِ جدید کے تقاضوں کے مطابق جو کام کیا ہے، عالمی سطح پر اس کے خوش گوار اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ پٹنہ یونیورسٹی (بھارت) میں حال ہی میں فاضل بریلوی کی فقہت پر مولانا حسن رضا خاں نے کام کیا ہے، جس پر انہیں ڈاکٹریٹ کی ڈگری مل گئی ہے۔ جبل پور یونیورسٹی (بھارت) سندھ یونیورسٹی (پاکستان) اور علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی (پاکستان) میں بھی کام ہو رہا ہے۔

۱۹۷۵ء میں جامعہ ازہر مصر کے پروفیسر محی الدین الوائی (اہل حدیث) نے فاضل بریلوی پر عربی میں ایک مقالہ لکھا جو ”صوت الشرق“ قاہرہ میں شائع ہوا، کئی فورنیا یونیورسٹی امریکہ کے شعبہ تاریخ کی فاضلہ ڈاکٹر باربرا مشکاف نے فاضل بریلوی پر اپنے انگریزی مقالہ میں اظہار خیال کیا ہے، مگر انہوں نے گہرا مطالعہ نہیں کیا۔ ہالینڈ کی لیڈن یونیورسٹی شعبہ اسلامیات کے پروفیسر جے ایم ایس بلیان بھی اس طرف متوجہ ہوئے ہیں اور دیگر فتاویٰ کے ساتھ فتاویٰ رضویہ کا بھی مطالعہ کر رہے ہیں۔ ۲۔



۱۔ انظر شاہ کشمیری: فتاویٰ ماہنامہ البلاغ (مارچ ۱۹۶۹ء/۱۳۸۸ھ) ص ۳۹

۲۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر: حیات امام اہل سنت (مرکزی مجلس رضالاہور) ص ۶-۳۵

البریلویہ:

امام احمد رضا بریلوی کی روز افزوں مقبولیت نے مخالفین کو تشویش اور اضطراب میں مبتلا کر دیا ہے، جس کے نتیجے میں بعض لوگ محض عناد کی بناء پر انصاف و دیانت کے تمام اصولوں کو پس پشت ڈال کر الزام کی حد سے گزر کر اتہام تک جا پہنچے ہیں۔ ایسی ہی کوشش بقلم خود علامہ احسان الہی ظہیر نے کی ہے اور عربی زبان میں ”البریلویہ“ نامی کتاب لکھ کر سعودی ریال کھرے کئے ہیں۔ خدا جانے علماء نجد کی آنکھوں پر کونسا پردہ پڑا ہوا ہے کہ وہ ہر اس کتاب کے دل و جان سے خریدار ہیں جس میں عامۃ المسلمین کو مشرک اور بدعتی قرار دیا گیا ہو۔

اس کتاب کی چند نمایاں خصوصیات یہ ہیں:

۱۔ پہلے باب میں کوئی بات بھی اُس کے صحیح پس منظر میں بیان نہیں کی گئی۔ ہر جگہ دستِ تصرف نے خوبصورت کو بدصورت بنا کر پیش کیا ہے۔ ایک فاضل نے اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

”یہ کتاب تنقید کی بجائے تنقیص کی حد میں داخل ہو گئی ہے۔“

حافظ عبدالرحمن مدنی اہل حدیث لکھتے ہیں:

”یہ شکایت اُس (ظہیر) کی کتابوں میں اُردو اور عربی اقتباسات کا

مطالعہ کرنے والے عام حضرات کو بھی ہے کہ اُردو عبارت کچھ جو یونہی عربی میں گھڑت طور پر شائع کر دی جاتی ہے۔“

۲۔ دوسرے اور تیسرے باب میں وہی عقائد اور معمولات مضحکہ خیز انداز میں بریلویوں کی طرف منسوب کئے ہیں جن کے قائل اور عامل متقدمین اہل سنت و جماعت رہے اور نجدی وہابی علماء ان کی مخالفت کرتے رہے ہیں بلکہ ایسے عقائد کا بھی تمسخر اڑایا ہے جن کے خود ان کے اپنے اکابر مثلاً علامہ ابن قیم شوکانی، نواب صدیق حسن خاں،

ہفت روزہ اہل حدیث، لاہور ۳ مارچ ۱۹۸۳ء، ص ۶

۱۔ عبدالرحمن مدنی، حافظ:

نواب وحید الزماں قائل ہیں، جیسا کہ آئندہ ابواب میں بیان کیا جائے گا۔

۳۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کی عربی زبان پر جا بجا چوٹیں کی ہیں، جبکہ اپنی حالت یہ ہے کہ ان کی عربی تحریر سمجھنے کی لیاقت بھی نہیں ہے اور اپنی عربی زبان کا عالم یہ ہے کہ عجمیت زدہ ہے۔

حافظ عبدالرحمن مدنی اہل حدیث لکھتے ہیں:

”جہاں تک اس کی عربی دانی کا تعلق ہے، اس کا بھی صرف دعویٰ ہی

ہے، ورنہ اس کی مطبوعہ کتابوں کا شاید ہی کوئی صفحہ گرامر یا زبان کی غلطیوں

سے پاک ہوگا، چنانچہ عربی دان حضرات اپنی مجلسوں میں احسان الہی کی

عربی کتب کے سلسلہ میں ایسی باتوں کا اکثر ذکر کرتے ہیں۔!

چند مثالیں ملاحظہ ہوں جو چند صفحات کے سرسری مطالعہ سے سامنے آئی ہیں،

گہری نظر سے پوری کتاب کا مطالعہ کیا جائے، تو طویل فہرست تیار کی جاسکتی ہے۔

”البریلویہ“ کے ص ۲۳ پر ایک درد شریف نقل کیا ہے جس میں امام احمد رضا بریلوی نے

صنعت ایہام میں مشائخ سلسلہ قادریہ کے اسماء ذکر کئے ہیں۔ ظہیر صاحب اس عبارت کا

مطلب ہی نہیں سمجھے جیسا کہ آئندہ صفحات میں وضاحت سے بیان کیا ہے۔

ایک جگہ لکھتے ہیں:

فانہم اعطوا للعصاة البغاة رسید الجنة ۲

یہ احساس ہی نہ ہوا کہ ”رسید“ لفظ عربی نہیں فارسی ہے۔

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

بل اصدروا فرمانا ۳

ہفت روزہ اہل حدیث، لاہور، ۳ اگست ۱۹۸۲ء، ص ۶

۱۔ عبدالرحمن مدنی، حافظ:

البریلویہ، ص ۱۳۵

۲۔ احسان الہی ظہیر:

البریلویہ، ص ۳۷

۳۔ ایضاً:

انہیں کون سمجھائے کہ ”فرمان“ لفظ عربی نہیں ہے فارسی ہے۔ ذیل میں اغلاط کی

مختصر فہرست ملاحظہ ہو:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵	۱۲	ان اخلص المحبین قلوہ	قلاہ
"	۱۷	انفصلت البریلویہ	عن البریلویہ
۱۸	۱۰	مع الثابت	مع أن الثابت
۲۰	۱۱	عبدالحق خیر آبادی	الخیر آبادی
"	۱۷	من ابنہ ابی الحسین	من ابن ابنہ
۲۱	۱۵	لم تکن رائجۃ بین السنۃ	بین اہل السنۃ
۲۲	۲۱	یروجہا بین السنۃ	بین اہل السنۃ
"	۱۳	لآل البیت	لأهل البیت
۲۳	۲	کفر السنۃ	اہل السنۃ
۲۵	۳	حلی	حلیاً
"	۲۱	ولافلسا	فلسا
۲۷	۱۳	ای یصفہ بہا	ان یصفہ بہا
۲۸	۲۱	المواضع	المواضع
"	۱۷	أن القوم	إلى أن القوم
۲۹	۱۲	ہذہ الکتب	تلك الکتب
"	"	إلى البریلویہ	إلى البریلوی
۳۲	۱۶	الحجم الصغیر	القطع الصغیر

۸۶۴ صفحه	يشتمل على ۲۶۴ صفحة	۱۸	۳۳
حکما (فرمان لفظ فارسی)	اصدور افرمانا	۱۶	۳۷
نظرة تعظیم و احترام	نظرة تقدير و احترام	۱۲	۳۹
اعتزل البریلوی	اعتزلت البریلوی	۱	۴۰
غصبوها	غضبوها	۱۵	"
استرقاق	استرتقاق	۱۸	"
فی مصالح المستعمرین	فی صالح المستعمرین	۲۲	"
استخلاص	استخلاص	۲۰	۴۱
والا فالمقصود الاصلی	والا المقصود الاصلی	۴	۴۲
للاستعمار	مناصرة للاستعمار	۲۱	"
الاستعمار	الاستعمار	۱۰	۴۳
ستمبر	ستمبر	۱۶	۵۲
حامد رضا	من ابن البریلوی احمد رضا	۱۲	۵۳
كانت	بعد ما كنت مرفوضة	۱۸	۵۵
المقراء	فلينصف القراءة	۷	۶۷
الى من جاء	و من جاء	۸	"
كديب النمل	كيب النمل	۱۷	"
فيكتب	فيكتب	۷	۶۸
التي بينها	الذي بينهما	۶	۷۶
ولم يبق	ولم يبق	۱۶	۱۱۰
ولكن تعمي	ولكن تعمي	۸	۱۱۱

ردالمختار	ردالمختار	۳	۱۱۷
الذّر المختار	دارالمختار	"	"
رسید تجمی لفظ	رسید الجنة	۸	۱۳۵
تجمی بوسہ سے ماخوذ	ان بیوس	۱۹	۱۳۸
تکیہ کی جمع، تجمی لفظ	ترک التکایا	۳	۲۰۵

۳۔ بریلویت کی آڑ میں دنیا بھر کے عامۃ المسلمین اور اہل سنت و جماعت کو مشرک قرار دیا گیا ہے۔ تصریح ملاحظہ ہو:

☆ ”ابتداءً میرا گمان تھا کہ یہ فرقہ پاک و ہند سے باہر موجود نہیں ہوگا، مگر یہ گمان زیادہ دیر قائم نہیں رہا۔ میں نے یہی عقائد مشرق کے آخری حصے سے مغرب کے آخری حصے تک اور افریقہ سے ایشیا تک اسلامی ممالک میں دیکھے۔“ (ملخصاً) ۱

اب ذرا دنیا بھر کے مسلمانوں کے خلاف یلغار کے چند نمونے بھی دیکھتے چلیں:

☆ سال کے مخصوص دنوں میں ان لوگوں کی قبروں پر حاضر ہونا، جنہیں وہ اولیاء و صالحین گمان کرتے ہیں، عرسوں کا قائم کرنا، عید میلاد و غیرہ منکرات جو ہندوؤں، مجوسیوں اور بت پرستوں سے مسلمانوں میں درآئے ہیں۔“ (ترجمہ و تلخیص ۲)

☆ ان کے عقائد کا اسلام سے دور و نزدیک کا کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ یہ بعینہ وہی عقائد ہیں جو جزیرہ عرب کے مشرک اور بت پرست رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے رکھتے تھے، بلکہ دور جاہلیت کے لوگ بھی شرک میں

البریلویہ، ص ۱۰

۱۔ احسان انہی ظہیر:

البریلویہ، ص ۸۔۷

۲۔ ایضاً:

اس قدر غرق نہ تھے جس قدر یہ ہیں۔“ ۱

☆ ”بریلویوں کے امتیازی عقائد وہ ہیں جو دین کے نام پر بت پرستوں

عیسائیوں، یہودیوں اور مشرکوں سے مسلمانوں کی طرف منتقل ہوئے ہیں۔“ ۲

☆ ”کفار مکہ، جزیرہ عرب کے مشرکین اور دور جاہلیت کے بت پرست

بھی ان سے زیادہ فاسد اور رڈی عقیدہ والے نہیں تھے۔“ ۳

یہ وہ کیف باطن ہے جو کتاب کے مختلف صفحات پر بکھرا ہوا ہے۔ اگر یہی وہابیت

ہے اور یقیناً یہی ہے۔ تو علماء حق نے وہابیوں کے خلاف جو فتوے دئے تھے، بالکل صحیح

دئے تھے۔ جو فرقہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو مشرک اور جہنمی قرار دئے وہ خود ان خلعتوں کا

مستحق ہے۔

قد بدت البغضاء من أفواههم وما تخفى صدورهم أكبر

طرفہ یہ کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دیتے دیتے خود اپنے مشرک

ہونے کا فیصلہ بھی دے گئے ہیں۔ اتحاد کی دعوت دینے والوں کی طرف اشارہ کرتے

ہوئے لکھتے ہیں:

”میں جانتا ہوں کہ وحدت و اتحاد اور اسلامی فرقوں کو قریب کرنے

کے احمق اور بیوقوف داعیوں کی پیشانیوں پر بل پڑ جائیں گے، لیکن میں کئی

دفعہ یہ کہہ چکا ہوں کہ عقائد و افکار کے اتحاد و اتفاق کے بغیر اتحاد و اتفاق نہیں

ہو سکتا، کیونکہ اتحاد کا مطلب ہی یہ ہے کہ بنیادی امور میں اتفاق ہو۔“ ۴

(ترجمہ و تلخیص)

۱۔ احسان الہی ظہیر:

البریلویہ، ص ۹

۲۔ ایضاً:

البریلویہ، ص ۵۵

۳۔ ایضاً:

البریلویہ، ص ۶۵

۴۔ ایضاً:

البریلویہ، ص ۱۱

دوسری طرف اہل سنت و جماعت (بریلوی) کی نمائندہ سیاسی جماعت جمعیت العلماء پاکستان کے ساتھ ظہیر صاحب کی جماعت کا اتحاد ہو چکا ہے جو کہ جماعتی اتحاد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور وہ خود تصریح کر رہے ہیں کہ بنیادی امور میں اتحاد کے بغیر اتحاد نہیں ہو سکتا تو جس کا مشرکوں کے ساتھ بنیادی امور میں اتحاد ہوگا وہ مشرک نہیں ہوگا تو کیا ہوگا؟

۵۔ خاص طور پر امام احمد رضا بریلوی کے بارے میں تو وہ غلط بیانی کی ہے کہ حیرت ہوتی ہے:

- — ”وہ شیعہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔“
 - — انہوں نے سنی کا نقاب اوڑھ رکھا تھا۔ ۳
 - — وہ مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی کے شاگرد تھے۔ ۴
 - — انگریزوں نے مسلمانوں میں تفریق کے لیے ایک تو قادیانی کو مقرر کیا اور دوسرا بریلوی کو شیعہ وغیرہ وغیرہ۔“
- غرض یہ کہ:

شرم نبی خوفِ خدا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

۶۔ غلط بیانی ان کا شیوہ ہے اور اس پر انہیں فخر ہے۔ ایک مثال دیکھئے تکبیر تحریمہ کے علاوہ نماز میں ہاتھ اٹھانے اور نہ اٹھانے کے بارے میں مختلف احادیث وارد ہیں شافعیہ نے امام شافعی کی پیروی میں احادیث کی پہلی قسم پر عمل کیا اور احناف نے امام ابوحنیفہ کی پیروی میں احادیث کی دوسری قسم پر عمل کیا۔ کوئی فریق بھی دوسرے فریق کو شرک یا

۱۔ عبدالرحمن مدنی، حافظ: ہفت روزہ اہل حدیث، لاہور ۳ اگست ۱۹۸۳ء، ص ۷

۲۔ احسان الہی ظہیر:

۳۔ ایضاً:

۴۔ ایضاً:

۵۔ ایضاً:

مخالفتِ رسول کا التزام نہیں دے سکتا' کیونکہ ہر فریق کا عمل احادیث مبارکہ پر ہے:
شاہ اسماعیل دہلوی امام معین کی تقلید پر رد کرتے ہوئے "تنویر العینین" میں لکھتے
ہیں:

"شخص معین کی تقلید سے چمٹے رہنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ جبکہ امام کے قول
کے خلاف صریح دلالت کرنے والی نبی اکرم ﷺ سے منقول احادیث
موجود ہوں۔ اگر امام کے قول کو ترک نہ کرے تو اس میں شرک کا شائبہ
ہوگا۔"

اس پر امام احمد رضا بریلوی نے رد کرتے ہوئے فرمایا کہ امام ربانی مجدد الف ثانی
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سب امام معین (امام اعظم
ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مقلد تھے۔ اور شاہ اسماعیل دہلوی کے مسلم پیشوا۔ اب
دو ہی صورتیں ہیں:

- (۱) یا تو یہ تمام بزرگ امام معین کی تقلید کے سبب مشرک ہوں (معاذ اللہ)
اور جب امام و مقتدا مشرک ہو تو مقتدی اور مداح بطریق اولیٰ مشرک ہوگا۔
- (۲) یہ بزرگ مقلد ہوتے ہوئے بھی مومن مسلمان تھے اور اسماعیل دہلوی البتہ گمراہ
بددین مسلمانوں کو کافر کہنے والا تھا۔
بہر صورت اس کا اپنا حکم ظاہر ہو گیا۔ (ملخصاً)۔
یہ بہت ہی معقول گرفت تھی جسے ظہیر نے من مانی کرتے ہوئے من گھڑت انداز
میں پیش کیا ہے اُس نے لکھا ہے:

"یعنی دہلوی اس لیے کافر ہے کہ اس کے نزدیک تقلید شخصی جائز نہیں
ہے، جبکہ امام کے قول کے خلاف پر دلالت کرنے والی احادیث کی طرف
رجوع کیا جاسکے۔ اور اس کے نزدیک کسی بھی شخص کے قول کے مقابل سنت

۱۔ احمد رضا خاں بریلوی، امام: الکوئبہ اشہابیہ (مطبوعہ مراد آباد) ص ۱۰

کا ترک کرنا جائز نہیں ہے تو یہ بریلوی کی نظر میں کفر ہے اور اگر یہ کفر ہے تو ہم نہیں جانتے کہ اسلام کیا ہے؟“

سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ

امام احمد رضا بریلوی نے قطعاً یہ نہیں فرمایا جو ان کے ذمہ لگایا جا رہا ہے۔ انہوں نے تو یہ فرمایا ہے کہ ائمہ کرام کے مقلدین عامۃ المسلمین کو مشرک کہنے والا خود بھی مشرک یا گمراہ ہونے سے بچ نہیں سکتا، کیونکہ اس کا فتویٰ اگر صحیح ہے تو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اور دیگر مسلم حضرات کا مشرک ہونا لازم آئے گا۔ اور جب امام مشرک ہو تو مقتدی اور مداح بھی اسی خانے میں جائے گا اور اگر فتویٰ غلط ہے تو خود اس کا گمراہ ہونا ثابت ہو گیا۔

پھر یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ ائمہ دین مجتہدین نے جو احکام بیان کئے ہیں وہ ان کے خود ساختہ نہیں ہیں بلکہ یا تو صراحۃً کتاب و سنت میں بیان کئے گئے ہیں یا قیاس صحیح کے ساتھ کتاب و سنت سے مستنبط ہیں لہذا غیر مقلدین کا یہ کہنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے کہ ہم کتاب و سنت کی پیروی کرتے ہیں اور مقلدین ائمہ کی پیروی کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مقلدین کتاب و سنت کے ان احکام پر عمل پیرا ہیں جو ائمہ مجتہدین نے بیان کئے ہیں اور غیر مقلدین براہ راست استنباط احکام کے مدعی ہیں۔ گویا یہ لوگ اپنے فہم پر اعتماد کرتے ہیں اور مجتہدین کے فہم پر اعتماد نہیں کرتے جن پر مسلمانوں کی غالب اکثریت نے اعتماد کیا ہے اور جن کے علم و فضل اور تقویٰ و پرہیزگاری کی قسم کھائی جاسکتی ہے۔

۷۔ اہل سنت پر بریلویت کی آڑ میں رو کرنے کے لیے ان امور پر بھی طعن کیا ہے جو صراحۃً کتب احادیث یا کتب سلف میں وارد ہیں۔

☆ ایک جگہ بطور اعتراض لکھا ہے:-

البریلویہ، ص ۱۶۷-۱۶۶

۱۔ اسان الہی ظہیر:

”ایک بریلوی کہتا ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں چلتے پھرتے

ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔“ ۱

حالانکہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ فَنَبِيٌّ

اللَّهُ حَتَّى يُرْزَقَ رِوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ. ۲

”اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے اجسام کا کھانا حرام فرمایا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہے اسے رزق دیا جاتا ہے۔ اس حدیث کو امام ابن

ماجنے (کتاب الجنائز کے آخر میں) روایت کیا۔

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا:

مَرَرْتُ عَلَى مُوسَى لَيْلَةَ أُسْرَى بِي عِنْدَ الْكَلْبِ الْأَحْمَرِ

وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ ۳

”شب معراج کلب احمر (سرخ ٹیلے) کے پاس میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس

سے گزرا وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔“

☆ ایک دوسرا بریلوی کہتا ہے:

”جب واقعہ حرہ میں لوگ مدینہ سے تین دن کے لیے چلے گئے اور

مسجد نبوی میں کوئی بھی داخل نہ ہوا تو پانچوں وقت نبی ﷺ کی قبر سے اذان

سنی جاتی تھی۔“ ۴

البریلویہ، ص ۸۰

۱۔ حسان الہی ظہیر:

مکتوہ شریف (نور محمد کراچی) ص ۱۳۱

۲۔ ولی الدین، شیخ خطیب:

مسلم شریف (رشیدیہ، دہلی) ج ۲، ص ۲۶۸

۳۔ مسلم بن الحجاج القشیری، امام:

البریلویہ، ص ۸۱

۴۔ حسان الہی ظہیر:

جبکہ امام احمد محمد عبدالرحمن دارمی راوی ہیں کہ سعید بن عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ واقعہ حرہ کے دنوں میں تین دن نبی اکرم ﷺ کی مسجد میں نہ تو اذان کہی گئی اور نہ تکبیر، حضرت سعید بن مسیب (جو اجلہ تابعین میں سے تھے) مسجد میں ہی رہے۔

وَ كَانَ لَا يَعْرِفُ وَقْتَ الصَّلَاةِ إِلَّا بِهَمَمَةٍ يَسْمَعُهَا مِنْ
قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ ۱

”انہیں نماز کا وقت صرف اُس دھیمی آواز سے معلوم ہوتا تھا جو انہیں نبی اکرم ﷺ کے روضہ مبارک سے سنائی دیتی تھی۔“

☆ ایک اور بریلوی کہتا ہے:

”جب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ حجرہ شریفہ کے سامنے رکھا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور لوگوں نے سنا کہ حبیب کو حبیب کے پاس لے آؤ۔“ ۲

حالانکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس کرامت کا تذکرہ امام فخر الدین رازی نے ان الفاظ میں کیا ہے:

فَإِنَّمَا أَبُو بَكْرٍ فَمِنْ كَرَامَاتِهِ أَنَّهُ لَمَّا حُمِلَتْ جِنَازَتُهُ إِلَى
بَابِ قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ وَ نُودِيَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ
اللَّهِ هَذَا أَبُو بَكْرٍ بِالْبَابِ قَدْ انْفَتَحَ وَإِذَا بِهَا تَفٍ يَهْتِفُ
مِنَ الْقَبْرِ

أَدْخِلُوا الْحَبِيبَ إِلَى الْحَبِيبِ ۳

”حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک کرامت یہ ہے کہ

۱۔ عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی، امام: سنن الدارمی (دار النجاس، قاہرہ) ج ۱، ص ۳۳

البریلویہ، ص ۸۱

۲۔ احسان الہی ظہیر:

تفسیر کبیر (عبدالرحمن محمد، مصر) ج ۲۱، ص ۸۷

۳۔ امام رازی:

جب آپ کا جنازہ نبی اکرم ﷺ کے روضہ مبارک کے دروازہ پر حاضر کیا گیا اور عرض کیا گیا ”السلام علیک یا رسول اللہ! یہ ابو بکر دروازے پر حاضر ہیں“ تو دروازہ کھل گیا اور قبر انور سے یہ آواز آئی کہ ”حبیب کو حبیب کے پاس لے آؤ۔“

اب کوئی شخص یہ پوچھ سکتا ہے کہ یہ کیسے اہل حدیث ہیں اور کیسے سلفی ہیں جو حدیثوں اور ارشادات سلف کو ہی نہیں مانتے۔

۸۔ اہل سنت کو بدنام کرنے کے لیے بے دریغ غلط باتیں ان کی طرف منسوب کر دی ہیں، مثلاً:

☆ ”بریلویوں نے اللہ تعالیٰ کو معطل اور اختیار قدرت اور اقتدار سے

معزول قرار دے رکھا ہے اور ان کے گمان میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اس کا

ملک اور اختیارات انبیاء و اولیاء کی طرف منتقل ہو چکے ہیں“ (ملخصاً)

یہ افتراء محض ہے اور یہ عقیدہ رکھنا کفر ہے۔ یہ بیان اس مفروضہ باطلہ پر مبنی ہے کہ

اللہ تعالیٰ کسی مخلوق کو قدرت و اختیار دے دے تو معاذ اللہ! نہ اس کے پاس قدرت رہتی ہے نہ اختیار۔

☆ رسول اللہ پر ایک لحظہ کے لیے بھی موت طاری نہیں ہوئی۔“ ۲

یہ بھی افتراء ہے خود اسی صفحہ پر اہل سنت کا یہ عقیدہ نقل کیا ہے:

إِنَّ حَيَلَةَ الْأَنْبِيَاءِ حَيَاةٌ حَقِيقَةٌ حَيَّةٌ دُنْيَوِيَّةٌ يَطْرَأُ

عَلَيْهِمُ الْمَوْتُ لِثَابِتَةِ مِنَ الثَّوَابِي لِيَصْذَقَ وَعِنْدَ اللَّهِ ۳

”انبیاء کی حیات حقیقی حسی دنیاوی ہے ان پر ایک لحظہ کے لیے

البریلویہ، ص ۶۵

۱۔ احسان الہی ظہیر:

البریلویہ، ص ۸۰

۲۔ ایضاً:

البریلویہ، ص ۸۰ سطر ۱

۳۔ ایضاً:

موت طاری ہوتی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہو جائے۔“

☆ ”بریلویوں نے انبیاء اور رسل کی بشریت کا انکار کیا ہے۔“ ۱

یہ بھی غلط محض ہے، امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

”جو مطلقاً حضور سے بشریت کی نفی کرے، وہ کافر ہے۔“ ۲

یہ چند مثالیں ہیں، ورنہ اس قسم کی غلط بیابیاں اس کتاب میں کثرت سے ہیں۔

۹۔ مصنف کا دعویٰ یہ ہے:

”ہم نے بریلویوں کا جو عقیدہ بھی ذکر کیا ہے، وہ ان کی معتبر اور معتمد

کتابوں سے صفحہ اور جلد کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔“ ۳

اور حال یہ ہے کہ ”تجلیپ اہل سنت“، ”نعمۃ المذوح“، ”باغ فردوس“ اور ”مدائح اعلیٰ حضرت“

وغیرہ قسم کی کتابوں کے جانجا حوالے دئے گئے ہیں، یہ کہاں کی مستند اور معتبر کتابیں ہیں؟

۱۰۔ پانچویں باب میں مختلف حکایتیں بیان کر کے یہ تاثر دینے کی ناکام کوشش کی

ہے کہ اہل سنت کے عقائد کا دار و مدار ان حکایات پر ہے، حالانکہ معمولی سوجھ بوجھ رکھنے

والا شخص بھی جانتا ہے کہ حکایات کسی عقیدے کی عکاسی تو کر سکتی ہیں، مگر عقائد کے لئے

بنیاد نہیں بن سکتیں۔

البتہ کوئی صاحب کرامات کا تذکرہ پڑھنا چاہے تو وہ عبدالمجید خادم سوہدروی کی

تالیف ”کرامات اہل حدیث“ کا مطالعہ کرے۔ اسلامی کتب خانہ سیالکوٹ سے اس کا

عکس چھپ چکا ہے یا پھر ”سوانح حیات مولانا غلام رسول“، قلعہ میہاں سنگھ، گوجرانوالہ کا

مطالعہ کرے جو ان کے صاحبزادے عبدالقادر نے لکھی ہے اور وہ حال ہی میں دوبارہ

شائع ہوئی ہے۔

البریلویہ، ص ۱۰۲

۱۔ احسان الہی ظہیر:

فتاویٰ رضویہ (مبارکپور، انڈیا) ج ۶، ص ۶۷

۲۔ احمد رضا خاں بریلوی، امام:

البریلویہ، ص ۱۱۲

۳۔ احسان الہی ظہیر:

یاد رہے کہ یہ مولانا غلام رسول، اہل حدیث کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی کے شاگرد تھے۔ ۱۔

ایک کرامت سن لیجئے: قلعہ میہاں سنگھ کا ایک چوکیدار گلاب نامی موضع مرالیوالہ میں چوکیدار مقرر ہوا اور وہاں کی ایک بیوہ دھوبن پر فریفتہ ہو گیا۔ مرالیوالہ کے لوگوں کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے چوکیدار کو نکال دیا۔ وہ روزانہ مولوی صاحب کے پاس جاتا اور کہتا کہ حضرت میں مرچکا ہوں کوئی تدبیر کریں۔ ایک دن مولوی صاحب نے اپنے خادم بڈھا کشمیری کو کہا کہ اس سے قسم لے لو کہ نکاح کے بغیر اسے نہیں چھوئے گا۔ اس نے قسم اٹھالی۔ مولوی صاحب نے کہا کہ عشاء کے بعد اپنے گھر کی چھت پر کھڑے ہو کر مرالیوالہ کی طرف منہ کر کے تین دفعہ کہتا: آ جا۔ آ جا۔ آ جا۔ پھر مجھے بتانا۔ باقی حصہ عبدالقادر صاحب کے الفاظ میں سنئے:

”تیسرے روز عصر کے قریب عورت مذکورہ گلاب کے گھر آ گئی اور کہنے لگی کہ پرسوں عشاء سے لے کر اب تک میرے تن بدن میں آگ لگی ہوئی تھی تمہارے گھر میں داخل ہوتے ہی آرام ہو گیا۔ گلاب اس عورت کو پکڑ کر اندر لے گیا اور متواتر تین روز اندر ہی رہا۔

تیسرے روز قیلولہ کے وقت مولوی صاحب نے بڈھا کشمیری کو بلا کر فرمایا کہ جاؤ اور اس موذی کو پکڑ لاؤ وہ اس وقت زنا کر رہا ہے۔ بڈھا گیا اور گلاب کو فوراً پکڑ لایا۔ مولوی صاحب نے کہا ”جا میری آنکھوں کے سامنے سے دور ہو جا“۔ وہ لوٹ کر گھر گیا وہ عورت جیسے آئی تھی ویسے ہی خفا ہو کر چلی گئی۔“ ۲۔

دیکھا آپ نے قدرت و اختیار کا مظاہرہ کہ وہ عورت کس طرح کھنچی ہوئی چلی آئی

۱۔ عبدالقادر: سوانح حیات مولانا غلام رسول (فضل بکڈ پو، گوجرانوالہ) ص ۳۹

۲۔ ایضاً:

سوانح حیات مولانا غلام رسول، ص ۱۰۰-۹۹

اور یہ علم غیب کہ گلاب اس وقت فعل بد میں مصروف ہے۔ شاید اس کرامت پر اس لیے اعتراض نہ ہو کہ یہ ایک اہل حدیث مولوی کی کرامت ہے، لیکن کوئی شخص یہ بھی تو پوچھ سکتا ہے کہ اتنی قدر بچہ اور انعام غیب رکھنے کے باوجود گلاب کو اتنی چھٹی کیوں دے رکھی کہ وہ اس عورت کے ساتھ تین دن تک اندر ہی رہا اور اپنی حسرتیں نکالتا رہا، یہ کہنے کی تو گنجائش نہیں ہے کہ یہ فعل بد تیسرے دن ہی ہوا ہوگا۔

کچھ اس تالیف کے بارے میں:

پیش نظر کتاب کے پہلے باب میں آپ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کے حالات زندگی مذہبی اور سیاسی خدمات کا مطالعہ کریں گے۔ نیز اہل علم و نظر دانشوروں کے تاثرات ملاحظہ فرمائیں گے جو انہوں نے امام اہل سنت شاہ احمد رضا خاں بریلوی کے بارے میں بیان کئے۔ اس کے علاوہ ”البریلویہ“ دہاکہ بریلوی مذہب وغیرہ قسم کی کتابوں میں جو اتہامات اور مطاعن امام احمد رضا خاں بریلوی پر قائم کئے گئے ہیں ان کا ٹھنڈے دل سے جائزہ لیا گیا ہے۔ امید ہے کہ تعصب کا چشمہ لگائے بغیر حقائق کا مطالعہ کرنے سے دلچسپی رکھنے والے حضرات اس میں تسکین کا بہت کچھ سامان پائیں گے اور جو تاریخ کو عقیدے کی نظر سے دیکھنے کے عادی ہیں، ان کے لیے یہ کوشش بے سود ہوگی۔ اللہ تعالیٰ قادر و کریم ہے چاہے تو انہیں بھی فائدہ عطا فرما دے۔

دوسرے باب ”شیشے کے گھر“ میں آئینہ حقائق سامنے رکھا گیا ہے کہ اس طبقہ اہل حدیث نے انگریزی حکومت کے ساتھ کس طرح کے روابط عقیدت و محبت قائم کر رکھے تھے اور کن مراحل سے گزر کر ترقی کی منزلیں طے کیں۔ اس باب کے مطالعہ سے آپ کو معلوم ہوگا کہ ”پولٹیکل ذہن“ رکھنے والے کس طرح زندگی گزارتے ہیں اور یہ کہ اگر ذرہ برابر انصاف ہو تو یہ الزام زبان پر بھی نہ لائیں کہ انگریز گورنمنٹ کے ساتھ علمائے اہل

سنت کا بھی کوئی تعلق تھا۔

اس کے بعد آئندہ ابواب میں اہل سنت و جماعت کے عقائد و معمولات پر گفتگو کی جائے گی ان شاء اللہ! (دیکھئے راقم کی تصنیف ”عقائد و نظریات“)

ہدیہ سپاس:

سلسلہ گفتگو اس وقت تک ادھورار ہے گا جب تک اس تالیف میں علمی اور اخلاقی امداد کرنے والے حضرات کا شکر یہ ادا نہ کروں، خصوصاً اراکین مرکزی مجلس رضالاہور جن کی مساعی سے یہ کتاب زیور طبع سے آراستہ ہو رہی ہے:

- ۱۔ حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری، لاہور
 - ۲۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ٹکٹھہ، سندھ
 - ۳۔ مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی، لاہور
 - ۴۔ استاذ الا سائذہ مولانا عطا محمد چشتی گولڑوی، کراچی
 - ۵۔ علامہ غلام رسول سعیدی، لاہور
 - ۶۔ مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی، لاہور
 - ۷۔ پروفیسر محمد اقبال مجددی، لاہور
 - ۸۔ محمد عالم مختار حق، لاہور
 - ۹۔ حکیم اسد نظامی، جہانیاں
 - ۱۰۔ جناب خلیل احمد، جہانیاں
 - ۱۱۔ میاں زبیر احمد قادری، لاہور
 - ۱۲۔ مولانا محمد منشا تابش قصوری، مرید کے
 - ۱۳۔ مولانا محمد شفیع رضوی، لاہور
 - ۱۴۔ مولانا اظہار اللہ ہزاروی، لاہور
- ان حضرات کے ذاتی کتاب خانوں سے راقم نے استفادہ کیا۔

۱۵۔ مولانا حافظ عبدالستار قادری لاہور

۱۶۔ حکیم محمد سلیم چشتی، فیصل آباد

۱۷۔ جناب سید ریاست علی قادری، کراچی

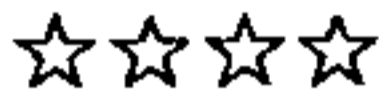
۱۸۔ جناب خواجہ محمود لاہور

مولائے کریم اسلام اور مسلمانوں کی سر بلندی کے لیے ان حضرات کو کامیابی کے ساتھ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

۸ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ

نیم جنوری ۱۹۸۵ء

محمد عبدالحکیم شرف قادری



● ایک دفعہ راقم حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ اسلام آباد میں مولانا کوثر نیازی کی کوٹھی پر گیا، انہوں نے ہمیں اپنی لائبریری میں بٹھایا اور دوران گفتگو کہا:

میں نے آپ کی کتاب ”اندھیرے سے اُجالے تک“ پڑھی ہے، یہ اعلیٰ حضرت پر لکھی جانے والی سب سے اچھی کتاب ہے۔

● پہلے ”اندھیرے سے اُجالے تک“ اور ”شیشے کے گھر“ دونوں کتابیں الگ الگ شائع کی گئی تھیں، بعد میں پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی کے مقدمے کے ساتھ دونوں کتابیں ”البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ“ کے نام سے یکجا شائع کر دی گئیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حرف آغاز:

ضرب مجاہد

(از مولانا محمد عبدالکریم رضوی)

نبی اکرم سرور دو عالم ﷺ کا فرمان ہے کہ تم میں سے جو شخص خلاف شریعت کوئی کام دیکھے اس کی ذمہ داری ہے کہ اُسے اپنے ہاتھ سے روکے اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے منع کرنے یہ بھی نہ کر سکے تو دل سے بُرا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔ اس حدیث کا صاف اور صریح مطلب یہ ہے کہ ایمان کا ایک تقاضا ہمت و طاقت کے مطابق برائی کے خلاف جہاد کرنا بھی ہے ہاتھ سے یہ اربابِ اقتدار کا کام ہے۔ زبان سے یہ علماء و مشائخ کا منصب ہے۔ اور دل سے یہ عوام الناس کا فریضہ ہے۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کا دور ہندوستان کے مسلمانوں کے تزل کا دور تھا ہمہ گیر فساد پنپ رہا تھا۔ علمی، عملی، اعتقادی اخلاقی اور معاشرتی بگاڑ فروغ پا رہا تھا۔ ایسے میں امام احمد رضا بریلوی نے پاسبانِ اسلام، مفتی شریعت اور محافظت کی حیثیت سے اصلاح احوال کا بیڑہ اٹھایا ان کے پاس قوتِ حاکمہ نہیں تھی کہ صراطِ مستقیم سے منحرف ہونے والوں کو ہاتھ سے روکے، البتہ انہوں نے اپنوں اور بیگانوں کی تفریق کئے بغیر ایک ایک شخص کو متنبہ کیا۔ خوابِ غفلت سے جگایا، جھنجھوڑا، لاکار، اور جب کوئی طریقہ بھی کارگر نہ ہوا تو بلا خوف و خطر فتوے کی صورت میں حکم شریعت بیان کر دیا۔

امام احمد رضا کی حیات مبارکہ اور ان کے فتاویٰ کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ وہ حکم شریعت بیان کرنے میں اپنے اور بیگانے کا فرق نہیں کرتے:

● — پبلی بھیت کے ایک محترم اور بزرگ دوست کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ وہ بے پردہ مرید خواتین میں بیٹھے ہوئے ہیں اسی وقت طے بغیر واپس آ گئے اس بزرگ شخصیت کو معلوم ہوا تو اسی وقت اسٹیشن پر پہنچے اور وجہ ناراضگی معلوم ہونے پر توبہ کی کہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔

● — مسئلہ اذان میں اختلاف پیدا ہو گیا، امام احمد رضا بریلوی فرماتے کہ مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے اذان مسجد سے باہر دی جائے جب کہ اہل سنت ہی کے متعدد علماء نے فرمایا کہ کراہت کے بغیر مسجد میں اذان دی جاسکتی ہے۔ جواب اور جواب الجواب کا سلسلہ چلا، نوبت بایں جا رسید کہ بدایوں کے علماء نے آپ کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا.....

● — تحریک ترک موالات کے دنوں میں فرنگی محل کے نامور عالم دین مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے کچھ بیانات پر امام احمد رضا خاں بریلوی نے گرفت کی اور ان سے توبہ و رجوع کا مطالبہ کیا۔ اس سلسلہ میں دو سو سے زیادہ خطوط لکھے اور بالآخر انہوں نے توبہ کی جو ان کی للہیت کا ثبوت تھی۔

ان واقعات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ امام احمد رضا خاں بریلوی کو علماء دیوبند یا کسی اور طبقے سے ذاتی مخالفت نہ تھی، بلکہ وہ ہر کسی کے سامنے خواہ وہ اپنا ہو یا بیگانہ، اظہار حق کو اپنا فرض منجھی جانتے تھے۔

علماء دیوبند کی چند تصانیف ”تخذیر الناس“، ”براہین قاطعہ“ اور ”حفظ الایمان“ کی بعض عبارات پر آپ نے گرفت فرمائی اور انہیں عقیدہ ختم نبوت اور شان رسالت کے خلاف قرار دیا۔ پھر ایک استفتاء میں یہ عبارات علمائے حریم شریفین کے سامنے پیش کیں، انہوں نے ان عبارات کے قائلین پر کفر کا فتویٰ صادر فرمایا، تفصیل کے لئے دیکھئے ”حسام الحرمین“ اور ”الصورام الہندیہ“ پھر کیا تھا؟ بجائے

اس کے کہ ان عبارات سے رجوع کیا جاتا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کی جاتی۔
امام احمد رضا بریلوی کے خلاف ایک محاذ بنا لیا گیا۔ سب و شتم، الزامات اور اتہامات کا
ختم نہ ہونے والا سلسلہ شروع کر دیا گیا، بقول علامہ ارشد القادری:

”امام احمد رضا بریلوی تحفظ ناموں رسالت کے وکیل تھے تو ان

کے مخالفین اپنے بزرگوں کی وکالت کر رہے تھے۔“

پروفیسر کریم بخش، لاہور کا رسالہ ”چہل مسئلہ حضرات بریلویہ“ بھی اسی سلسلے کی ایک
کڑی تھا۔ مصنف کے نام کے ساتھ ”پروفیسر“ کا سابقہ دیکھ کر خیال ہوتا ہے کہ انہوں
نے اس رسالہ میں بڑی تحقیق متانت اور انصاف پسندی سے گفتگو کی ہوگی، لیکن اس
رسالہ کے پڑھنے سے یہ ساری خوش فہمی دور ہوگئی۔

معلوم ہوا کہ انہوں نے مخالفت برائے مخالفت کے تحت امام اہل سنت مولانا
شاہ احمد رضا خاں بریلوی کے خلاف بے بنیاد الزامات کی ایک طویل فہرست تیار
کر لی ہے، جسے حقیقت سے بے خبر شخص پڑھ کر متاثر ہو سکتا ہے۔ لیکن اصحاب علم
فوراً اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ یہ سب فریب نظر کا کرشمہ اور غلط بیانیوں کا طومار
ہے۔

حضرت پیر طریقت مولانا ابوالفیض محمد عبدالکریم چشتی رضوی مدظلہ، مہتمم دارالعلوم
چشتیہ رضویہ خانقاہ ڈوگراں ضلع شیخوپورہ نے پیش نظر رسالہ ”ضرب مجاہد“ میں حقائق کے
ربخ زیا سے نقاب الٹ دیا ہے۔ مستند حوالہ جات اور معقول دلائل سے ”چہل مسئلہ“ کے
جھوٹے تار و پود بکھیر دئے ہیں۔

یقین کیجئے کہ امام اہل سنت شاہ احمد رضا خاں بریلوی حق و صداقت کے وہ علم بردار
ہیں کہ مخالفین ان کے خلاف جس قدر گردوغبار اڑانے کی کوشش کرتے ہیں ان کی شخصیت
اس قدر نکھرتی چلی جا رہی ہے، پاکستان اور ہندوستان تو کیا، دوسرے ممالک کی

یونیورسٹیوں میں بھی ان پر تحقیق کی جا رہی ہے۔ مقالے لکھے جا رہے ہیں اور دن بدن ان کی قد آور شخصیت نمایاں ہوتی جا رہی ہے۔ اور ان کے علمی قد و قامت کا شعور بڑھتا جا رہا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا علامہ محمد عبدالکریم صاحب مدظلہ کی اس سعی جمیل کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ اسے ذریعہ ہدایت بنائے۔ اور ان کے سعادت مند فرزند ان گرامی مولانا نورالحجتی اور مولانا نورالمصطفیٰ رضوی صاحبان کو تدریس، تبلیغ اور تصنیف کے شعبوں میں کارہائے نمایاں انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

محمد عبدالکلیم شرف قادری

۷ رزوالحجہ ۱۴۰۶ھ

۱۳ اگست ۱۹۸۶ء



<http://t.me/Tehqiqat>

تقریظ:

کلمہ حق

از علامہ محمد عبدالحکیم خاں اختر شاہجہان پوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم و علی آلہ و اصحابہ اجمعین
کلمہ حق کہنا ہر مومن پر لازم ہے ہر مسلمان کی شان ہے اگر اہل حق کلمہ حق بلند
کرنا چھوڑ دیں تو حق و باطل کا امتیاز ختم ہو جائے، لیکن یہ کام ہر شخص کے بس میں نہیں ہے
یہ انہیں لوگوں کا حصہ ہے جنہیں اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

مولانا علامہ عبدالحکیم خاں اختر شاہجہان پوری انہی لوگوں میں سے ہیں جنہیں اللہ
تعالیٰ نے کلمہ حق کہنے اور پوری قوت سے بلند کرنے کی توفیق ارزانی فرمائی ہے۔ پیش نظر
کتاب ”کلمہ حق“ ۱۹۷۵ء میں ”الصوارم الہندیہ“ کے مقدمے کے طور پر شائع ہوئی
۱۹۸۷ء میں کتابی صورت میں شائع ہوئی اور اب چند تبدیلیوں کے ساتھ پھر اسے شائع
کیا جا رہا ہے۔

”کلمہ حق“ میں جناب اختر شاہجہان پوری نے علماء دیوبند کی ان ایمان سوز عبارات
پر کسی قدر تفصیل سے گفتگو کی ہے جو تقریباً ایک صدی سے فرقہ واریت کا سبب بنی ہوئی
ہیں اور ان کی مسلسل اشاعت کی جا رہی ہے ہر مسلمان کے ضمیر میں یہ بات شامل ہے کہ
وہ ناموس رسالت اور اسلام کے بنیادی عقائد کے تحفظ کے لئے سینہ سپر ہو جاتا ہے اور
کسی بھی قسم کی مخالفانہ بات سننا گوارا نہیں کرتا، یہی وہ ایمانی جذبہ ہے جس نے دنیا بھر
کے مسلمانوں کو شیطانِ رشدی کی خرافات کے مقابل سر اپا احتجاج بنا دیا ہے۔

علامہ اختر شاہ جہانپوری مدظلہ کی خوش بختی ہے کہ انہوں نے بخای شریف، ابوداؤد شریف، ابن ماجہ شریف، مشکوٰۃ شریف اور موطا امام مالک کا ترجمہ کیا اور مزید فیروز بختی یہ ہے کہ یہ تمام تراجم پاک و ہند میں چھپ چکے ہیں اور مارکیٹ میں دستیاب ہیں، ان کے علاوہ متعدد مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتب کے مصنف ہیں، مولائے کریم، جل مجدہ انہیں تندرستی کے ساتھ تادیر سلامت رکھے ان کی قابل قدر قلمی اور علمی خدمات کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور دین متین کی بیش تر بیش خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔

۹ صفر المظفر ۱۴۱۲ھ

۲۰ اگست ۱۹۹۱ء

محمد عبدالحکیم شرف قادری

☆☆☆

<http://t.me/Tehqiqat>

تقریظ:

محاسبہ دیوبندیت

از مولانا حسن علی رضوی (میلٹی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم و علی آلہ و اصحابہ اجمعین
حضرت مولانا محمد حسن علی رضوی مدظلہ (میلٹی) کی تازہ کتاب ”محاسبہ دیوبندیت“
جستہ جستہ دیکھنے کا اتفاق ہوا اس کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ دیوبندیوں کی طرف سے
اہل سنت و جماعت کے خلاف جنہیں خود انہوں نے ”بریلوی“ کا نام دیا ہے، کئی پمفلٹ
کتاپچے اور کتابیں شائع کی ہوئی ہیں ان میں انہی فرسودہ الزامات کو بار بار دہرایا گیا ہے
جن کا مسکت اور دندان شکن جواب کئی دفعہ دیا جا چکا ہے ڈاکٹر خالد محمود نے انگلینڈ میں
بیٹھ کر یہ ”کارنامہ“ انجام دیا کہ ان مسترد کتابچوں کو یکجا کر کے چار جلدوں میں ”مطالعہ
بریلویت“ نامی کتاب لکھ دی جو پاکستان میں چھپ چکی ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ان اتہامات کا جواب دیا جا چکا ہے تو پھر جواب
دینے کی کیا ضرورت تھی؟ تو قرین قیاس بات یہ ہے کہ پہلے جس زبان میں جواب دئے
گئے تھے وہ ان لوگوں کو سمجھ نہیں آتی، مولانا محمد حسن علی رضوی نے اس زبان میں جواب
دیا ہے جو انہیں سمجھ آتی ہے، یہی وجہ ہے کہ میرے علم کے مطابق مولانا کی کسی کتاب کا
جواب نہیں دیا گیا۔

راقم کی سوچی سمجھی رائے یہ ہے کہ اختلافی مسائل میں سیدھا سادا اور معقول انداز
بیان اختیار کرنا چاہیے اس کی بہترین مثال رئیس التحریر علامہ ارشد القادری مدظلہ العالی کی

تصنیف ”زلزلہ“ اور مولانا محمد منشا تابش قصوری مدظلہ کی تصنیف ”دعوت فکر“ ہے راقم کی تالیف ”البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ“ بھی اسی قسم کی کتاب ہے۔ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ فریق مخالف بھی مناسب انداز اختیار کرے۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ

۱۹ ستمبر ۱۹۹۶ء

☆☆☆

<http://t.me/Tehqiqat>

پیش لفظ:

افضلیت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ

امام احمد رضا خاں بریلوی

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے انبیاء و مرسلین بھیجے اور انہیں اپنے اور سرگرداں بندوں کے درمیان بہترین وسیلہ بنایا، افضل و اکمل صلوٰۃ و سلام اولین اور آخرین کے سردار، خاتم الانبیاء و المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ، آپ کی آل پاک، صحابہ کرام، اولیاء امت اور علماء امت پر، آمین!

تمام انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام مختلف زمانوں میں تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیتے رہے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنی تمام توانائیاں صرف کر دیں۔ دعوت و ارشاد کے راستے میں بے انداز مشکلات اور مصائب کا سامنا کیا، اس کے باوجود ان کے دعوت الی اللہ کے پروگرام میں کوئی فرق نہ آیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اور تمام انسانوں کی طرف رسول اور رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا۔ آپ نے اپنی ذمہ داریوں کو خوب ترین انداز میں نبھایا۔ امانت ادا کی، غموں کو دور کیا، ظلمتوں کا پردہ چاک کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا۔

آپ کی تشریف آوری سے نبوت و رسالت کا سلسلہ مکمل ہو گیا، آپ کے بعد قیامت تک کوئی نیابی نہیں آئے گا، تاہم آپ کی امت کے اولیاء و علماء نے ہمیشہ اسلام کا جھنڈا بلند رکھا، چودہ صدیاں گزر گئیں آج بھی اطراف عالم میں اسلام کا جھنڈا سر بلند ہے۔ حضور سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو دعوت اسلام پیش کی تھی اسے

اولیاءِ کرام نے جاری رکھا اور کسی دور میں بھی اس اہم فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کی وہ اس فریضے واداء کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ولایت و قرب کے مختلف مراتب پر فائز ہوئے وہ تفاوت درجات کے باوجود شخص واحد کی حیثیت رکھتے تھے، ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے، وہ اپنے پاکیزہ باطن کی بدولت ایک دوسرے کی توہین کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔

حضرت سیدنا سید احمد کبیر رفاعی رحمہ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ مقدسہ کی ایک عظیم شخصیت ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بلند و بالا مقامات اور طاہر و پاہر کرامات سے نوازا تھا۔ حضرت موصوف کے بارے میں امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

حضرت عظیم البرکتہ سیدنا سید احمد کبیر رفاعی قدسنا اللہ بسترہ الکریم
بے شک اکابر اولیاء و اعظم محبوبانِ خدا میں سے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۹ ص ۱۳۱ طبع کراچی)

تاہم محبوب سبحانی حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے جو مقام ولایت و قرب عطا فرمایا ہے اس کا اعتراف آپ کے معاصرین اور متاخرین سب ہی نے کیا ہے اور جب آپ نے فرمایا کہ میرا یہ قدم اللہ تعالیٰ کے ہرولی کی گردن پر ہے تو اس وقت کے تمام اولیاء نے اپنی گردنیں جھکا دیں، حضرت سیدنا سید احمد کبیر رفاعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس اعلان کو تسلیم کیا جیسے کہ پیش نظر رسالہ مبارک ”طرد الافاعی عن جملی ہاد رفع الرفاعی“ (اس بادوی (رہنما) کی بارگاہ سے سانپوں کا دور کرنا جس نے حضرت رفاعی کو رفعت عطا کی) میں آئے گا۔

ہندوستان کے بعض لوگوں نے یہ پروپیگنڈا کیا کہ قطب الاقطاب اور غوث الثقلین حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی نہیں بلکہ حضرت سیدنا سید احمد کبیر رفاعی تھے (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نیز جب حضرت سید احمد کبیر رفاعی نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کے دستِ اقدس کو عالم بیداری میں بوسہ دیا تھا، اس وقت سیدنا غوثِ اعظم نے دوسرے لوگوں کے ہمراہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ امام احمد رضا بریلوی کے سامنے یہ صورت حال بیان کر کے سوال کیا گیا تو آپ نے پیش نظر رسالہ تحریر فرمادیا اور فرمایا کہ فضیلتِ خدا داد چیز ہے، دلیل مقبول سے جس بزرگ کی فضیلت ثابت ہو جائے اسے مان لینا چاہیے، اپنی خواہش کی بنا پر کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دینی چاہیے۔ نیز فرمایا کہ سیدنا غوثِ اعظم کے بعد سیدنی علی بن سینی، (متوفی ۵۶۳ھ) قطب ہوئے اور سرکارِ غوثیت کی عطا سے حضرت خلیلِ صرصری اپنی وفات سے سات دن پہلے مرتبہ قطبیت پر فائز ہوئے، ان کے بعد حضرت سید احمد کبیر رفاعی (متوفی ۵۷۸ھ) قطب ہوئے۔

امام احمد رضا بریلوی نے بیجا الاسرار کے حوالے سے گیارہ روایات نقل کی ہیں جن میں حضور غوثِ اعظم کے ارشاد پر اولیاء کبار کے سر جھکانے کا ذکر ہے، فتاویٰ رضویہ جلد ۹ (طبع کراچی) میں دوسری روایت کی کچھ سند نقل کر کے چار سطریں خالی چھوڑ دی گئی ہیں اور آگے چھٹی روایت کا بیان ہے۔ راقم نے بیجا الاسرار شریف کی مدد سے روایات کی تعداد پوری کر دی ہے۔ عزیز القدر مولانا ممتاز احمد سیدی حفظہ اللہ تعالیٰ (جامعہ ازہر شریف، مصر) نے اس رسالہ کا عربی میں ترجمہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اور ناشرین کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین!

محمد عبد الحکیم شرف قادری

۲۳ ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ

۱۸ اگست ۱۹۹۸ء

باب نمبر ۶

<http://t.me/Tehqiqat>

سیاسیات

۶-سیاسیات

نمبر شمار	عنوان	مصنف	مطبوعہ	سن
۱	فاضل بریلوی کے معاشی نکات	پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی	لاہور	۱۹۷۷ء
۲	انگریز کا ایجنٹ کون؟	پروفیسر صاحبزادہ ظفر الحق بندیالوی	بندیال	
۳	محدث اعظم کچھوچھوی اور تحریک پاکستان	محمد اعظم نورانی	لاہور	۱۹۸۸ء
۴	امام احمد رضا محدث بریلوی اور فخر سادات سید محمد محدث کچھوچھوی	سید صابر حسین شاہ بخاری قادری	لاہور	۱۹۹۶ء

پیش لفظ:

فاضل بریلوی کے معاشی نکات

از پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت، مجدد دین و مآت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ موجودہ صدی کی وہ عقبریں شخصیت ہیں جن کا مکمل تعارف وہی کر سکتا ہے جو ان جیسا جامع العلوم ہو۔ کسی فن کا ماہر جب انہیں اس فن میں گفتگو کرتے ہوئے دیکھتا ہے تو انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ جناب رفیع اللہ صدیقی پروفیسر معاشیات نے جب آپ کے پیش کردہ معاشی نکات پڑھے تو انہوں نے دل کھول کر خراج تحسین پیش کیا۔ موجودہ صدی کا ربع اول وہ بلاخیز دور تھا جب بڑے بڑے علماء اور لیڈر ثابت قدم نہ رہ سکے۔ ایسے وقت میں اعلیٰ حضرت بریلوی نے ”تدبیر فلاح و نجات و اصلاح“ کے نام سے امت مسلمہ کی معاشی بہبود کی خاطر چار تجاویز پیش کی تھیں جو آج بھی اپنے اندر وزن رکھتی ہیں اور امام احمد رضا بریلوی کی ژرف نگاہی کی شاہد ہیں۔ پیش نظر مقالہ میں ان ہی تجاویز پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کا معاشی نظریہ ایک سچے مسلمان کی طرح وہی تھا جسے ”نظام مصطفیٰ“ (ﷺ) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ارشادات الہیہ ہماری راہنمائی کرتے ہیں کہ جو پایوں کی طرح ہمارا مقصد زندگی محض کھانا پینا نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ جل مجدہ کی اطاعت ہے۔ عقائد ہوں یا اعمال، معاشیات ہوں یا سیاسیات ہر اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت ناگزیر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت حضور سرور کونین ﷺ کی اطاعت کے بغیر نہیں ہو سکتی، امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی تعلیمات کا حاصل ہی یہ تھا کہ دامن مصطفیٰ

(صلی اللہ علیہ وسلم) سے وابستہ ہو کر اطاعتِ الہی اختیار کر لو فکرِ معاش سے آزاد ہو جاؤ گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

نَحْنُ قَسَمًا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
(الزخرف ۲۳/۳۲ رکوع ۳۴)

”ہم نے ان میں ان کی زیست کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا۔“

نیز فرمایا:

وَمَا مِنْ ذَا بِيَةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا (ہود رکوع) اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو۔“ (کنز الایمان)

موجودہ صدی کے آغاز میں یہ مسئلہ موضوعِ بحث بنا رہا کہ ہندوستان دارالاسلام ہے یا دارالحرب؟ علماء کے ایک گروہ نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا اور اس بنا پر مسلمانوں کے لئے ہندوستان سے ہجرت لازم قرار دی اور ہندوستان میں کفار سے سودی کاروبار کو جائز قرار دیا۔

تحریکِ ہجرت بڑے زور شور سے چلی۔ ہزاروں افراد اپنی جائیدادیں برائے نام قیمت پر فروخت کر کے افغانستان چلے گئے، وہاں اتنی گنجائش کہاں تھی؟ واپس آئے تو پاس پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی۔

سودا ایک ایسی لعنت ہے جو افلاس اور بد حالی کی راہ دکھاتا ہے سو احترامِ انسانیت ختم کر دیتا ہے، اور جب سودور سود کا چکر چلتا ہے تو آدمی کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ مسلمان پہلے ہی ہندوؤں کے سودی شکنجے میں جکڑے ہوئے تھے۔ اس فتوے نے ربی سہی کسر پوری کر دی۔

(۱) اس مسئلے کی تحقیق کے لیے رسالہ ”دواہم فتوے“ شائع کردہ مکتبہ قادریہ، دربار مارکیٹ، لاہور ملاحظہ کیجئے۔ (ادارہ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے فتویٰ دیا کہ ”ہندوستان دارالاسلام ہے۔“ اگر اس فتوے کو پیش نظر رکھا جاتا تو ہجرت کے سبب پیش آنے والی معاشی تباہی نہ آتی اور نہ ہی قوم سود کے چکر میں مبتلا ہو کر معاشی ابتری کا شکار ہوتی۔

حسنِ ملت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے ”کفیل الفقہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم“ میں ایسی تدبیریں بیان فرمائی ہیں جن سے سودی کاروبار کئے بغیر فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔

گداگری ایک ایسی آفت ہے جو قومی جسم میں ایک ناسور کی حیثیت رکھتی ہے، یہ نہ صرف ذہنی انحطاط کی انتہا ہے بلکہ پوری قوم کے لئے ایک عظیم المیہ ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے رسالہ مبارکہ ”خیر الامال فی حکم الکسب والسوال“ میں مانگنے کی بھرپور مذمت بیان فرما کر محنت مزدوری اور کسبِ معاش کے دیگر ذرائع کی اہمیت بیان فرمائی جس سے انفرادی اور اجتماعی معاشی خوش حالی کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

کاش! اہل سنت کے اربابِ قلم ذرائعِ ابلاغ کی اہمیت محسوس کرتے اور اعلیٰ حضرت و دیگر علماء اہل سنت کی قابلِ قدر خدمات کو منظرِ عام پر لاتے و مَا ذَلِكَ عَلَيَّ اللّٰهِ بَعَزِيْزٌ ۝

زیر نظر کتابچہ ”مرکزی مجلس رضا لاہور“ طبع کروا کر بلا قیمت شائع کر رہی ہے۔ اس سے قبل مجلس ہذا اعلیٰ حضرت سے متعلق متعدد رسائل و کتب چھپوا کر ہزاروں کی تعداد میں مفت تقسیم کر چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ اراکین ادارہ اور معاونین ادارہ کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ!

محمد عبدالحکیم شرف قادری لاہور

یکم رمضان المبارک ۱۳۹۷ھ

تقدیم:

انگریز کا ایجنٹ کون؟

ازپروفیسر ظفر الحق بندیا لوی

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ چودہویں صدی ہجری کے وہ قبح عالم دین ہیں کہ علمی وسعت اور کثرت تصانیف میں دنیا بھر کا کوئی ہم عصر عالم ان کا مقابل دیکھائی نہیں دیتا، پچاس سے زیادہ علوم میں کامل دسترس اور تقریباً ایک ہزار تصانیف ان کی یکتائی کا واضح ثبوت ہیں۔

تقویٰ، اخلاص، اور للہیت میں بھی وہ اپنی مثال آپ تھے، حضرت مولانا تقدس علی خاں رحمہ اللہ تعالیٰ (پیر صاحب پگارا کے اساتذ) نے بیان کیا کہ ایک دفعہ نواب حیدر آباد دکن کی طرف سے امام احمد رضا بریلوی کے فرزند اکبر حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ کو مکتوب موصول ہوا جس میں انہیں حیدر آباد دکن کے صدر الصدور کے منصب کی پیش کش کی گئی تھی، حجۃ الاسلام نے وہ مکتوب امام احمد رضا بریلوی کی خدمت میں پیش کیا، تو فرمایا: ہم بوریہ نشینوں کو صدر الصدور کے منصب سے کیا غرض؟ اور یہ مصرع ارشاد فرمایا:

اس دفتر بے معنی غرق مئے ناب اولیٰ

”یہ بے معنی دفتر اس لائق ہے کہ اسے شراب میں ڈبو دیا جائے۔“

چنانچہ حجۃ الاسلام نے معذرت کر دی۔

یہ بھی حضرت مولانا تقدس علی خاں رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ نظام حیدر آباد دکن نے امام احمد رضا بریلوی کے قائم کردہ مدرسہ منظر اسلام بریلی کے لئے دو سو روپے

ماہانہ منظور کئے اس وقت دوسرو پے بہت بڑی رقم تھی، لیکن امام احمد رضا بریلوی نے تازیت وہ رقم قبول نہیں کی، امام احمد رضا بریلوی نے سچ فرمایا اور ان کی پوری زندگی کا عمل اس پر شاہد ہے۔

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارہ ناں نہیں

امام احمد رضا بریلوی نے اپنی تمام قوت دین متین، مسلک اہل سنت و جماعت اور مذہب حنفی کی تبلیغ و اشاعت اور تائید و حمایت میں صرف کر دی، اللہ تعالیٰ اس کے حبیب مکرم ﷺ، صحابہ کرام، اہل بیت اور اولیاء عظام کی بارگاہ میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والوں کی پوری قوت سے سرکوبی کی، مخالفین کی طرف سے اس کا رد عمل یہ ہوا کہ ان پر طرح طرح کے بے بنیاد الزامات لگائے گئے، ایک الزام یہ بھی لگایا گیا کہ (معاذ اللہ!) وہ انگریز کے ایجنٹ تھے، حیرت ہوتی ہے کہ وہ سراپا اخلاص و للہیت شخصیت جس نے زندگی بھر کسی مسلمان حکمران کی مدح سرائی نہیں کی، کسی مسلم حاکم سے امداد قبول نہیں کی، اس پر کس منہ سے یہ الزام عائد کیا جاسکتا ہے؟ کہ وہ غیر مسلم غاصب اور ظالم انگریز کا نمائندہ اور ایجنٹ ہے، جب کہ ان کے مخالفین کسی نہ کسی انداز میں انگریز گورنمنٹ سے متعلق رہے ہیں اور مفاد حاصل کرتے رہے ہیں تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مقالہ:

- — "گناہ بے گناہی" از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ
- — "دعوت فکر" از مولانا علامہ محمد منشا تابش قصوری زیدہ مجددہ اور
- — راقم کا مقالہ "شیشے کے گھر" جو "البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ" میں شامل کر دیا گیا ہے۔

ایک عرصہ پہلے مشہور دیوبندی عالم مولوی شبیر احمد عثمانی کا یہ مقولہ پڑھا تھا:
"دیکھئے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے آپ کے مسلم بزرگ اور پیشوا تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا

گیا کہ ان کو چھ سو روپیہ ماہوار حکومت کی جانب سے دئے جاتے تھے اتنی
کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ گو مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا علم نہیں تھا
کہ روپیہ حکومت دیتی ہے، مگر حکومت ایسے عنوان سے دیتی تھی کہ ان کو اس
کا شبہ بھی نہ گزرتا تھا۔“

ایک مدت تک یہ عقدہ نہ کھل سکا کہ آخر حکومت انہیں ماہانہ چھ سو روپے (جو اس
وقت کے پچاس ساٹھ ہزار روپے سے کم نہیں ہوں گے) کیوں دیتی تھی؟ اسے تھانوی
صاحب کی ذات سے کیا فائدہ تھا؟ سندھ کے ایک صحافی انجم لاشاری نے ستمبر ۱۹۸۷ء
میں جمعیت العلماء اسلام صوبہ سندھ کے سربراہ مولوی محمد شاہ امروٹی (فرزند مولوی تاج
حمود امروٹی) سے انٹرویو کیا، جس میں مولوی محمد شاہ امروٹی نے دم مرگ راز سربستہ سے
نقاب ہٹا دیا اور بتایا کہ تحریک ریشمی رومال کی ناکامی اور انگریزوں کے اس تحریک پر قابو پانے
میں کس کا ہاتھ تھا، جناب انجم لاشاری کا بیان ملاحظہ ہو:

”اپنے انٹرویو میں مولانا محمد شاہ امروٹی نے دل گرفتہ ہو کر بتایا کہ
انگریزوں کو ریشمی رومال کے اس سفر کی اطلاعات لمحہ بہ لمحہ مل رہی تھیں اور یہ
لنکا گھر کے ایک بھیدی نے ڈھائی تھی اور یہ تھے:..... مولانا اشرف علی
تھانوی..... مولانا امروٹی کے بقول مولانا تھانوی کہتے تھے کہ انگریزوں
کے خلاف کچھ نہ کیا جائے بلکہ ان کی سرپرستی میں رہ کر مسلمانوں کے لئے
فوائد حاصل کئے جائیں۔ وہ چونکہ دارالعلوم دیوبند کے اکابرین میں سے
تھے اس لئے انہیں تحریک خلافت اور جنودِ بانیہ کے تمام پروگراموں سے
آگاہی رہتی تھی۔ انہوں نے ریشمی رومال کی حقیقت اور انقلابی کاروائیوں
کے لئے طے کردہ تاریخ سے اپنے گھر والوں کو آگاہ کر دیا، اور ان کے بھائی

(مظہر علی) نے جو اٹلی جینس کے ایک اعلیٰ افسر تھے پورے قصے سے انتظامیہ کو خبردار کر دیا۔“ ۱

اس وضاحت کے بعد یہ سوچنے کی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ انگریز حکومت تھانوی صاحب کو ماہانہ چھ سو روپے کیوں دیتی تھی؟ علماء دیوبند کی ہمت قابل داد ہے کہ انہوں نے تھانوی صاحب کی پردہ داری میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا، یہ الگ بات ہے کہ حقیقت کسی نہ کسی وقت کھل کر سامنے آ ہی جاتی ہے۔

دارالعلوم دیوبند میں سابق فضلاء کی ایک تنظیم تھی ”الانصار“ اس کے قواعد و مقاصد میں ایک شق یہ تھی:

جمعیت الانصار گورنمنٹ انگلشیہ کی (جس کے ظل عافیت میں ہم نہایت آزادی کے ساتھ مذہبی فرائض ادا کرتے ہیں اور مذہبی تعلیم کی ترقی کے لئے ہر قسم کی کوشش کر سکتے ہیں) پوری وفادار رہے گی اور انارکستانہ کوششوں کے قلع و قمع میں اپنے اثر سے پورا کام لے گی۔ ۲

چلتے چلتے ایک اور حوالہ بھی ملاحظہ فرمائیں: ۲۳ دسمبر ۱۹۱۲ء میں کسی نامعلوم شخص نے وائسرائے ہند لارڈ ہارڈنگ پر بم سے حملہ کیا جس سے وہ زخمی ہو گئے اس حادثہ کا دیوبند کے ہر فرد کو صدمہ ہوا، باقاعدہ اساتذہ اور طلبہ کا اجلاس بلا یا گیا اور بذریعہ تارا ظہار ہمدردی کیا گیا، رپورٹ ملاحظہ ہو:

”دارالعلوم کے اہل شوریٰ اساتذہ موجودہ طلبہ پر اپنے طلبہ (جمعیت الانصار) اس صدمہ کا اثر محسوس کرتے ہیں۔ مولانا محمد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم نے دارالعلوم کے تمام دوستوں کی طرف سے اظہار ہمدردی اور غصہ و نفرت کا تار دیا۔ جس کا جواب نہایت شکر یہ آمیز الفاظ میں آیا۔

۱۔ انجم الاشاری: ماہنامہ شوٹائٹم، کراچی (شمارہ اپریل ۱۹۸۸ء) ص ۱۳۱

۲۔ ماہنامہ الہدیٰ، لاہور: (شمارہ رجب ۱۳۲۸ھ) ص ۳

الحمد للہ کہ ہزار کیسی لینسی وائسرائے کی جان پر گزند نہیں آیا اور لیڈی ہارڈنگ محفوظ رہیں۔ اور بفضلہ تعالیٰ حضور وائسرائے کی صحت روز بروز کامیابی کے ساتھ رو بہ ترقی ہے۔“

یہ تو چند مثالیں ہیں تفصیل تو آپ پیش نظر مقالہ: انگریز کا ایجنٹ کون؟“ میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

یہ مقالہ علوم جدیدہ و قدیمہ کے فاضل پروفیسر صاحبزادہ ظفر الحق بند یا لوی زید مجدہ کے تحقیقی مطالعہ کا نتیجہ ہے جس میں انہوں نے تحریک بالاکوٹ، جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، تحریک خلافت، تحریک پاکستان اور تحریک ترک موالات کا اختصار کے ساتھ جائزہ لیا ہے اور تاریخی حوالوں سے بتایا ہے کہ علماء اہل سنت اور علماء دیوبند کا کیا کردار رہا؟ کس نے انگریز حکومت سے روابط استوار کئے اور کس نے مفادات حاصل کئے؟ اور کون محض رضائے الہی کے لئے دین و ملت کی پاسداری کرتا رہا؟ صاحبزادہ صاحب عظیم علمی اور دینی خانوادہ کے چشم و چراغ ہیں ان کے جد امجد فقیہ العصر استاذ العلماء مولانا یار محمد بند یا لوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور والد گرامی فقیہ جلیل، محسن اہل سنت مولانا علامہ محمد عبدالحق بند یا لوی مدظلہ ہیں صاحبزادہ صاحب نے نوعمری کے باوجود مسلک اہل سنت و جماعت کی تائید و حمایت میں متعدد رسائل قلم بند کئے ہیں اور بند یا لوی ایسے دور افتادہ قصبے میں بیٹھ کر تحقیق کا حق ادا کیا ہے۔

پیش نظر مقالہ کے مطالعہ کے بعد کسی بھی دیانت دار شخص کو یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں ہوگا کہ امام احمد رضا بریلوی اور دیگر علماء اہل سنت پر انگریز نوازی کا الزام لگانے والوں کے ہاں کتنی صداقت اور دیانت ہے؟ اور وہ کس منہ سے حرف الزام زبان پر لاتے ہیں اور یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ مقالہ نگار کسی کی کردار کشی کے درپے

۱۔ ماہنامہ القاسم، دیوبند (شمارہ محرم ۱۳۳۱ھ) ص ۱

نہیں ہیں، انہوں نے صرف حقائق یکجا کرنے کا اہتمام کیا ہے اور وہ بھی ٹھوس حوالوں کے ساتھ۔

اللہ تعالیٰ صاحبِ جزا وہ صاحبِ کلم و قلم میں برکتیں عطا فرمائے اور انہیں احقاقِ حق کا فریضہ انجام دیتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

محمد عبدالکلیم شرف قادری

لاہور



<http://t.me/Tehqiqat>

نشانِ منزل:

محدث اعظم ہند کچھو چھوی اور تحریک پاکستان

تصنیف: محمد اعظم نورانی

قیام پاکستان، مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا عظیم انعام تھا، اسلام کے نام پر قائم ہونیوالی سب سے بڑی اسلامی سلطنت کے قیام نے پوری دنیا کو حیرت میں ڈال دیا، دراصل تمام قوم اس مطالبے پر متفق ہو گئی تھی کہ مسلمانوں کے لیے الگ ایک خطہ زمین متعین کیا جائے، جہاں قانون اسلام کی حکمرانی ہو اور مسلمان آزادانہ خدا اور رسول کے احکام کے مطابق زندگی بسر کر سکیں، افسوس ۱۴ سال کا عرصہ گزرنے کے باوجود آج تک اسلامائزیشن کا سلسلہ مکمل نہ ہو سکا، ہمارا مشرقی بازو کٹ گیا مگر ہمیں احساس نہ ہو سکا کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا بڑا سبب یہ ہے کہ ہم نے اس سے کیا ہوا وعدہ پورا نہیں کیا۔ اس سے بڑا کفرانِ نعمت کیا ہوگا؟ کہ ہم مملکتِ خداداد پاکستان میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں سے مستفید ہو رہے ہیں اور اس سے کئے ہوئے وعدے کو پورا کرنے کے لیے تیار نہیں بلکہ بعض عاقبت نا اندیش تو پاکستان کے توڑنے کی باتیں کر رہے اور بعض لوگ غیر اسلامی نظام نافذ کرنے پر تلے بیٹھے ہیں۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعد امام احمد رضا بریلوی وہ نمایاں ترین شخصیت ہیں جنہوں نے علی الاعلان دو قومی نظریے کا پرچار کیا اور قیام پاکستان کا راستہ ہموار کیا، یہی وہ راستہ تھا جس کی طرف علامہ اقبال نے رہنمائی کی اور قائد اعظم نے اسی پر چل کر پاکستان کی منزل کو پایا۔

تحریک پاکستان کے حق میں رائے عامہ کو ہموار کرنے میں امام احمد رضا بریلوی

کے ہم مسلک علماء اور مشائخ اہلسنت نے بڑا کردار ادا کیا، آل انڈیا سنی کانفرنس، اہل سنت و جماعت کی وہ نمائندہ جماعت تھی جس نے اپنی تمام تر توانائی تحریک پاکستان کی حمایت کے لیے صرف کر دی، ۱۹۳۶ء میں منعقد ہونے والی سنی کانفرنس بنارس کا اجلاس تو اس تحریک کے لیے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے، اس جماعت کے سرپرست امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری اور محدث اعظم ہند مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی تھے، اور اس کی رُوح رواں صدر الافاضل مولانا علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی تھے۔

ہمارے بعض احباب شکایت کرتے ہیں کہ تاریخی اور نصابی کتابوں میں ملت اسلامیہ کے ان محسنوں کی دینی ملی اور پاکستان کے لیے کی جانے والی خدمات کو ان کے شایان شان پیش نہیں کیا جاتا۔ حالانکہ یہ کام خود ہمارے کرنے کا تھا۔ یاد رکھئے جو قوم اپنے لئے کچھ نہیں کر سکتی اسے دوسروں سے شکایت کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔

محدث اعظم ہند کچھوچھوی کے بے شمار مریدین اور خود ان کے خانوادے کے اصحاب علم اگر ان کی خدمات جلیلہ کو تاریخ کے اوراق میں محفوظ کرنے کی کوشش نہیں کرتے اور اہل سنت و جماعت اگر اس طرف متوجہ نہیں ہوتے تو دوسروں کو کیا پڑی ہے کہ وہ ان پر کام کریں۔

یہ امر باعث اطمینان ہے کہ پاکستان کے تمام مدارس اہل سنت کی نمائندہ اور فعال تنظیم، تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان نے درجہ حدیث کے طلباء سے مقالہ لکھوانے کی طرح نوڈالی ہے اور اس طرح سنی طلباء کو قلم و قرطاس سے رابطہ قائم کرنے کا سلیقہ سکھایا، ۱۳۰۴ھ/۱۹۸۳ء میں فاضل نوجوان مولانا محمد اعظم نوارنی نے ”محدث اعظم ہند کچھوچھوی اور تحریک پاکستان“ کے عنوان سے مقالہ تحریر کیا اور امتحان میں کامیابی حاصل کی۔

مولانا محمد اعظم نوارنی ابن چوہدری نور دین ۱۹۵۸ء میں پیدا ہوئے، آج کل ان کا

خاندان دسن پور تحصیل بھلووال، ضلع سرگودھا میں قیام پذیر ہے۔ ابتدائی تعلیم سکول میں حاصل کرنے کے بعد دینی تعلیم کا آغاز کیا، آخری تین چار سال جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں تعلیم حاصل کی اور یہیں سے درس حدیث لے کر سند حاصل کی۔

نومبر ۱۹۸۵ء سے گورنمنٹ رنگ محل مشن ہائی سکول، لاہور میں آٹھویں اور دسویں کلاسوں کو عربی اور اسلامیات پڑھا رہے ہیں، وہ ایک صالح اور باصلاحیت نوجوان ہیں، انجمن مدارس عربیہ پاکستان کے صدر رہ چکے ہیں اور انجمن تحفظ ختم نبوت پاکستان، لاہور کے صدر ہیں، امید ہے کہ وہ آئندہ بھی تصنیف و تحریر سے تعلق برقرار رکھیں گے۔

رضا اکیڈمی رجسٹرڈ، لاہور کے اراکین ہدیہ تبریک کے مستحق ہیں کہ وہ اس اہم مقالے کی اشاعت کا اہتمام کر رہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں دونوں جہانوں میں اجر و ثواب سے نوازے اور دین اسلام کی خدمت کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

محمد عبدالحکیم شرف قادری
جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ
۲۰ جنوری ۱۹۸۸ء



تقدیم:

امام احمد رضا محدث بریلوی اور فخر سادات سید محمد محدث کچھوچھوی

از سید صابر حسین بخاری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

قیام پاکستان مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا عظیم انعام تھا۔ اسلام کے نام پر قائم ہونے والی سب سے بڑی اسلامی سلطنت کے قیام نے پوری دنیا کو حیرت میں ڈال دیا۔ تمام قوم اس مطالبے پر متفق ہو گئی تھی کہ مسلمانوں کے لیے الگ ایک خطہ زمین متعین کیا جائے جہاں قانون اسلام کی حکمرانی ہو اور مسلمان آزادانہ خدا اور رسول ﷺ کے احکام کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔ افسوس (50) سال کا عرصہ گزرنے کے باوجود آج تک اسلامائزیشن کا سلسلہ مکمل نہ ہو سکا۔ ہمارا مشرقی پاکستان کٹ گیا مگر ہمیں احساس نہ ہو سکا کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا بڑا سبب یہ ہے کہ ہم نے اس سے کیا ہوا وعدہ پورا نہیں کیا۔ اس سے بڑا کفر ان نعمت کیا ہوگا؟ کہ ہم مملکت خدا داد پاکستان میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں سے مستفید ہو رہے ہیں۔ اور اس سے کئے ہوئے وعدے کو پورا کرنے کے لیے تیار نہیں بلکہ بعض عاقبت نا اندیش تو پاکستان کے توڑنے کی باتیں کر رہے ہیں اور بعض لوگ غیر اسلامی نظام نافذ کرنے پر تلے بیٹھے ہیں۔ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعد امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ وہ نمایاں ترین شخصیت ہیں۔ جنہوں نے

علی الاعلان دو قومی نظریے کا پرچار کیا اور قیام پاکستان کا راستہ ہموار کیا۔ یہی وہ راستہ تھا کہ جس کی طرف علامہ اقبال نے رہنمائی کی اور قائد اعظم نے اسی پر چل کر پاکستان کی منزل حاصل کی۔

تحریک پاکستان کے حق میں رائے عامہ کو ہموار کرنے میں امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہم مسلک علماء اور مشائخ اہلسنت نے بڑا کردار ادا کیا۔ ”آل انڈیا سنی کانفرنس“ اہل سنت و جماعت کی وہ نمائندہ جماعت تھی جس نے اپنی تمام تر توانائی تحریک پاکستان کی حمایت کے لیے صرف کر دی۔ ۱۹۳۶ء میں منعقد ہونے والی سنی کانفرنس بنارس کا اجلاس تو اس تحریک کے لیے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس جماعت کے سرپرست امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری علیہ الرحمۃ اور محدث اعظم ہند مولانا سید محمد محدث کچھو چھوی علیہ الرحمۃ تھے اور اس کے روح رواں صدر الافاضل مولانا علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ تھے۔

ہمارے بعض احباب شکایت کرتے ہیں کہ تاریخی اور نصابی کتابوں میں ملت اسلامیہ کے ان محسنوں کی دینی ملی اور پاکستان کے لئے کی جانے والی خدمات کو ان کے شایان پیش نہیں کیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ کام خود ہمارے کرنے کا تھا۔ یاد رکھئے جو قوم اپنے لئے کچھ نہیں کر سکتی اسے دوسروں سے شکایت کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔

حضرت محدث اعظم ہند کچھو چھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ پاک و ہند کے عظیم محدث، ساحر البیان خطیب، علمی، روحانی اور سیاسی قائد تھے۔ افسوس کہ پاک و ہند میں ان کے شایان شان اُن کا تعارف نہیں کرایا جاسکا۔ ۱۹۸۸ء میں رضا اکیڈمی لاہور نے مولانا محمد اعظم نورانی کا مقالہ ”محدث اعظم ہند کچھو چھوی اور تحریک پاکستان“ شائع کیا، اس کے بعد ماہنامہ آستانہ کراچی نے دو حصوں پر مشتمل ”محدث اعظم ہند کچھو چھوی علیہ الرحمۃ نمبر“ شائع کیا۔ حضرت ڈاکٹر محمد مظاہر اشرف کچھو چھوی جیلانی مدظلہ العالی نے کراچی لاہور

اور پشاور میں محدث اعظم ہند کچھو چھوی علیہ الرحمۃ کانفرنس کا انعقاد کیا۔ اور اب رضا اکیڈمی لاہور کی طرف سے جناب محترم سید صابر حسین شاہ بخاری قادری کا مقالہ ”امام احمد رضا محدث بریلوی اور سید محمد محدث کچھو چھوی“ شائع کیا جا رہا ہے۔ الحمد للہ! یہ اچھی پیش رفت ہے۔

سید صاحب نے یہ مقالہ ماہنامہ ”آستانہ“ کراچی کے لیے لکھا اور ”محدث اعظم نمبر“ کے دوسرے حصے میں شائع ہوا۔ قارئین نے اسے پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا سید صاحب نے اس پر نظر ثانی کی اور کئی مفید اضافے کئے، بعض حلقوں میں یہ تاثر پایا جاتا تھا کہ حضرت محدث کچھو چھوی علیہ الرحمۃ نے بریلی شریف میں صرف فتویٰ نویسی کی تربیت لی تھی۔ انہیں امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ سے اجازت و خلافت حاصل نہیں تھی۔ جناب سید صابر حسین شاہ بخاری نے پیش نظر مقالہ میں مستند حوالوں سے ثابت کیا ہے۔ کہ امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ سے صرف محدث اعظم ہند ہی کو نہیں بلکہ ان کے ماموں اور پیر و مرشد کو بھی نسبت تلمذ اور خلافت حاصل تھی۔ نیز محدث اعظم کے نانا اعلیٰ حضرت شاہ علی حسین کچھو چھوی اشرفی علیہ الرحمۃ اور امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے درمیان بہت گہرے دوستانہ اور مجاہدہ مراسم تھے۔ سید صاحب نے اپنے مقالہ میں یہ بھی ثابت کیا ہے کہ حضرت محدث اعظم علیہ الرحمۃ صرف شاگرد اور خلیفہ ہی نہیں بلکہ امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے عقائد و نظریات کے ترجمان اور مضبوط ترین وکیل بھی تھے۔ اس لئے آپ کے صاحبزادوں نے ماہنامہ ”المیزان“ بمبئی کا چھ سو سے زیادہ صفحات پر مشتمل ”امام احمد رضا نمبر“ نکالا جس سے زیادہ ضخیم اور وسیع نمبر نہ تو اس سے پہلے شائع ہوا اور نہ ہی بعد میں شائع کیا جاسکا۔

کچھ صاحب مقالہ کے بارے میں:

جناب محترم سید صابر حسین شاہ بخاری دامت برکاتہ کا نسبی تعلق بخاری سادات

کرام سے ہے۔ آپ کے آباء و اجداد اوج شریف سے منتقل ہو کر اٹک میں مقیم ہو گئے تھے۔ آپ کے والد ماجد کا نام سید مسکین شاہ مدظلہ العالی اور جد امجد کا نام سید غلام نبی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہے۔ سید صاحب ۲۰ فروری ۱۹۶۶ء کو برہان شریف ضلع اٹک میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر میں ہی حاصل کی، مولانا شوکت حیات اور مولانا سید نور حسین شاہ سے بھی اکتساب فیض کیا۔ پرائمری تک گورنمنٹ پرائمری سکول کچہ (حسن ابدال) میں پڑھا۔ ۱۹۸۵ء میں گورنمنٹ ہائی سکول حسن ابدال سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۹۳ء سے گورنمنٹ ایلیمنٹری سکول برہان شریف (اٹک) میں تدریسی فرائض انجام دے رہے ہیں۔ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں امیر دعوت اسلامی مولانا محمد الیاس قادری مدظلہ العالی سے بیعت ہیں۔

سید صاحب راسخ العقیدہ سنی حنفی بریلوی ہیں اور امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز سے عشق کی حد تک عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔ اس کا اندازہ ان کے لکھے ہوئے مقالات کی فہرست سے لگایا جاسکتا ہے۔ اور کیوں نہ ہو جب کہ امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نے اپنی تصانیف اور نعتیہ کلام کے ذریعے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کرم علیہ السلام کی سچی محبت کا درس دیا ہے جو کہ جان ایمان ہے۔

سید صاحب کو بچپن ہی سے علم و ادب سے لگاؤ رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ گھر سے سودا سلف خریدنے کے لیے نکلتے ہیں تو کتابوں کا بنڈل خرید کر گھر آ جاتے ہیں۔ ان کی تنخواہ کا اکثر حصہ کتابوں کی خرید اور خط و کتابت کی نذر ہو جاتا ہے، علمی مراکز سے دور ہونے کے باوجود انہوں نے برہان شریف (اٹک) میں ادارہ ”فروع افکار رضا“ اور ”امام اہل سنت لائبریری“ قائم کر کے تحقیق و تصنیف اور محبت کی شمع روشن کر رکھی ہے۔ کاش کہ ہمارے اصحاب علم اور ارباب ثروت ان سے سبق سیکھیں اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی طرف توجہ دیں۔ جناب سید صابر حسین شاہ بخاری ایک درجن مقالات

۱۔ آپ ۶ اپریل ۲۰۰۵ء کو قضائے الہی سے انتقال فرما گئے۔ طاہر

لکھ چکے ہیں اور تقریباً اتنے ہی زیر قلم ہیں۔ آپ بھی ان کے مقالات کی فہرست ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ امام احمد رضا محدث بریلوی اور تحریک پاکستان، مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور۔

۲۔ امام احمد رضا محدث بریلوی کی بارگاہ میں طارق سلطانی پوری کا خرام عقیدت، مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور۔

۳۔ سلام رضا پر طارق رضا کی تفسیریں ثانی۔ غیر مطبوعہ

۴۔ حدائق بخشش، خزینہ اسرار نعت۔ غیر مطبوعہ

۵۔ امام احمد رضا محدث بریلوی مخالفین کی نظر میں۔ غیر مطبوعہ

۶۔ امام احمد رضا محدث بریلوی کا ملین کی نگاہ میں۔ غیر مطبوعہ

۷۔ امام احمد رضا محدث بریلوی اور احترام سادات۔ غیر مطبوعہ

۸۔ امام احمد رضا کے رفیق خاص علامہ وصی احمد محدث سورتی۔ غیر مطبوعہ

۹۔ رضا بزبان طارق رضا۔ غیر مطبوعہ

۱۰۔ اقلیم نعت کا بادشاہ امام احمد رضا۔ غیر مطبوعہ

۱۱۔ امام احمد رضا محدث بریلوی اور انجمن نعمانیہ۔ غیر مطبوعہ

۱۲۔ امام احمد رضا محدث بریلوی اور سید محمد محدث کچھوچھوی۔ (پیش نظر مقالہ)

زیر تدوین مقالات:

۱۳۔ تقاریر امام احمد رضا

۱۴۔ سلطان باہو امام احمد رضا اور اقبال

۱۵۔ پنجاب میں آفتاب بریلی کی ضیاء باریاں

۱۶۔ پردہ اٹھ گیا

۱۷۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور امام احمد رضا محدث بریلوی

۱۸۔ امام احمد رضا بریلوی، فتنوں کے تعاقب میں

۱۹۔ سراج الامتہ امام اعظم ابوحنیفہ اور امام احمد رضا محدث بریلوی

۲۰۔ امام احمد رضا بریلوی کے محبوب صوفیہ

۲۱۔ امام احمد رضا بارگاہ رسالت (ﷺ) میں

۲۲۔ امام احمد رضا بارگاہ غوث اعظم میں

۲۳۔ امام احمد رضا محدث بریلوی اور قاضی محمد صدر الدین ہزاروی

۲۴۔ حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا اور ان کے خلفاء..... وغیرہ

(یہ معلومات خود سید صاحب نے فراہم کی ہیں۔)

اللہ تعالیٰ جناب سید صابر حسین شاہ بخاری کے علم و قلم میں برکتیں عطا فرمائے اور انہیں توفیق دے کہ تحقیق و تصنیف کا عمل جاری رکھیں۔ نیز اراکین رضا اکیڈمی لاہور کو آفات و بلیات سے اپنی حفاظت میں رکھے تاکہ فکر رضا کی اشاعت کو آگے بڑھاتے

رہیں۔

محمد عبدالکلیم شرف قادری

۱۳ دسمبر ۱۹۹۶ء

باب نمبر ۷:

<http://t.me/Tehqiqat>

تذکرہ

تذکرہ

نمبر شمار	عنوان	مصنف	مطبوعہ	سن
۱	یادِ اعلیٰ حضرت	محمد عبد الحکیم شرف قادری	لاہور	
۲	سوانح سراج الفقہاء	محمد عبد الحکیم شرف قادری	لاہور	

<http://t.me/Tehqiqat>

پیش لفظ:

یادِ اعلیٰ حضرت

محمد عبدالحکیم شرف قادری

یہ طے شدہ بات ہے کہ قوموں کا ارتقا اور استحکام سلف کے کارناموں سے واقفیت حاصل کر کے ان کے نقش قدم پر عمل پیرا ہو کر ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ ملت کے نونہال، اسلام کے جلیل القدر فرزندوں کی سیرت سے آشنا ہو کر ہی نیا ولولہ، عزم و ہمت اور کامیابی کا راستہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اکابر کی سیرت کے نقوش جس قدر دل کی گہرائیوں میں اترتے جائیں گے، اسی قدر کامرانی کی منزلیں آسان ہوتی چلی جائیں گی، اور عظیم شخصیتوں کے کارناموں کا تصور جس قدر دھندلا جائے گا۔ اتنا ہی مقصد کا حصول مشکل ہوتا جائے گا، افسوس! کہ اہل سنت و جماعت نے اس طرف پوری توجہ نہ دی۔ بڑے بڑے فضلاء گزر گئے۔ لیکن آج نئی پودان کے عظیم کارناموں سے بالکل بے خبر ہے۔ بیگانوں سے یہ توقع کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتی کہ وہ ان جلیل القدر ہستیوں کی علمی اور دینی خدمات کو منظر عام پر لائیں گے یا ان کے بارے میں کلمہ خیر نوکِ قلم پر آنے دیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا بے پایاں احسان ہے کہ جمعیت علمائے سرحد پاکستان اس سلسلے میں مصروف عمل ہے۔ خدا کرے کہ ہماری ناچیز کوششیں پایہ تکمیل تک پہنچیں، اور شرف قبولیت حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ جمعیت کے تمام اراکین اور معاونین کو جزائے خیر دے۔ جو اس کارِ خیر میں بخوشی بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔ یہ دراصل انہی حضرات کے خلوص کا نتیجہ ہے۔ کہ بفضلہ تعالیٰ جمعیت کامیابی کی راہ پر گامزن ہے۔

اس دفعہ ہم آپ کے سامنے تحقیق و تدقیق کے بادشاہ، شریعت و طریقت آگاہ۔
 امام اہل سنت اس صدی کے مجدد مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ العزیز
 کے مختصر حالات آپ کے چچا سویں عرس کے موقعہ پر پیش کرنے کی سعادت حاصل کر
 رہے ہیں۔ خدا کرے کہ ہمیں اہل سنت و جماعت کے علماء و فضلاء اور مشائخ کے
 حالات کو منظر عام پر لانے کی توفیق نصیب ہو۔ السعی منا والتمام من اللہ
 تعالیٰ جل مجدہ

نوٹ:- یادِ اعلیٰ حضرت کے ساتھ رئیس المتکلمین مولانا تقی علی خان والد ماجد اعلیٰ
 حضرت قدس سرہ کا رسالہ مبارک ”فضل العلم والعلماء“ بھی شامل ہے۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

۱۹۷۰ء

حرف آغاز:

سوانح سراج الفقہاء

از محمد عبدالحکیم شرف قادری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حامداً ومصلياً ومسلماً

لعل وگہر ہمیشہ سمندر کی گہرائی اور پردہ تاریکی میں مستور ہوتے ہیں، ان تک رسائی نہ ہو سکے تو یہ الگ بات ہے، لیکن اگر کسی غواص کی رسائی دیر یکتا تک ہو جائے اور اس کے باوجود اسے قعر سمندر سے نکلانے میں کوتاہی سے کام لے تو اسے یقیناً کم عقلی اور بے ہمتی کا الزام دیا جائے گا۔

علماء و اصفیاء با کمال ہوتے ہوئے بھی نام و نمود کی خواہش سے بے نیاز ہوتے ہیں، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں علم و فضل ایسی دولت اصلی سے نواز رکھا ہے، رہی شہرت و مقبولیت تو وہ ایک امر عارضی اور غیر ضروری ہے جس کے ہونے نہ ہونے سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ لیکن یہ امر قابل غور ہے کہ کیا ایسے ارباب عزیمت حضرات کے عظیم الشان کارناموں کو منظر عام پر لانا چاہیے۔ ان کی علمی خدمات سے عوام و خواص کو متعارف کرانا چاہیے اور ان کے متعلق بہت کچھ جاننے کے باوجود ان کی سیرت و سوانح محفوظ کرنی چاہیے؟ یہ اور اس قسم کے اور بہت سے سوالات ہر حساس شخص کے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ یقیناً ہر شخص ان سوالات کا جواب اثبات میں دے گا، لیکن بہت کم حضرات یہ سوچنے کی زحمت گوارا کرتے ہیں کہ آخر اس ذمہ داری کو کون نبھائے گا۔ کیا اغیار سے توقع رکھی جاسکتی ہے یا بعد میں آنے والی نسلیں

اس فریضے سے عہدہ برآ ہو سکیں گی؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف اور صرف ہماری ذمہ داری ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اس ذمہ داری کو محسوس کر کے میدانِ عمل میں قدم رکھیں۔ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى (الآیۃ)

فن میراث کے امام قدوۃ الفصلا، سراج الفقہاء، مولانا سراج احمد مکھن بیلوی ثم خانپوری رحمہ اللہ تعالیٰ وہ گنج گراں مایہ تھے جنہیں نہ ستائش کی خواہش تھی نہ نمائش کی آرزو، کتنے افسوس کی بات ہے کہ قوم نے ان کے علوم و معارف کی معتد بہ اشاعت نہ کی۔ اور نہ ہی اہل علم میں ان کی فضیلت علمی کو نمایاں کیا گیا جس کے وہ درحقیقت مستحق تھے۔ قوم کی کوتاہی اور عاقبت نااندیشی کا یہ بین ثبوت ہے، نہ معلوم علوم کے کتنے خزینے اسی طرح زاویہ گمنامی میں وقت بسر کر کے ہماری ظاہر میں نظروں سے ایسے اوجھل ہوئے کہ آج ان کے نقشِ حیات کا دھندلا سا تصور بھی ہمارے سامنے نہیں ہے۔ اس تحریر میں حضرت سراج الفقہاء کے تعارف کی اپنی سی کوشش کی گئی ہے۔ ضرورت ہے کہ حضرت کے فاضل اور صاحب حیثیت تلامذہ اپنے استاذِ کامل کی یاد تازہ کرنے کو سعادت سمجھیں اور ان کے علمی اور دینی کارناموں کی مکمل اشاعت کریں۔ بالخصوص ”سراج الفتاویٰ“ کی اشاعت کی طرف توجہ دیں جو ہنوز منتظر اشاعت ہے۔ آخر ہمیں ایسے کاموں کے انجام دینے میں کس کا انتظار ہے؟ مولائے کریم توفیق عطا فرمائے۔

سوانح کے آخر میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کا ذوی الارحام کی صنفِ رابع سے متعلق وہ اہم غیر مطبوعہ فتویٰ بھی شامل کر دیا گیا ہے جو انہوں نے حضرت سراج الفقہاء کے استفتاء کے جواب میں لکھا تھا جسے دیکھنے کے بعد اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے متعلق حضرت سراج الفقہاء کے زاویہ نظر میں نہایت خوشگوار تبدیلی آگئی تھی۔

مکرمی جناب حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری (لاہور) نے ازراہ عنایت حضرت سراج الفقہاء کے دو مکتوب اور اس فتوے کی نقل مرحمت فرمائی۔ یہ نقل اور اس کے ساتھ حضرت سراج الفقہاء کے حالات صاحبزادہ سید محمد فاروق القادری ایم۔ اے سجادہ نشین شاہ آباد تریف گڑھی اختیار خاں نے جناب حکیم محمد موسیٰ صاحب کو فراہم کئے تھے۔ اس کے علاوہ فاضل جلیل حضرت مولانا ابوالاحرار محمد مختار احمد صاحب صدر مدرس مدرسہ سراج العلوم خانپور نے راقم سطور کی فرمائش پر حضرت کے تفصیلی حالات قلم بند کر کے ارسال کئے۔ ان تمام حضرات کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے کہ سراج الفقہاء کی سوانح اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا نادرونا یا ب محققانہ فتویٰ پہلی بار مرتب ہو کر ناظرین تک پہنچ رہا ہے۔

میرے لئے ان حضرات کا شکر یہ ادا کرنا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے، زیادہ سے زیادہ دینی خدمات ادا کرنے کی توفیق رفیق فرمائے اور اراکین مجلس رضا، لاہور کو بھی دارین سے نوازے جو اس رسالے کو شائع کر رہے ہیں۔

آسمان تحقیق و تدقیق کے نیر اعظم اعلیٰ حضرت مولانا

شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز سے استفتاء

قدوة المفصلاء سراج الفقہاء بیان فرماتے ہیں کہ دور طالب علمی میں یہ بات ہمارے ذہن میں بٹھادی گئی تھی کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی (قدس سرہ العزیز) کی کتابیں پڑھنا جائز ہے۔ ان کی تصنیفات کو علم و تحقیق سے کوئی علاقہ نہیں ہوتا۔ وہ تو صرف چند مرد و جد رسوم و بدعات کے مجوز ہیں۔ ان کی علمیت کا مدار یہی امور ہیں اور ان کی تصنیفات صرف میلاد، قیام میلاد، فاتحہ عرس، گیارہویں، نذر و نیاز اور نداء غیر اللہ وغیرہ ”امور بدعیہ“ سے متعلق ہیں۔ چنانچہ عام طلباء کی طرح میں بھی ان کے نام تک

سے متاثر تھا۔ میں نے بعض لوگوں سے ان کے تخر علمی کی باتیں سن رکھی تھیں جنہیں ہمارے حلقے میں مریدین و معتقدین کی عقیدت اور غلو سے تعبیر کیا جاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظر عنایت شامل حال تھی کہ ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جس نے حضرت سراج الفقہاء ایسی شخصیت کے ذہن میں عظیم انقلاب پیدا کر دیا اس کی تفصیل خود ان کی زبانی سنئے :-

حسن اتفاق سے مجھے رسالہ میراث کی تصنیف کے دوران ایک مسئلے (ذوی الارحام کی صنف رابع کے حکم) میں الجھن پیدا ہوئی۔ میں نے اس کے حل کے لئے دیوبند، سہارنپور، دہلی اور دیگر علمی مراکز میں خطوط لکھے کہیں سے بھی تسلی بخش جواب نہ آیا، سب نے ”سراجی“ پر ہی اکتفا کیا۔ میں نے یہ سوچ کر کہ اس میں حرج ہی کیا ہے، وہ سوال مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے پاس بھی بھیج دیا۔ ایک ہفتے کے اندر مولانا کی طرف سے جواب آ گیا۔ انہوں نے مسئلے کو اس طرح حل کیا کہ تمام کتب کے اختلافات اور شکوک و شبہات رفع ہو گئے۔

اب آپ حضرت سراج الفقہاء کا استثناء اور فقیہ اجل، اعلیٰ حضرت امام اہل سنت حضرت مولانا احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ کا وہ انقلاب آفرین، نادر و غیر مطبوع فتویٰ ملاحظہ فرمائیں جس نے وقت کے ایک بہت بڑے محقق کو نہ صرف ذہنی اطمینان بخشا بلکہ ایک نئی راہ پر ڈال دیا۔

اعلیٰ حضرت کے دستِ اقدس کا لکھا ہوا فتویٰ دستیاب نہیں ہو سکا بلکہ سنا ہے کہ گم ہو چکا ہے یہ تو جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری کی علم دوستی کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے چند سال قبل جناب صاحبزادہ سید محمد فاروق القادری ایم۔ اے سجادہ نشین شاہ آباد شریف گڑھی اختیار خاں کے ذریعے اس فتوے کی نقل حاصل کر لی تھی ورنہ شاید یہ

مبارک فتویٰ کبھی بھی منظر عام پر نہ آسکتا۔ چونکہ یہ فتویٰ نقل سے نقل شدہ ہے اس لئے اس کی تصحیح میں بڑی جانفشانی سے کام لینا پڑا۔ حواشی راقم الحروف کے لکھے ہوئے ہیں جن میں عربی عبارات کے ترجمہ کے علاوہ بعض کتابوں کے صفحات کی نشاندہی بھی کر دی گئی ہے۔ نیز استفتاء کے اختصار کے پیش نظر اس کا مطلب تفصیلاً بیان کر دیا ہے۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

۳/ذی قعدہ ۱۳۹۱ھ

<http://t.me/Tehqiqat>

باب نمبر ۸

<http://t.me/Tehqiqat>

مثلت کروی

۸۔ علم جفر، مثلث کروی

نمبر شمار	عنوان	مصنف	مطبوعہ	سن
۱	اعالی عطایا	امام احمد رضا خاں بریلوی	مجلسِ رضا، لاہور	۱۹۸۳ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نگاہ اولیں:

اعالی العطا یانی الاصلاح والرزق وایا

از امام احمد رضا خاں پیریلوی

مفسر، محدث، فقیہ، اصولی، ریاضی دان، متکلم، حافظ، قاری، مفتی، جملہ علوم کے معجز فاضل، شیخ طریقت مجتہد و شریعت اور نعت گو شاعر امام احمد رضا خاں بریلوی محلہ جسولی بریلی میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد مولانا تقی علی خاں، علامہ عبدالعلی رامپوری، مرزا غلام قادر بیگ اور مولانا شاہ ابوالحسن نوری مارہروی سے علوم دینیہ اور مسائل طریقت کا استفادہ کیا، پونے چودہ سال کی عمر میں سند فراغ حاصل کر کے تدریس، افتاء اور تصنیف کی مسند پر فائز ہو گئے۔ ۱۸۷۷ء میں حضرت شاہ آل رسول مارہروی سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور تمام سلاسل میں اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ ۱۸۷۸ء میں والد ماجد کے ہمراہ حرمین شریفین کی زیارت اور حج کے لئے گئے۔ وہاں مفتی شافعیہ مولانا سید احمد دحلان اور مفتی حنفیہ مولانا عبدالرحمن وغیرہما سے حدیث، تفسیر، فقہ اور اصول کی سندیں حاصل کیں۔ ۱۹۰۶ء میں دوبارہ سفر زیارت کیا مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران نوٹ کے مسائل کے بارے میں ”کفل الفقیہ الفاہم“ عربی اور بعض سوالات کے جواب میں ”الدولة المکیة“ عربی ضخیم کتاب یادداشت کی مدد سے چند گھنٹوں میں لکھی۔ جس پر حرمین شریفین کے اکابر علماء نے گراں قدر تقریظیں لکھی ہیں۔

آپ نے پچاس مختلف فنون میں ایک ہزار کے لگ بھگ کتابیں لکھیں جن میں سے ”فتاویٰ رضویہ“ بارہ ضخیم جلدوں میں ”کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن“ قرآن کریم کا سلیس و رواں اور مستند تفاسیر کا نچوڑ اور اردو تراجم میں امتیازی شان کا حامل ترجمہ اور

”جد الممتار“ علامہ ابن عابدین شامی کی شہرہ آفاق کتاب ”رد المحتار“ کا پانچ مبسوط جلدوں میں عربی حاشیہ نہایت اہم ہیں۔ اہل سنت و جماعت کے افراد آپ سے گہری عقیدت رکھتے ہیں اور آپ کو ”اعلیٰ حضرت“ کے معزز لقب سے یاد کرتے ہیں۔

جب گاندھی کی آندھی چلی اور بڑے بڑے زعماء ”ہندو مسلم اتحاد“ کے پرفریب نعرے سے متاثر ہو گئے، اس وقت آپ کی ذات گرامی ہی تھی جس نے بروقت کتاب و سنت کی روشنی میں ”دوقومی نظریہ“ پیش کیا اور اتحاد کے اس نعرے کے خوفناک مضمرات سے آگاہ کیا بعد کے حالات و واقعات نے ان کی دور اندیشی اور ژرف نگاہی کا ایسا ثبوت مہیا کر دیا کہ آج کوئی صاحب بصیرت مسلمان اس کا انکار نہیں کر سکتا۔

علوم دینیہ کے جلیل القدر فاضل ہونے کے ساتھ ساتھ شعر و سخن کا ذوق بھی رکھتے تھے لیکن ان کا ذوق سلیم حمد و ثنا اور نعت و منقبت کے علاوہ کسی صحفِ سخن کی طرف متوجہ نہیں ہوا ان کے کلام میں عالمانہ وقار ہے۔ قرآن و حدیث کی ترجمانی ہے سوز و ساز اور کیف و سرور ہے آپ کے مشہور زمانہ سلام کی گونج پاک و ہند کے کسی بھی گوشے سے سنی جاسکتی ہے۔

گونج گونج اٹھے ہیں نعماتِ رضا سے بوستاں

کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وامنقار ہے

شریعت و طریقت کا یہ آفتاب ۲۵ صفر المظفر ۱۳۳۰ھ / ۱۹۲۱ء کو جمعہ کے وقت

بریلی شریف میں روپوش ہو گیا۔



أَعَالِي الْعَطَايَا فِي الْأَضْلَاعِ وَالزَّوَايَا

مثلث گروی کے موضوع پر چار رسائل کا مجموعہ

علماء ہندسہ (جیومیٹری) کے نزدیک مثلث وہ سطح ہے جس کا تین خطوط احاطہ کریں اس کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ وہ مثلث جس کا تمام سیدھے خطوط احاطہ کریں، اسے مثلث مستقیم الاضلاع کہتے ہیں اس کی علم مساحت میں بحث کی جاتی ہے۔

۲۔ وہ مثلث جس کا تمام منحنی (ٹیزھے) خطوط نے احاطہ کیا ہو، جیسے کرہ کی سطح میں فرض کی جانے والی مثلث اسے ”مثلث سطح الکرہ“ کہتے ہیں یہ کرہ کی سطح کا وہ ٹکڑا ہے جسے دوائر عظیمہ کی تین قوسیں احاطہ کئے ہوئے ہوں اور ہر قوس نصف دور سے چھوٹی ہو جیسے علامہ عبدالعلی برجنیدی نے زینج اُلغ بیگی کی شرح میں تصریح فرمائی ہے۔

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

”علمائے ہندسہ بطلمیوس کے زمانہ اور اس کے بعد سینکڑوں سال تک مثلث گروی کے مجہولات کو حاصل کرنے میں بہت مشقتیں اٹھاتے رہے، بطلمیوس نے مجسطی میں شکل قطاعی بیان کی جس کے ذریعے چھ معلوم اشیاء سے ایک نامعلوم شے معلوم ہوتی ہے۔

ابونصر ابن عراق کو توفیق الہی سے شکل مُغنی تک رسائی ہوئی کہ آئندہ شرائط کے مطابق مثلث گروی کے زاویوں اور ضلعوں میں تین معلوم چیزوں کے ذریعے تین دوسری چیزیں معلوم ہوتی ہیں۔ پھر اس کی دو شاخیں نکالی گئیں۔

۱۔ محمد اعلیٰ ابن علی تھانوی: کشاف اصطلاحات الفنون (مطبوعہ تہران ۱۹۶۷ء) ج ۱ ص ۱۷۳

پھر شکل ظلی برآمد ہوئی اس کی بھی دو شاخیں ہیں۔ ان کے ذریعے
لاکھوں مسائل نکالے گئے۔ علامہ برجنیدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے زنج اُلغ
بیگی کی شرح میں وہ چھ شکلیں (معنی اور ظلی اور ہر ایک کی دو دو شاخیں)
بیان کی ہیں۔

مجھ فقیر کو ان شکلوں کے دعووں کی شرطوں میں کلام ہے۔ بعض
شرطیں بے فائدہ بڑھادی گئی ہیں اور بعض ضروری شرطیں بیان نہیں
ہوئیں۔ میں نے اس موضوع پر ایک رسالہ ”الْمَعْنَى الْمُجَلِّي
لِلْمَعْنَى وَالظَّلِّي“ لکھا ہے اس میں تفصیلی دلائل پیش کئے ہیں اس کا
مطالعہ کیا جائے، تمام اشکال کے مقاصد جاری کرنے کی شرائط اور عمل
کے طریقے میں نے آٹھ شعروں میں جمع کئے ہیں۔ ۱۔

مولانا غلام حسین جونپوری نے زنج بہادر خانی میں مثلث کروی کے موضوع پر
انتہائی شرح وسط سے گفتگو کی ہے اس سلسلے میں چھ خطوط زیر بحث آئے ہیں:-

(۱) جیب (۲) ظل (۳) قاطع (۴) جیب التمام

(۵) ظل التمام (۶) قاطع التمام

ان کی جدولیں (نقشے) انھوں نے تقریباً ساٹھ صفحات میں دی ہیں۔ ۲۔

اللہ تعالیٰ نے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کو پچاس سے زیادہ علوم میں بے مثال
مہارت عطا فرمائی تھی، علوم قرآنیہ، احادیث اور فقہ میں ان کی وسعت نظر کا ایک جہان
معرّف ہے، علم ہیئت اور توقیت میں یہ عالم تھا کہ معاصرین میں کوئی ان کا پاسنگ بھی
نہیں تھا۔

علم مثلث کروی، سمت قبلہ معلوم کرنے میں مفید اور معاون ہے اس لیے انھوں

۱۔ امام احمد رضا بریلوی، امام: تخیص علم مثلث کروی قاری (قلمی) ص ۱

۲۔ محمد ظفر الدین بہاری، مولانا: الجواہر والیواقیت فی علم التوقیت (مراد آباد ۱۹۳۳ء) ص ۹۸

نے اس پر خاص توجہ فرمائی اور اس موضوع پر کئی رسالے قلمبند فرمادئے کئی ابحاث تو خود ان کے اپنے فکر کا نتیجہ ہیں ایک اقتباس (ترجمہ) ملاحظہ ہو فرماتے ہیں:-

”یہ مقالہ وہ ہے جس کی فقیر کو توفیق دی گئی ہے۔ اس کے دلائل اور

احکام میں نے اپنے فکر سے استنباط کئے ہیں اللہ تعالیٰ ہی توفیق عطا فرمانے

والا ہے۔ میں اس سے غفور و عافیت اور راہِ راست کی ہدایت مانگتا ہوں۔“

مثلث کروئی قائم الزاویہ میں عقلی طور پر اضلاع کے لحاظ سے دس صورتیں متصور ہیں:

(۱) تینوں ضلعے ایک ایک چوتھائی ہوں۔

(۲) دو چوتھائی، چوتھائی اور تیسرا ان سے چھوٹا ہو

(۳) دو ربع، ربع ہوں اور تیسرا بڑا۔

(۴) ہر ایک ربع سے چھوٹا ہو

(۵) ایک ضلع ربع سے چھوٹا اور دو بڑے ہوں

(۶) ہر ایک بڑا ہو

(۷) ایک ضلع ربع سے بڑا اور دو چھوٹے ہوں

(۸) ایک ضلع ربع اور دو بڑے ہوں

(۹) ایک ضلع ربع اور دو چھوٹے ہوں

(۱۰) ایک ربع، دوسرا چھوٹا اور تیسرا بڑا ہو۔

ان تمام صورتوں میں (مثلث کا ایک زاویہ تو قائم ہے) باقی زاویا میں چھ احتمال ہیں:

(۱) دونوں قائم ہوں (۲) ایک قائمہ دوسرا حادہ

(۳) ایک قائمہ دوسرا منفرجہ (۴) دونوں حادہ ہوں

(۵) دونوں منفرجہ ہوں (۶) ایک منفرجہ دوسرا حادہ۔

اس طرح کل عقلی احتمال ساٹھ ہوئے ان میں سے صرف چھ شکلیں ہو سکتی ہیں۔“

۱۔ امام احمد رضا خاں بریلوی، امام: وجوہ زدایا مثلث کروئی، قاری (قلمی) ص: ۱

کوئی ماہر فن ہی اندازہ لگا سکتا ہے کہ امام احمد رضا بریلوی کی جولانی فکر کہاں تک تھی۔ اس وقت مثلث کروی کے موضوع پر چار رسالے پیش نظر ہیں:

۱۔ تلخیص مثلث کروی (۱۳۳۲ھ) دو صفحے

۲۔ وجوہ زوایا مثلث کروی (۱۳۲۹) بارہ صفحے

۳۔ رسالہ در علم مثلث کروی (۱۳۲۹ھ) سات صفحے

۴۔ رسالہ علم مثلث کروی چھ صفحے

ابتدائی تین رسائل امام احمد رضا بریلوی کی اپنی تصنیف ہیں، جبکہ چوتھا رسالہ کسی کتاب پر آپ کی تعلیقات ہیں۔ یہ چاروں رسائل آپ کے اپنے قلم سے لکھے ہوئے ہیں جن کا عکس شائع کیا جا رہا ہے۔ ممکن ہے کوئی اس فن کا ماہر ان پر تحقیق کرے اور انہیں اردو میں منتقل کر کے ارباب ذوق کو استفادہ کا موقع فراہم کر دے۔

یہ گراں قدر رسائل حضرت شیخ طریقت مولانا ریحان رضا خاں مدظلہ (بریلی شریف) اور حضرت مولانا مفتی اختر رضا خاں ازہری مدظلہ (بریلی شریف) کے پاس ہیں، حضرت مولانا مفتی تقدس علی خاں مدظلہ شیخ الجامعہ جامعہ راشدینہ پیر گوٹھ (سندھ) کے توسط سے دستیاب ہوئے ہیں جس کے لیے اراکین مرکزی مجلس رضالاہور ان تمام حضرات کے شکر گزار ہیں۔

حضرت مولانا تقدس علی خاں مدظلہ کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے ان رسائل کا یہ نام تجویز فرمایا تھا:

أَعَالِي الْعَطَايَا فِي الْأَضْلَاعِ وَالزَّوَايَا

اضلاع اور زوایا کے بیان میں (اللہ تعالیٰ کے) بلند پایہ عطیات

محمد عبدالحکیم شرف قادری

۲۴ رزوالحجہ ۱۴۰۳ھ

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

۲ اکتوبر ۱۹۸۳ء



باب نمبر ۹

<http://t.me/Tehqiqat>

علم المیراث

۹۔ علم المیراث

نمبر شمار	عنوان	مصنف	مطبوعہ	سن
۱۔	تجلیۃ المسلم فی مسائل من نصف العلم	امام احمد رضا خاں بریلوی	سکر	۱۹۷۸ء

<http://t.me/Tehqiqat>

عرض سخن:

تجلیۃ المسلم فی مسائل من نصف العلم

تصنیف: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل قریباً پچاس علوم و فنون میں یدِ طولیٰ عطا فرمایا تھا، ان کی بصیرتِ ایمانی کا یہ کرشمہ تھا کہ انہوں نے تقریر کی بجائے تحریر پر زور دیا اور ایک ہزار کے قریب تصانیف کا ذخیرہ یادگار چھوڑا۔ آج ان کے وصال کو ساٹھ سال ہونے والے ہیں، لیکن ہماری کم مائیگی اور بے حسی کا یہ عالم ہے کہ ہم انہیں آج تک دُنیا کے علم میں صحیح طور پر متعارف نہ کرا سکے اور نہ ہی ان کی گراں قدر تصانیف کو زیورِ طباعت سے آراستہ کر سکے۔

جناب پروفیسر محمد مسعود احمد مدظلہ، پرنسپل گورنمنٹ سائنس کالج سکرنڈ، نواب شاہ (سندھ) حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ اور اراکین مرکزی مجلس رضالاہور، بجا طور پر مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اپنی بساط سے بڑھ کر امام احمد رضا بریلوی کے علوم و معارف کو جدید انداز میں پیش کیا، جامعہ اشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ (انڈیا) کے اصحابِ عزم و ہمت علماء و فضلاء کی کوششوں سے ”فتاویٰ رضویہ“ کی کئی جلدیں (تیسری، چوتھی اور پانچویں) شائع ہو چکی ہیں اور چھٹی جلد کے لیے کوشش کی جا رہی ہے۔ اسی طرح شامی پر اعلیٰ حضرت کے حاشیہ ”جد الممتاز“ کی اشاعت کے لیے کوشش کی جا رہی ہے۔ پاکستان کے کئی ادارے بھی آپ کی تصانیف شائع کرنے کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔

تاہم جس رفتار سے کام ہو رہا ہے، اسے تسلی بخش قرار نہیں دیا جاسکتا، کئی مخطوطات

پہلے ہی دیمک کی نذر ہو چکے ہیں۔ اگر اسی انداز پر کام ہوتا رہا تو خطرہ ہے کہ ان قیمتی مخطوطات کا بڑا حصہ ضائع ہو جائے گا اور علم و تحقیق کے طلب گار اس سے محروم ہو جائیں گے۔

یہ امر باعث مسرت ہے کہ بریلی شریف میں حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی مدظلہ العالی کی سرپرستی میں ”ادارہ اشاعت تصنیفاتِ رضا“ قائم ہو چکا ہے اور قوی امید ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تصانیف کی اشاعت کا سلسلہ بہت جلد شروع کیا جائے گا، لیکن یہ کام ایسا نہیں ہے کہ کوئی ایک ادارہ اسے پایہ تکمیل تک پہنچا سکے اس لیے پہلی فرصت میں بریلی شریف میں یہ اہتمام ہونا چاہیے کہ جو احباب مخطوطات حاصل کرنا چاہیں انہیں ان کے خرچ پر مخطوطات کی فوٹو سٹیٹ کا پیاں فراہم کر دی جائیں پھر انہیں جدید انداز میں مرتب کر کے اشاعت کا اہتمام کیا جائے اس سے ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی غیر مطبوعہ تصانیف ایک سے زائد جگہ محفوظ ہو جائیں گی۔ دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ اشاعت کا کام بہتر انداز میں تیزی سے آگے بڑھ سکے گا۔

ہم حضرت مولانا منان رضا خاں زید مجدہ، نبیرہ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کے ممنون ہیں کہ انہوں نے حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی قادری دام مجدہ، ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس (اہل سنت) پاکستان کی فرمائش پر پیش نظر رسالہ مبارکہ ”تجلیۃ السلم فی مسائل من نصف العلم“ کی فوٹو کاپی عنایت فرمائی۔ عزیز محترم مولانا ضیاء المصطفیٰ قصوری سلمہ ربہ معلم دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ ضلع سرگودھا گزشتہ دنوں بریلی شریف حاضر ہوئے اور حضور مفتی اعظم ہند دام ظلہ العالی کے دستِ حق پرست پر بیعت سے سرفراز ہوئے اور واپسی پر یہ فوٹو سٹیٹ لائے۔ اس طرح یہ رسالہ مبارکہ پہلی مرتبہ چھپ کر قدردان ہاتھوں تک پہنچ رہا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ حضرت

مولانا منان رضا خاں زید مجدہ آئندہ بھی اس سلسلہ عنایات کو جاری رکھیں گے۔
 ”تجلیۃ المسلم فی مسائل من نصف العلم“ یہ رسالہ مبارکہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا
 بریلوی قدس سرہ نے ۱۳۲۱ھ میں مرتب فرمایا جس میں علم میراث کے بعض اہم سوالات
 کے جواب جمع کر دیئے گئے ہیں۔ نقل کرنے والے کا نام معلوم نہیں ہو سکا اس کا سلسلہ
 وار نمبر ۲۱۳ ہے۔

یہ رسالہ پانچ فصلوں پر مشتمل ہے:

پہلی فصل: میں اس سوال کا جواب ہے کہ ایک شخص بیوہ بہن اور بھتیجا چھوڑ

کردنیا سے رخصت ہوا، زوجہ نے اپنے حصہ کے عوض مکان اور ساز و سامان لے لیا جس
 کے علاوہ اکیس ہزار روپے نقد تھے وہ کس طرح تقسیم ہوں گے؟

مولانا عبدالحی لکھنوی نے ایسے ہی ایک سوال کے جواب میں لکھا تھا کہ بہن

اور بھتیجے کو باقی مال سے نصف نصف ملے گا۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا: علم میراث کی اصطلاح میں یہ صورت تخرج

کہلاتی ہے، باقی مال سے بہن کو چودہ ہزار اور بھتیجے کو سات ہزار ملیں گے اور مولانا عبدالحی

لکھنوی کے جواب کو فاش غلطی قرار دیا۔

دوسری فصل: میں سوال یہ ہے کہ کتب میراث میں اخوات عینیہ (سگی

بہنوں) اور اخوات علاتیہ (باپ کی جانب سے بہنوں) کو بیٹیوں اور پوتیوں کے ساتھ

عصبہ مع الغیر قرار دیا گیا ہے۔ وَإِنْ سَفَلْنَ (اگر چہ ان سے نیچے ہوں) کی قید نہیں لگائی

گئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پوتے کی بیٹیاں، بہنوں کو عصبہ نہیں بنا سکتیں۔ شارح

بسیط نے تو اس کی تصریح کر دی ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا یہ صحیح نہیں ہے اور شارح بسیط کی تصریح درست

نہیں ہے۔

تیسری فصل: میں اس امر کی تحقیق ہے کہ مورث کی زندگی میں وارث کے حصہ کے بارے میں جو صلح کی جائے، کیا وہ درست ہے یا نہیں۔

چوتھی فصل میں اس کا جواب ہے کہ حقیقی والدہ کے علاوہ باپ کی دیگر بیویاں اور حقیقی دادی کے علاوہ دادا کی بیویاں وراثت میں سے حصہ پائیں گی یا نہیں؟ اگر نہیں، تو کتب میراث میں جو متعدد دادیوں کی تصریح ہے، اس کی کیا صورت ہوگی؟ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے اس کا تفصیلی جواب دیا ہے۔

پانچویں فصل: میں ایک صورت پیش کی گئی ہے اور بتایا ہے کہ بنگال میں اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے۔ سوال یہ ہے کہ پوتی اپنے بھائی کے ساتھ عصبہ بن جاتی ہے، تو کیا پوتی اپنے چچا زاد بھائی کے ساتھ بھی عصبہ بن جائے گی جیسا کہ بہ ظاہر در مختار اور شریفیہ سے معلوم ہوتا ہے۔

اسی فصل میں ایک اور سوال ہے کہ کیا طویل زمانہ گزر جانے سے حق وراثت ساقط ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس کا جواب بھی پوری تفصیل سے دیا ہے۔

پیش نظر رسالہ چونکہ مخلوطہ کا نوٹوٹیٹ تھا اور مسلسل لکھا ہوا تھا، اس لیے بڑی دیدہ ریزی سے اسے نقل کیا گیا، اسے مختلف ہیروں میں تقسیم کیا اور جو کتابیں دستیاب ہو سکیں، ان سے مقابلہ کر کے عربی عبارات کی تصحیح کی اور حواشی میں ان کا حوالہ دے دیا۔ امید ہے کہ اہل علم اس حقیر کوشش کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

علم میراث کے یگانہ روزگار ماہر مولانا سراج احمد خانپوری قدس سرہ نے ایک رسالہ کی تصنیف کے دوران آپ سے استثناء کیا تھا کہ ذوی الارحام کی صفِ رابع میں مفتی بہ قول کونسا ہے؟ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس کا محققانہ جواب دیا تھا۔ یہ فتویٰ پہلے پہل ”سوانح سراج الغمہاء“ میں چھپا تھا، اسے بھی راقم نے مرتب کیا تھا، اب مناسبت کی

بنا پر وہ فتویٰ بھی آ خر رسالہ میں شامل کر دیا گیا ہے، اس سے پیش نظر رسالہ کی افادیت میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔

مولانا محفوظ احمد قادری، ناظم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر کی خوش قسمتی ہے کہ وہ اس نادر رسالہ مبارک کی پہلی اشاعت کا اہتمام کر رہے ہیں۔ مولائے کریم انہیں دنیا و آخرت میں جزائے خیر عطا فرمائے اور معارفِ رضا کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی توفیق عطا فرمائے آمین!

محمد عبدالحکیم شرف قادری

۱۱ محرم الحرام ۱۳۹۹ھ

۱۱ دسمبر ۱۹۷۸ء



<http://t.me/Tehqiqat>

باب نمبر ۱۰

<http://t.me/Tehqiqat>

متفرقات

marfat.com

۱۰۔ متفرقات

نمبر شمار	عنوان	مصنف	مطبوعہ	سن
۱	نظارہ روئے جاناں کا	ڈاکٹر نجیب جمال	لاہور	۱۹۹۹ء
۲	صحابہ کی ثنا	قاضی عبدالدائم دایم	لاہور	۱۹۹۹ء
۳	بریڈ فورڈ کانفرنس	محمد عبدالکلیم شرف قادری	لاہور	۲۰۰۱ء
۴	تین مصری دانشور	محمد عبدالکلیم شرف قادری	لاہور	۲۰۰۱ء
۵	ڈاکٹر ضیاء الدین احمد	ڈاکٹر ساجد امجد	لاہور	۲۰۰۲ء
۶	الامن والعلی	امام احمد رضا خاں بریلوی	لاہور	۲۰۰۵ء
۷	صاحبزادہ کی پیدائش پر	امام احمد رضا خاں بریلوی		
۸	تہنیت	امام احمد رضا خاں بریلوی		
۸	مکتوب تعزیت بر رحلت	محمد عبدالکلیم شرف قادری		
۹	یادگار اعلیٰ حضرت	ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی		
۹	منقبت	ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی		

تقدیم:

نظارہ روئے جاناں کا

ترتیب: ڈاکٹر نجیب جمال، قاہرہ مصر

پیش نظر روح پرور اور دل نواز مقالہ ”نظارہ روئے جاناں کا“ محترم پروفیسر ڈاکٹر نجیب جمال مدظلہ استاذ اراثر، شعبہ اردو، کلیۃ اللغات والترجمۃ، جامعہ ازہر شریف قاہرہ، مصر کے قلم کا شاہکار ہے، ڈاکٹر صاحب اس سے پہلے اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور میں کلیۃ فنون کے ڈائریکٹر اور شعبہ اردو و قبالیات کے چیئر مین رہ چکے ہیں، وہ بڑے نستعلیق قسم کے فاضل ہیں، متانت اور وقار ان کے چہرے بشرے سے جھلکتا ہے، غیر ضروری گفتگو بالکل نہیں کرتے، شعر و ادب کا گہرا ذوق اور وسیع مطالعہ رکھتے ہیں، پاکستانی طلبہ کو ان کی شفقت اور حسن سلوک کا مداح پایا۔

اس مقالے میں انہوں نے بڑے دل گداز انداز میں فکر انگیز اور بصیرت افروز گفتگو کی ہے اور امام احمد رضا بریلوی ہی کے ایک مصرع کے ایک حصے کو اپنے مقالے کا عنوان بنایا ہے، حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے جس والہانہ عقیدت و محبت سے سرکارِ دو عالم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں ارمغانِ نیاز پیش کیا ہے۔ اس نے لاکھوں اہل محبت کے دلوں کو اللہ تعالیٰ اور حضور سید عالم ﷺ کی دیوانہ وار محبت کی روشنی سے منور کر دیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنے مقالے کا اختتام ان کلمات پر کیا ہے:

مولانا نے غزل کے حسن بیان، مثنوی کی روانی اور قصیدے کے شکوہ کو اپنی نعتوں میں اس طرح برتا ہے کہ لطفِ بیان کی ایک نئی جہت وجود

(۱) حازم محمد محفوظ، سید: احمد رضا خاں (الکتاب التذکاری) طبع قاہرہ، ص ۱۶۹

میں آگئی ہے، ان کی نعت میں اردو شاعری کے یہ تینوں مختلف اسالیب ہم آہنگ بھی ہیں اور الگ الگ قابل شناخت بھی، یوں ان کی نعت گوئی کے مؤثرات، ترغیبات اور تحریکات کو دیکھتے ہوئے امام احمد رضا خاں بریلوی کو اردو نعت گوئی کا امام بھی کہا جاسکتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے یہ مقالہ شیخ سید حازم محمد لکھنؤ، الاستاذ المساعد قسم اللغة الاردیة وادابها، جامعہ ازہر شریف، قاہرہ، مصر کی فرمائش پر قلم بند کیا جسے انہوں نے اپنی یادگاری کتاب ”مولانا احمد رضا خاں“ (ص ۱۶۹-۱۷۱) میں شامل کیا، یہ کتاب ستمبر ۱۹۹۹ء میں دارالاتحاد، قاہرہ، مصر سے شائع ہوئی، جو ۳۳۰ صفحات پر مشتمل ہے، اس کا ایک حصہ عربی اور دوسرا اردو کے دو مقالوں پر مشتمل ہے۔ بعد ازاں محترم ڈاکٹر نجیب جمال نے امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں سے اپنے ذوق کے مطابق چند نعتوں اور ان کے اشعار کا انتخاب کیا، جو اس مقالے کے آخر میں شامل اشاعت ہے، عزیز القدر ممتاز احمد سیدی سلمہ اللہ تعالیٰ نے جامعہ ازہر شریف، قاہرہ سے فرمائش کی کہ یہ مقالہ علیحدہ شائع کیا جائے، اللہ تعالیٰ رضا اکیڈمی، لاہور کے اراکین اور معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے، جنہوں نے اس مقالہ کی اشاعت کا اہتمام کیا۔

۶ ستمبر ۱۹۹۹ء کو راقم الحروف جناب سید وجاہت رسول قادری بدظلہ صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی کے ساتھ قاہرہ گیا تو ہمارے میزبان محترم اقبالیات اور رضویات کے محقق سید حازم محمد احمد لکھنؤ، عزیزم مولانا ممتاز احمد سیدی، قاری فیاض الحسن جمیل اور دیگر احباب تھے، ان حضرات کے توسط سے امام اکبر، شیخ الازہر محمد سید ططاوی بدظلہ العالی، ڈاکٹر رزق مری ابوالعباس علی، کلیۃ الدراسات الاسلامیۃ والعربیۃ، جامعہ ازہر شریف، قاہرہ، ڈاکٹر حسین مجیب مصری، جامعہ عین شمس، شیخ طریقت ڈاکٹر ضیاء

الدین کردی، استاذ فلسفہ و عقیدہ جامعہ ازہر شریف، ڈاکٹر نجیب جمال وغیرہم علماء و فضلاء سے ملاقات ہوئی اور مفید علمی گفتگو ہوئی۔

سید حازم صاحب کے تعاون سے مصر کے نامور فاضل اور علامہ اقبال کی متعدد کتابوں کے مترجم شیخ حسین مجیب مصری مدظلہ نے ”سلام رضا“ کا منظوم عربی ترجمہ کیا اور اس پر ۱۰۵ صفحات کا مبسوط مقدمہ لکھا، یہ ترجمہ ”المنظومة السلامية“ کے نام سے الدار الثقافية للنشر، قاہرہ کے مالک، جناب فتحی نصار نے بڑے اہتمام سے شائع کیا، اس کے علاوہ سید حازم محمد الحفوظ نے ایک یادگاری کتاب ”مولانا احمد رضا خاں“ مرتب کی اور قاہرہ میں ہمارے قیام کے دوران شائع کی، اللہ تعالیٰ انہیں شاد اور آباد رکھے۔ آمین

محمد عبدالحکیم شرف قادری

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

پاکستان

۳۰ شعبان ۱۴۲۰ھ

۹ دسمبر ۱۹۹۹ء

پیش لفظ:

کلامِ رضا اور صحابہ کی ثنا

قاضی عبدالدائم دائم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و علی آلہ و اصحابہ اجمعین
 امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ہندوستان کے وہ نابغہ روزگار تھے جنہیں
 اللہ تعالیٰ نے تقریباً پچاس علوم میں مہارت کاملہ عطا فرمائی تھی۔ اردو، عربی اور فارسی
 میں ایک ہزار کے قریب تصانیف ان کی وسعت علمی کی ناقابل تردید دلیل ہیں۔
 معقولات اور منقولات کے فرید عالم ہونے کے ساتھ ساتھ وہ تینوں زبانوں میں
 قادر الکلام شاعر بھی تھے۔

ڈاکٹر غلام محی الدین الوائی لکھتے ہیں:

”قدیم مقولہ ہے کہ علمی تحقیق اور شاعرانہ نازک خیالی بیک وقت کسی
 شخص میں نہیں پائی جاتی، لیکن مولانا احمد رضا خاں نے اس نظریے
 کو غلط ثابت کر دیا ہے۔ وہ محقق عالم ہونے کے ساتھ بلند فکر شاعر
 بھی تھے۔ (مجلد صوت الشرق، قاہرہ، شمارہ ۱۹۰، ذوالحجہ ۱۳۸۹ھ)

الحمد للہ! اس وقت جامعہ ازہر شریف، قاہرہ میں امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ
 تعالیٰ کا تعارف بھرپور انداز میں کروایا جا رہا ہے۔

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی کے صدر جناب سید وجاہت رسول
 قادری نے ۲۲ ستمبر ۱۹۹۹ء کو جامعہ ازہر شریف کے کلیۃ الدراسات الاسلامیۃ والعربیۃ
 میں اہل علم کے ایک اجتماع میں تین فضلاء کو تعارف رضویات کے سلسلے میں قابل قدر
 خدمات انجام دینے پر ”امام احمد رضا گولڈ میڈل“ پیش کیا۔

① — ڈاکٹر حسین مجیب مصری، استاذ کلیۃ الآداب، عین شمس یونیورسٹی، قاہرہ۔

② — ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس، استاذ کلیۃ الدراسات الاسلامیۃ والعربیۃ، جامعہ ازہر۔

③ — سید حازم محمد احمد المحفوظ، مدرس مساعد اللغة العربیۃ وآدابها، جامعہ الازہر۔

ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس مدظلہ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”ہم نے پاکستان کے بعض مفکرین (علامہ اقبال) کو ان کے

کلام کے ترجمہ سے پہچانا ہے، لیکن امام احمد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ

کو براہ راست ان کے عربی کلام (بساتین الغفران) کے ذریعے

پہچانا — اور ان کے اس مصرع کا تو جواب ہی نہیں:

”الصبر مفر عنا واللہ مرجعنا“

ڈاکٹر حسین مجیب مصری مدظلہ ساٹھ کتابوں کے مصنف ہیں، جنہیں حکومت

پاکستان نے علامہ اقبال کی سات کتابوں کا عربی نظم میں ترجمہ کرنے پر ایوارڈ دیا ہے۔

انہوں نے امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مشہور زمانہ سلام کا عربی نظم میں ترجمہ

کیا ہے اور اس پر ایک سو پانچ صفحات کا مبسوط مقدمہ لکھا ہے۔

ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں:

”محمد احمد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے ہمیں معلوم ہوتا

ہے کہ وہ عاشق صادق ہیں کیونکہ ان کے عشق کا تعلق نبی اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ ان کے کلام کے ہر لفظ سے محبت کی عطر بیز

خوشبو مہکتی ہے — وہ محبت جو کلمہ طیبہ پڑھنے والوں کے دلوں

کو معطر کرتی ہے اور ایمان و ایقان والوں کی روح کو سرشار کر دیتی

ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کی بدولت انہیں بلند مقام

اور فکر کی رفعت حاصل ہوئی۔ صرف یہی نہیں بلکہ دل ان کی طرف

کھنچے چلے جاتے ہیں اور آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔

(مقدمۃ المنظومۃ الاسلامیۃ، مطبوعہ قاہرہ، مصر ۱۹۹۹ء)

حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا اس ایمان اور
تبحر عالم تھے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت سے سرشار اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت
میں فنا تھے۔ وہ ایسی توحید کے قائل تھے جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت اور
غلامی کے ذریعے حاصل ہو۔ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عقیدت کی بنا پر
اہل بیت کرام اور صحابہ عظام کی محبت و تعظیم کو بھی لازم ایمان اور حرز جان قرار دیتے تھے۔

کلامِ رضا — اور — صحابہ کی ثنا

پیش نظر مقالہ مولانا علامہ قاضی عبدالدائم دائم مدظلہ سجاد و نشین خانقاہ نقشبندیہ
مجددیہ، ہری پور کی تحریر لطیف ہے۔ قاضی صاحب وسیع علم و فضل اور غیر معمولی صلاحیتوں
کے مالک ہیں۔ انہیں عربی، فارسی، اردو نظم و نثر میں یکساں دسترس حاصل ہے اور قلم
پر پورا کنٹرول ہے، ماہنامہ جام عرفان، ہری پور میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی
سیرت طیبہ قسط وار لکھتے رہے، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و الفت میں ڈوب
کر لکھی گئی ہے اور وہی رسالے کی جان ہوتی تھی۔ یہ سیرت مبارکہ ”سیدالوزی“
صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے دو جلدوں میں چھپ کر مقبول عام ہو چکی ہے۔^(۱) ”بلاوا“ کے نام
سے حریم شریفین کا سفر نامہ چھپ چکا ہے۔ ان کی تحریر میں ادبی چاشنی، عالمانہ وقار
اور عشق و محبت کی حلاوت ہے۔ جا بجا امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اشعار
موقع محل کی مناسبت سے تحریر کرتے ہیں اور خوب انتخاب کرتے ہیں۔

انہوں نے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے عربی دیوان ”بساتین المغفران“
پر جسے جامعہ ازہر، مصر کے استاذ سید حازم محمد احمد محفوظ نے ترتیب دیا ہے، شاندار
قطعہ تاریخ عربی میں لکھا ہے، جو ان کے ملکہ شعری کے ساتھ عربی زبان و ادب پر

(۱) ۱۹۹۸ء میں کتب سیرت کا اسلام آباد میں جو مقابلہ منعقد ہوا اس میں بجز اللہ ”سیدالوزی“ ۹۶ کتب سیرت میں
اولیٰ آئی اور صدارتی ایوارڈ کی مستحق قرار پائی۔

دسترس کی عمدہ مثال ہے۔ اس کے علاوہ ایک مقالہ فتاویٰ رضویہ جلد اول کے خطبہ پر بھی لکھا ہے جس میں امام احمد رضا بریلوی نے حمد و صلوة کے ضمن میں فقہ حنفی کی نوے کتابوں کے نام سمودئے ہیں۔ مختصر یہ کہ انہیں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے ساتھ خاص قلبی لگاؤ ہے۔ ان کے بعض تفرذات بھی ہیں جنہیں ان کی خصوصیات میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

پیش نظر مقالہ میں قاضی صاحب نے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے وہ اشعار منتخب کئے ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عظمت و جلالت اور مدح و ثنا پر مشتمل ہیں اور ان میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تذکرہ اس انداز میں ہے کہ اسے نعت کا حصہ بنا دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں وہ اشعار شامل نہیں کئے گئے جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مستقل مناقب میں لکھے گئے ہیں۔ قاضی صاحب نے ان اشعار کو اس حسین انداز میں پیش کیا ہے کہ ان کا پس منظر اور مطلب پوری طرح اجاگر ہو کر قاری کے سامنے آجاتا ہے۔ آخر میں بڑے خوبصورت انداز میں دعوت فکرودی ہے کہ جس امام اہل سنت نے بارگاہ صحابہ میں اتنے حسین گلدستے پیش کئے ہیں کیا اس پر شیعہ ہونے کا الزام کوئی راست گو اور راست فکر لگانے کی جرأت کر سکتا ہے؟

قاضی صاحب نے سلام رضا کے بعض اشعار کی رواں دواں تفسیریں بھی کی ہے اور وہ بھی مدینہ منورہ میں۔ یہ تفسیریں بھی اس اشاعت کے آخر میں شامل کی جا رہی ہے۔ اراکین رضا کیڈمی، لاہور قاضی صاحب کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اس عمدہ مقالے کی اشاعت کی ہمیں اجازت دی۔ مولائے کریم انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

۲۶ جمادی الآخرة ۱۴۲۰ھ

استاذ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

۱۸ اکتوبر ۱۹۹۹ء

انٹرنیشنل امام احمد رضا سنی کانفرنس

منعقدہ: 26 اگست 2001ء بروز اتوار — بریڈ فورڈ

باہتمام: مرکزی جمعیت تبلیغ الاسلام، بریڈ فورڈ

زیر سرپرستی: پیر سید معروف حسین عارف قادری نوشاہی

چودھویں صدی کے مجدد امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز وہ یونیورسل عالم و عارف ہیں جنہوں نے اپنی تقریباً ایک ہزار تصانیف میں مذہب حنفی اور مسلک اہل سنت و جماعت کی بھرپور مدلل انداز میں ترجمانی کی ہے۔ انہوں نے عقیدہ و عقیدت کو دلیل و برہان کی زبان عطا کی ہے، وہ مسلک اہل سنت کا عنوان بن گئے ہیں۔ آج جس مخالف حق کو اہل سنت پر تنقید کرنا ہوتی ہے وہ امام احمد رضا کو بدفہم تنقید بنا لیتا ہے۔ یو۔ کے میں حقائق سے بے خبر بعض لوگوں نے مخالفین کے بے جا اور غیر منصفانہ پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلاف لب کشائی کا وطیرہ اختیار کر لیا ہے۔ کچھ لوگوں نے آڈیو کیسٹیں تیار کر کے پھیلا دی ہیں اور امام احمد رضا بریلوی کے خلاف شکوک و شبہات کا گرد و غبار اڑانے کی سعی نامساعد کی ہے۔

پیر سید معروف حسین شاہ عارف نوشاہی جیسی حساس شخصیت نے اس غلط پروپیگنڈے کا ازالہ کرنے کے بارے میں مرکزی جمعیت تبلیغ الاسلام کے اراکین سے مشورے کے بعد فیصلہ کیا کہ بریڈ فورڈ میں ”انٹرنیشنل امام احمد رضا سنی کانفرنس“ منعقد کی جائے اور اس میں خطاب کرنے کے لئے یو۔ کے اور دیگر ممالک کے علماء اور سکالروں کو دعوت دی جائے۔ اخبارات اور اشتہارات کے ذریعے اس کانفرنس کی تشہیر کی گئی، 26 اگست 2001ء بروز اتوار مرکزی جامع مسجد تبلیغ الاسلام واسلامک مشنری کالج، بریڈ فورڈ میں یہ کانفرنس پوری شان و شوکت سے منعقد ہوئی، جس میں

یو۔ کے علماء کا جم غفیر شریک ہوا۔ پاکستان کے آٹھ علماء کا ایک وفد شریک ہوا جو خصوصی طور پر اسی کانفرنس کے لئے پاکستان سے آیا تھا۔ شریک علماء کی فہرست الگ سے اس اشاعت میں شامل کی جا رہی ہے۔ اس کانفرنس کی چار نشستیں تھیں:

① پہلی نشست 12 بجے سے ڈیڑھ بجے نماز ظہر تک،

② دوسری نشست نماز ظہر کے بعد 2:30 بجے سے 5:50 تک،

③ تیسری نشست نماز عصر کے بعد 6:15 سے نماز مغرب 8:15 تک اور

④ چوتھی نشست نماز مغرب کے بعد رات گئے تک جاری رہی

چار اجلاس مسلسل تقریباً بارہ گھنٹے تک جاری رہے، لیکن علماء اور عوام کا شوق و ذوق دیدنی تھا، کیا مجال ہے کہ ان کی دل چسپی میں خلل آیا ہو۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ سب لوگ ایک عرصہ سے اس عاشق خدا اور رسول (ﷺ) کا تذکرہ سننے کے لئے بے تاب تھے اور ان کی تشنگی تھی جو سمجھنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

یہ تجویز بھی پیش کی گئی کہ آئندہ ”انٹرنیشنل امام احمد رضا کانفرنس“ ہر سال منعقد کی جائے اور صرف برڈ فورڈ میں نہیں بلکہ لندن سے لے کر ویلز اور گلاسکو تک مختلف شہروں میں کانفرنسیں رکھی جائیں تاکہ ایک کانفرنس میں شرکت کرنے والے مندوبین تمام کانفرنسوں میں شرکت کریں، اس طرح پیغام رضا یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم ﷺ کی محبت و اطاعت کا پیغام گھر گھر پہنچے اور دعوت اسلام ایک فرد تک پہنچانے کا اہتمام کیا جائے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

یاد رہے کہ راقم الحروف نے اس کانفرنس کے لئے دو مقالے لکھے تھے جن میں سے ایک اس کانفرنس میں پڑھا گیا۔ پیش نظر اشاعت میں دونوں شامل کئے جا رہے ہیں۔

پاکستان سے درج ذیل علماء اور سکالرز پیر سید معروف حسین قادری نوشاہی

کی دعوت پر بریڈ فورڈ آئے اور ”انٹرنیشنل امام احمد رضا سی کانفرنس“ میں شریک ہوئے۔

① بین الاقوامی قاری سید صداقت علی، لاہور

② حضرت علامہ مولانا سید قاری عرفان شاہ مشہدی مدظلہ العالی بھکھی شریف، گجرات

③ حاجی محمد حنیف طیب، رکن سپریم کونسل جماعت اہل سنت پاکستان، کراچی

④ مولانا علامہ ڈاکٹر محمد سر قرازی نعیمی، سربراہ جامعہ نعیمیہ، لاہور

⑤ پروفیسر محمد صدیق اکبر ریٹائرڈ پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج، باغبانپورہ، لاہور

⑥ محمد عبدالحکیم شرف قادری برکاتی شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور و ناظم

شعبہ تعلیم و تربیت جماعت اہل سنت، پاکستان

⑦ نذیر احمد غازی سابق اسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل پنجاب۔ لاہور

⑧ مولانا محمد تسین قادری۔ لاہور

پیر صاحب موصوف نے ہمیں اس عظیم الشان کانفرنس میں شرکت کے لئے

بلایا اور ایک عرصہ تک مہمان نوازی سے شاد کام کیا، جس کے لئے ہم تہ دل سے ان

کے شکر گزار ہیں، اور دعا گو ہیں کہ مولائے کریم ان کا سایہ تادیر مسلمانوں کے سروں

پر سلامت رکھے۔ آمین!

محمد عبدالحکیم شرف قادری

یکم دسمبر 2001ء

حال مقیم

ساؤتھ فیلڈ سکول نمبر 1

بریڈ فورڈ۔ یو۔ کے

حرف آغاز:**تین مصری دانشوروں کے اعزاز میں تقریب**

محمد عبدالحکیم شرف قادری

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، اور صلاۃ و سلام ہو کائنات کی سب سے بہترین ہستی ﷺ پر۔

حمد و صلاۃ کے بعد مجھے (محمد عبدالحکیم شرف قادری کو) سید و جاہت رسول قادری مدظلہ العالی کی رفاقت میں عالم اسلام کی قدیم ترین اور عظیم اسلامی یونیورسٹی جامعہ ازہر شریف میں حاضری کا شرف حاصل ہوا، اللہ تعالیٰ اس عظیم یونیورسٹی کو صبح قیامت تک سلامت رکھے، اور اسے اسلام کا مضبوط قلعہ بنائے، ہم اس یونیورسٹی کے بارے میں ایسی ایسی اچھی خبریں سنتے تھے کہ ہمارے دل خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے، ہم نے الازہر شریف کی اسلامی رواداری، اسلام پسندی کے بارے میں بہت کچھ سنا تھا اور اس انتہا پسندی سے نفرت کے بارے میں بھی سنا تھا جس نے امت مسلمہ کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا اور کلمہ طیبہ پڑھنے والوں کو ایک دوسرے کا دشمن بنا دیا، ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست بدعا ہیں کہ وہ کریم مسلمانوں کو اتحاد نصیب فرمائے، جامع مسجد الازہر اور یونیورسٹی میں خیر و برکت عطا فرمائے۔

ہم مصر میں قیام کے دوران شیخ الازہر پروفیسر محمد سید طنطاوی سے ملاقات کے خواہش مند تھے، اسی طرح ہمیں الازہر شریف اور اس کے علماء کی زیارت کا اشتیاق بھی تھا، اس کے علاوہ ان تین مصری اساتذہ کی عزت افزائی بھی ہمارے پروگرام میں شامل تھی جنہوں نے برصغیر کے بہت بڑے صوفی عالم اور شاعر امام احمد رضا خاں قادری کے بارے میں علمی کام کئے تھے، وہ اسلامی اور عربی علوم کے جامع ہونے کے ساتھ ساتھ بے مثال ادبی صلاحیتوں کے بھی مالک تھے، اس لئے آپ شاعر، فقیہ، محدث، دینی مصلح، اور بہت سی علمی کتب کے مؤلف کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔

ہم ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ بمطابق ۶ ستمبر ۱۹۹۹ء کو دل میں الازہر شریف کی زیارت کا شوق لئے مصر پہنچے، اس کے علاوہ ہم اُن اہل بیت عظام اور اولیائے کرام کے مزارات کی زیارت کے بھی مشتاق تھے جن کے دم قدم سے سر زمین مصر نور کی برسات سے نہال ہوئی۔

ہمارے قاہرہ پہنچنے کی خبر قاہرہ کے ایک میگزین ”اللواء العربی“ (شمارہ نمبر ۱۴۵ بروز بدھ بتاریخ ۱۹۹۹-۹-۸) میں اس طرح شائع ہوئی: اس ہفتے سید و جاہت رسول قادری، صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی اور مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور قاہرہ پہنچے، یہ پاکستانی وفد پروفیسر ڈاکٹر محمد سید طنطاوی، شیخ الازہر اور ڈاکٹر نصر فرید واصل، مفتی مصر سے ملاقات کرے گا۔

۵ جمادی الآخرہ ۱۴۲۰ھ بمطابق ۱۳ ستمبر ۱۹۹۹ء کو ہمیں الامام الاکبر جناب شیخ الازہر سے ملاقات کی سعادت نصیب ہوئی، ہم نے انہیں پیکر اخلاق عالم پایا، ان کی طبیعت میں علماء کی روایتی سادگی ہے، ہماری ان سے ملاقات تقریباً نصف گھنٹہ جاری رہی، ملاقات کے آغاز میں ہم نے انہیں الازہر شریف کے بارے میں پاکستانی عوام کے نیک جذبات پہنچائے اور انہیں بتایا کہ اہل پاکستان دوبارہ ان کی زیارت کے مشتاق ہیں، کیونکہ وہ اس عظیم یونیورسٹی اور اس کے عظیم شیخ کو بڑی محبت اور عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس عظیم دانشگاہ کو اپنی حفاظت میں رکھے، الازہر شریف کا پوری امت اسلامیہ پر بڑا احسان ہے، اس احسان کا جب بھی ذکر ہوگا الازہر کا شکر یہ ادا کیا جائے گا، کیونکہ یہاں عالم اسلام کے نوجوان تعلیم و تربیت حاصل کرتے ہیں اور ان کے دلوں میں علم اور میانہ روی کی محبت پیدا کی جاتی ہے۔

ہم نے جناب شیخ الازہر صاحب کو امام احمد رضا خاں بریلوی کی بعض عربی تالیفات پیش کیں، اور بعض کتابیں امام اہل سنت کی زندگی کے بارے میں بھی پیش کیں، اسی طرح ہم نے ان سے الازہر یونیورسٹی کی فیکلٹی آف اسلامک اینڈ عربک

اسٹڈیز قاہرہ میں تین مصری اساتذہ کے اعزاز میں پروگرام منعقد کرنے کی اجازت چاہی تو شیخ الازہر صاحب نے بخوشی اجازت مرحمت فرمائی اور بشرط فرصت شرکت کا بھی وعدہ فرمایا، اسی طرح ہم نے ان سے درخواست کی کہ ہمیں جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور اور جامعہ امجدیہ کراچی کے لئے ازہری اساتذہ دئے جائیں تو انہوں نے ابی وقت ان دونوں درخواستوں پر بھی دستخط مثبت فرمائے، اور ملاقات کے آخر میں ہمیں ڈھیر ساری کتابیں عنایت فرمائیں، ان میں ڈاکٹر صاحب کی اپنی تفسیر بھی شامل تھی، اس طرح ہم شیخ الازہر صاحب کے عظیم الشان دفتر سے واپس آئے اور ہمارے دلوں میں الازہر شریف، اس کے شیخ اور اس کے علماء کی محبت میں اضافہ ہو چکا تھا۔

ہماری ملاقات کی خبر ماہنامہ الازہر (رجب ۱۴۲۰ھ / اکتوبر ۱۹۹۹ء) میں اس طرح طبع ہوئی: جناب شیخ الازہر نے اپنے دفتر میں سید و جاہت رسول قادری، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی اور مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور اور ان کے ہمراہ آنے والے وفد سے بروز بدھ ۱۵ جمادی الآخرہ ۱۴۲۰ھ بمطابق ۱۵/۹/۱۹۹۹ء ملاقات کی، ڈاکٹر صاحب نے معزز مہمانوں کو الازہر شریف میں خوش آمدید کہا اور معزز مہمانوں نے بھی ڈاکٹر صاحب کا خصوصی طور پر شکریہ ادا کیا، اور الازہر شریف کی زیارت کے حوالے سے انتہائی خوشی کا اظہار کیا، کیونکہ ان کے اور پاکستانی عوام کے دلوں میں الازہر شریف کی بڑی قدر و منزلت ہے، اور یہی وہ شیریں چشمہ ہے جہاں سے وہ اپنی علمی پیاس بجھاتے ہیں، چونکہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور کو الازہر کے معہد القراءات (تجوید اور قراءت کی تعلیم کے لئے قائم کردہ ادارہ) کی طرز پر ایک ادارے کی ضرورت ہے، اور اسی طرح انہیں قرآنی علوم کے ماہرین کی ضرورت ہے، اس لئے ہمیں اساتذہ دئے جائیں نیز انہوں نے شیخ الازہر کو لاہور میں منعقد ہونے والی امام احمد رضا کانفرنس میں شرکت کی دعوت بھی دی۔

ہم نے مصر کے مفتی ڈاکٹر نصر فرید واصل صاحب سے ملاقات کی بھی کوشش کی لیکن ان سے ملاقات نہ ہو سکی، ہمیں بڑی مسرت ہوئی اگر ان کے ساتھ چند گھنٹیاں بھی بیٹھتے۔

ہم نے جامعہ الازہر شریف کی فیکلٹی آف لینگویجز اینڈ ٹرانسلیشن میں قائم شعبہ اردو کا بھی دورہ کیا جہاں ڈاکٹر حازم محمد اردو پڑھاتے ہیں، انہوں نے بی امام احمد رضا خاں کا عربی دیوان ”بساتین الغفران“ مرتب کیا اور سلام رضا کا اردو سے عربی نثر میں ترجمہ کیا، پھر پروفیسر ڈاکٹر حسین مجیب مصری نے اس نثری ترجمے کو عربی شعروں میں ڈھالا، اسی طرح ڈاکٹر حازم صاحب نے امام احمد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایک کتاب شائع کی: ”مولانا احمد رضا خاں کی رحلت پر اتنی (۸۰) ہجری سال گزرنے کے حوالے سے یادگاری کتاب ”الکتاب التذکاری مولانا احمد رضا بمناسبة مرور ثمانين عاما هجريا على رحيله“

اسی طرح ہم نے جامعہ ازہر کے فیکلٹی آف ہیومنیز (برائے طالبات) میں قائم شعبہ اردو کا بھی مختصر سا دورہ کیا۔

اسی طرح عین ٹمس یونیورسٹی کی فیکلٹی آف لٹریچر (کلیۃ الآداب) میں قائم شعبہ فارسی میں فارسی کے مصری اساتذہ سے بھی ملے، ہم عرب دنیا کی سب سے بڑی لائبریری ”دارالکتب المصریہ“ میں بھی گئے اور اس کے کئی ہال دیکھے۔

ہمیں قاہرہ اور اسکندریہ میں اہل بیت کرام اور اولیاء عظام کے مزارات پر حاضری کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔

ہم جہاں بھی گئے گرجوشی سے ہمارا استقبال کیا گیا، بطور مثال ہم پروفیسر ڈاکٹر حسین مجیب مصری کا وہ استقبال ذکر کرنا چاہیں گے جو ڈاکٹر حازم محمد صاحب کی کتاب ”الکتاب التذکاری مولانا احمد رضا بمناسبة مرور ثمانين عاما هجريا على رحيله“ میں شائع ہوا، استقبال کا مضمون درج ذیل ہے:

ماہ جمادی الاولیٰ کے آخر میں پاکستان سے دو جلیل القدر عالم مصر تشریف لا رہے ہیں، سید و جاہت رسول قادری، صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی اور مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور۔ وہ شیخ الازہر، مصری علماء اور ادیبوں سے ملاقات کریں گے۔

بلاشبہ ان دو عالموں کی مصر میں آمد بڑی معنی خیز ہے، دونوں پاکستان کے عظیم عالم دین ہیں اور ان کا مصری علماء دین اور ادیبوں سے ملنا پاکستان اور مصری علماء کے گہرے تعلق کا آئینہ دار ہے۔

ان دونوں مہمانوں کی آمد پاکستان اور مصر کے درمیان دین اور علم کے ناٹے محبت اور اخوت پر دلالت کرتی ہے، یہ دونوں مہمان مصر میں بعض علمائے دین اور ادیبوں سے بھی ملیں گے، ہمارے سچے دین نے دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک کے مسلمانوں کے دلوں اور عقلوں کو ایک پیغام پر جمع کر دیا ہے، یہ دونوں اس حقیقت کی طرف رہنمائی کریں گے جو دین اور علم کے لئے یکساں سود مند ہوگی۔

ہم ان دونوں کی دینداری اور علم کے باعث ان پر نازاں ہیں، اور انہیں مصر میں خوش آمدید کہتے ہیں، ان کا مصر میں آنا اتحاد بین المسلمین کی واضح دلیل ہے، کیونکہ ایمان ہی انہیں ایک ملک (مصر) میں اور ایک پیغام (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) پر ملا رہا ہے۔

بلاشبہ یہ اسلامی وحدت کی حقیقت ہے اور اسلامی دین اس وحدت کا موجد ہے، اور یہ وحدت کا واضح اور مضبوط مظہر ہے۔

ہم انہیں خوش آمدید کہتے ہیں اور ہم ان کے میزبان ہیں، اور ان کی آمد کے سے دل سے قدر دان ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست بدعا ہیں کہ ان دونوں جیسے علماء کی تعداد کثیر فرمائے، یہ دونوں اسلامی عزت کے علمبردار ہیں، ہم اسلام پر فخر کرتے ہیں اور ان سے محبت اسلام کے باعث ہے، اور اللہ تعالیٰ سے بھی دعا کرتے

ہیں کہ ان دونوں کی مصر میں آمد ہمارے اور مصر کے لئے بھلائی کا راستہ کھلنے کا باعث ہو، اور یہ راستہ ان دونوں کے علاوہ اور پاکستانی علماء کے لئے بھی ہمیشہ کھلا ہے۔

ہم ان دونوں کو خوش آمدید کہتے ہیں، دونوں ایمان میں ہمارے بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ ایک لمبے فراق کے بعد ان کی فرقت کو دور فرمائے، اور اللہ تعالیٰ کرے کہ مصر میں ان کے بھائی ان کی پر خلوص ملاقات سے شاد کام ہوں۔

ڈاکٹر حسین مجیب مصری صاحب کے استقبالیہ کلمات کے بعد اب ہم الازہر یونیورسٹی کی فیکلٹی آف لینگویجز اینڈ ٹرانسلیٹیشن میں قائم شعبہ اردو میں اردو زبان و ادب کے مصری استاذ ڈاکٹر حازم محمد کے استقبالیہ کلمات کا ذکر کرتے ہیں، انہوں نے لکھا: پاکستان سے معروف علماء دین کا مصر میں آنا مصر اور پاکستان کے درمیان اسلامی ہم آہنگی کا مظہر ہے، ان کی آمد ازہر شریف کی زیارت اور شیخ الازہر پروفیسر ڈاکٹر محمد سید طنطاوی سے ملاقات کی خواہش، ان لوگوں کی مصر سے محبت پر دلالت کرتی ہے، ہمیں معلوم ہوا کہ ۷ ستمبر ۱۹۹۹ء میں پاکستان سے دو ممتاز اسلامی شخصیات قاہرہ پہنچ رہی ہیں جن میں جناب سید و جاہت رسول قادری (صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی) اور علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری (شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور) شامل ہیں، یہ دونوں حضرات کچھ دن مصر میں قیام کریں گے، اس دوران شیخ الازہر، مفتی الجمہوریہ (مفتی مصر) نقیب السادة الأشراف (مصر میں سادات تنظیم کے سربراہ) شیخ المشائخ (مصر میں سلاسل طریقت کی تنظیم کے سربراہ) اور دیگر دینی و ادبی شخصیات سے ملاقات کریں گے۔

علاوہ ازیں ازہر یونیورسٹی اور عین شمس یونیورسٹی کے اساتذہ اور اردو زبان و ادب کے طلبہ سے ملاقات کریں گے، جبکہ قاہرہ اور دوسرے شہروں میں واقع سیاحتی مقامات اور دینی آثار کا مشاہدہ بھی کریں گے، ہم انہیں الازہر کے وطن مصر میں خوش آمدید کہتے ہیں:

سید و جاہت رسول قادری، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی کے دوسرے صدر ہیں وہ انتہائی بااخلاق اور متین شخصیت کے مالک ہیں، ان کی خصوصی دلچسپی کی وجہ سے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے کام میں عالمی سطح پر نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب کئی کتابوں کے مصنف ہیں، انہوں نے کئی کتابوں کا عربی سے اردو اور فارسی سے اردو میں ترجمہ بھی کیا ہے، وہ پاکستان میں اہل سنت و جماعت کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں حدیث کے استاذ ہیں، عربی اور فارسی میں تقریر و تحریر کا تجربہ رکھتے ہیں، ہم انہیں الازہر کے وطن مہر میں خوش آمدید کہتے ہیں۔

اور اس طرح ہم اس سفر سے لطف اندوز ہوئے، یہ سفر علمی اور روحانی اعتبار سے انتہائی مفید اور خوش کن تھا، یہ ایام بھلائے نہیں جاسکتے، ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتے ہیں کہ وہ الازہر یونیورسٹی کو ہمیشہ علماء اور طلبہ کے ساتھ آباد رکھے، نیز اسلام اور مسلمانوں کے لئے اس کی حفاظت فرمائے، اور اللہ تعالیٰ ہمیں دوبارہ الازہر شریف میں حاضر ہونے سے محروم نہ رکھے۔ (۱)

محمد عبدالحکیم شرف قادری

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور (پاکستان)

(۱) اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم سے راقم الحروف مورخ ۱۱ فروری ۲۰۰۳ء کو دوبارہ الازہر کے ملک مصر میں پہنچا جہاں اگلے دن فیکلٹی آف اسلام اینڈ عربک اسٹڈیز قاہرہ میں عزیزم ممتاز احمد سیدی کے پنی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالے کا مناقشہ ہوا تھا اور اگلے دن راقم الحروف مناقشے کی اس تقریب میں حاضر تھا اور میرے لئے یہ امر مسرت اور شادمانی کا باعث تھا، اس سفر اور مناقشے کی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ الگ ایک مضمون کی شکل میں تحریر کی جائے گی الحمد للہ چار افراد پر مشتمل مناقش کمیٹی نے تقریباً تین گھنٹے تک مقالے کا مناقشہ کر کے مقالہ نگار کو مرتبہ ”الشرف الاولی“ کے ساتھ عربی ادب میں پنی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری جاری کرنے کا اعلان کیا، وہ لمحات میرے لئے حضرت علامہ محمد فضل حق خیر آبادی کے ایک خوشہ چیں اور محبت کی حیثیت سے بڑے ہی تاریخی تھے، علاوہ ازیں ایک باپ کی حیثیت سے میری جبین نیاز اللہ رب العزت کی بارگاہ میں سجدہ شکر بجاا رہی تھی۔ الحمد للہ والشکر لہ۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

تقدیم:

ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد

مرتب: ڈاکٹر ساجد امجد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فاضل علامہ ممتاز احمد سدیدی از ہری سلمہ اللہ تعالیٰ و اعلیٰ درجاتہ عالم اسلام کی قدیم ترین اور محترم یونیورسٹی جامعہ ازہر شریف قاہرہ میں ”الشیخ احمد رضا خاں شاعر عربیہ“ کے عنوان پر مقالہ لکھ کر (۱۳۲۰ھ/۱۹۹۹ء) میں ایم فل کی ڈگری حاصل کر چکے ہیں، الحمد للہ تعالیٰ۔ یہ مقالہ سات سو بیس صفحات پر مشتمل ہے اور چھپ گیا ہے، بطور تحدیث نعمت عرض ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں عربی میں اتنی ضخیم کتاب شائع کرنے کی سعادت پوری دنیا میں صرف ادارہ ”مؤسسۃ الشرف، لاہور“ کو حاصل ہوئی ہے۔ فالحمد للہ تعالیٰ علیٰ ذلک، اس اشاعت کا اہتمام حافظ ثار احمد قادری نے کیا

مقام صد شکر ہے کہ اب فاضل علامہ سدیدی جامعہ ازہر شریف ہی سے پی ایچ ڈی کا مقالہ بعنوان ”علامہ فضل حق خیر آبادی..... دنیاہ و شعرہ العربیہ“ لکھ رہے ہیں اور یہ مقالہ تکمیل کے قریب ہے۔ قارئین کرام دعا فرمائیں کہ مولائے کریم انہیں جلد از جلد کامیابی حاصل کر کے واپس آکر دین و مسلك اور ملک و ملت کی خدمات جلیلہ کی توفیق عطا فرمائے۔

سب سے بڑا ریاضی دان — ایک مولوی کے آستانے پر
کچھ عرصہ پہلے انہوں نے مجھے ماہنامہ سرگزشت کراچی کا شمارہ اپریل

۲۰۰۰ء دکھایا جس میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر اور ہندوستان کے مشہور ماہر ریاضی ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے حالات اور ان کی خدمات پر تفصیلی مقالہ شامل تھا۔ یہ مقالہ ڈاکٹر ساجد امجد کی تحقیق اور محنت کا ثمر ہے۔

علامہ سدید نے بتایا کہ اس مقالہ کے پڑھنے سے مسرت آمیز حیرت ہوئی کہ دنیائے ریاضی کا شہرہ آفاق فاضل اور ہندوؤں کے دعوائے حساب دانی کو حرف غلط ثابت کرنے والا ماہر حساب ایک مسلمان تھا جس کی پوری زندگی محنت اور لگن سے عبارت تھی، چیلنجوں کا قبول کرنا اس کی سرشت میں داخل تھا اس پر مستزاد یہ کہ نصرت خداوندی اس کے شامل حال تھی اور وہ ہر قدم پر کامیابیوں کے جھنڈے گاڑتا ہوا سب مخالفین کو پیچھے چھوڑ گیا۔

اس مقالے کی تعارفی سطور میں ڈاکٹر صاحب کا تذکرہ ان الفاظ سے کیا گیا

ہے:

”اس میں کوئی شک نہیں کہ کچھ لوگ اپنی ذات میں اس قدر غیر معمولی اور منفرد ہوتے ہیں کہ ان کی کوئی دوسری مثال پھر صدیوں تک نظر نہیں آتی، زیر نظر سرگزشت ایک ایسے ہی نابغہ روزگار کی ہے۔“

انہوں نے کلکتہ یونیورسٹی اور الہ آباد یونیورسٹی سے ریاضی میں ایم اے درجہ اول میں پاس کیا، کیمبرج یونیورسٹی میں داخل ہو کر پہلی پوزیشن حاصل کی، سر آئزک نیوٹن اسکالرشپ حاصل کی۔ جرمنی میں گوبنجن یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کیا، ریاضی کی مزید تعلیم اٹلی سے حاصل کی، واپسی پر مختلف عہدوں سے ہوتے ہوئے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر بنے۔

ایک دفعہ انہیں ریاضی کے ایک مسئلے میں الجھن پیش آگئی، کئی ہفتے کی پوری کوشش اور سوچ بچار کے بعد بھی وہ الجھن حل نہ ہو سکی تو ڈاکٹر صاحب نے جرمنی

جانے کا پروگرام بنایا، تاکہ وہاں کے بڑے بڑے ماہرین ریاضی سے استفادہ کیا جائے۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبہ اسلامک اسٹڈیز کے چیئر مین علامہ سید سلیمان اشرف بہاری نے انہیں مشورہ دیا کہ آپ بریلی کے بڑے مولوی صاحب سے ملاقات کر لیں ممکن ہے آپ کا مسئلہ حل ہو جائے، ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ میں دنیا بھر کی یونیورسٹیوں میں ریاضی کی تعلیم حاصل کر چکا ہوں، کئی ہفتے کی دماغ سوزی کے باوجود میں وہ مسئلہ حل نہیں کر سکا، آپ مجھے ایسے مولوی صاحب کے پاس جانے کا مشورہ دے رہے ہیں جنہوں نے کالج اور یونیورسٹی کی شکل بھی نہیں دیکھی وہ یہ مسئلہ کیسے حل کر سکیں گے؟

اس کے باوجود علامہ بہاری نے اصرار کیا اور کہا کہ ایک دفعہ آپ بریلی تشریف لے جائیں، مسئلہ حل ہو گیا تو سبحان اللہ نہیں تو جرمی کا راستہ کھلا ہے، آپ بعد میں بھی جاسکتے ہیں۔

ڈاکٹر سر ضیاء الدین بادل ناخواستہ بریلی حاضر ہوئے، عصر اور مغرب کے درمیان ملاقات کا وقت مقرر تھا، بریلی کے بڑے مولوی صاحب نے پوچھا کیسے تشریف لائے؟ ڈاکٹر صاحب نے اپنا مسئلہ پیش کیا، انہوں نے تھوڑی دیر غور کرنے کے بعد فرمایا:

”بیجے صاحب اللہ نے آپ کا مسئلہ حل کر دیا۔“

آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ ڈاکٹر صاحب پر حیرتوں کے کتنے پہاڑ ٹوٹ

پڑے ہوں گے؟ وہ بے ساختہ پکار اٹھے:

”اس سے پہلے ہم علم لدنی کے بارے میں سنا کرتے تھے، لیکن

آج اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔“

یہ شخصیت صحیح معنوں میں نوبل پرائز کی مستحق ہے۔

شاہ محمد عارف اللہ میرٹھی رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے داڑھی رکھ لی تھی اور نماز بھی پڑھنے لگے تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ داڑھی بریلی کے بڑے مولوی صاحب کی دین ہے۔ علامہ سدید صاحب کا کہنا یہ تھا کہ یہ واقعہ اگرچہ پہلے بھی پڑھا ہوا تھا لیکن یہ مقالہ پڑھنے کے بعد حیرت کئی گنا بڑھ جاتی ہے اور احساس ہوتا ہے کہ اس مولوی کا علمی قد کتنا بلند تھا کہ وقت کا عظیم ریاضی دان اس کے گھنٹوں تک پہنچتا تھا۔

وہ مولوی علم و فضل کا کوہ ہمالہ تھا، حدیث و تفسیر، فقہ و کلام، تصوف، شعر و شاعری، علم جفر اور نجوم جس علم کا ماہر بھی ان کے آتانے پر حاضر ہوا اس نے اعتراف کیا کہ ان کا مقام کہیں بلند و بالا ہے۔

لاری اڈہ بادامی باغ، لاہور کے پاس ایک نجومی محمد صدیق ہوتے تھے (اس وقت معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں؟) ایک دفعہ جامعہ نظامیہ رضویہ، راقم کے پاس آئے اور بریلی کے بڑے مولوی صاحب کے علم جفر کے چند رسائل طلب کئے، میں نے ان سے تعارف چاہا تو کہنے لگے میرے استاذ علم نجوم کے بہت بڑے ماہر تھے، ایک روڈ پر بیٹھتے تھے، ایک دفعہ شمالی ہند کے دورے پر گئے تو سوچا بریلی کے بڑے مولوی صاحب سے بھی ملاقات کر لیں۔ عصر کے بعد حاضر ہوئے۔ بڑے مولوی صاحب نے حاضرین میں سے ایک ایک شخص سے پوچھا کہ آپ کیسے تشریف لائے؟ جب میرے استاد سے پوچھا تو انہوں نے کہا میں کون ہوں؟ بڑے مولوی صاحب نے انہیں گھور کر دیکھا اور فرمایا اچھا اور ایک کاغذ ان کی طرف بڑھا دیا اور کہا اس پر لکھو کہ میں کون ہوں؟ پھر کہا اب ان حروف کو الگ الگ لکھو جیسے کہ علم جفر کا قاعدہ ہے، پھر انہیں ہی کہا ان میں اس طرح ترتیب بدلو، یہ کرو، وہ کرو، چند دفعہ کے الٹ پھیر کے بعد کہا کہ ان حروف کو اکٹھا کر کے کلمات بناؤ، جب انہیں مرتب کیا تو یہ جملہ سامنے آیا:

تم نجومی ہو۔

میرے استاذ پر اتنی ہیبت طاری ہوئی کہ فوراً ایک دوئی جیب سے نکال کر نذر کی اور اسی وقت اٹھ کر چلے آئے۔ بدحواسی میں وہ پرچی بھی وہیں چھوڑ آئے، جس پر سوال کا جواب حل کیا تھا۔

آپ جانتے ہیں کہ یہ بڑے مولوی صاحب کون تھے؟ تعجب ہے کہ آپ نہیں جانتے، ان کو تو ایک دنیا امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام سے جانتی ہے۔

سدیدی صاحب کے مشورے پر رضا اکیڈمی، لاہور کی مجلس عاملہ نے فیصلہ کیا کہ یہ مقالہ شائع کر کے تقسیم کرنا چاہیے۔ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور کے ساتویں کلاس کے طلبہ نے بھی اس میں مالی تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اراکین رضا اکیڈمی، لاہور مقالہ نگار ڈاکٹر ساجد امجد اور ادارہ ماہنامہ سرگزشت کراچی کے شکر یہ کے ساتھ یہ مقالہ شائع کر کے مفت تقسیم کر رہے ہیں۔
مولوی کی ضرورت؟.....

مولوی چونکہ اسلام کا ترجمان ہے اس لئے لادینی اور طاغوتی قوتوں کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا رہا ہے اور آج بھی کھٹک رہا ہے، انگریز نے اپنے دور حکومت میں مولوی کی اہمیت کو کم کرنے بلکہ ختم کرنے کی شعوری کوششیں کیں مثلاً اس دور میں درس نظامی کے فاضل کی تنخواہ سترہ روپے اور فاضل عربی حکومت کا امتحان پاس کرنے والے کی تنخواہ پچیس روپے تھی۔ پھر زمینوں کے کاغذات پر جہاں کمیوں کا خانہ ہوتا، لوہار، کمہار، بڑھئی اس کے ساتھ ہی مولوی کا خانہ ہوتا۔

آج ہمارے معاشرے میں دینی اور اسلامی سوچ رکھنے والے احباب بھی

جب ”مولوی“ کا تذکرہ کرتے ہیں تو ان کی تیوری چڑھ جاتی ہے اور لہجہ بدل جاتا ہے، آئیے آپ کو موجودہ دور کے ایک دانشور اور جدید تعلیم یافتہ شخصیت کی کچھ باتیں سنائیں۔ یہ ہیں قدرت اللہ شہاب ایسے درویش منش بیوروکریٹ اور واصف علی واصف ایسے صالح فکر دانشور کے حلقہ احباب کے آدمی جناب اشفاق احمد (تلقین شاہ) جو عرصہ دراز سے ریڈیو اور پھر ٹیلیویشن پر اپنے ڈراموں اور افسانوں کے ذریعے اظہار خیال کرتے رہتے ہیں۔

۱۸ نومبر ۲۰۰۱ء کو ان کا انٹرویو روزنامہ جنگ لندن کے سنڈے میگزین میں

شائع ہوا تھا، اس انٹرویو کے کچھ حصے سطور ذیل میں پیش کئے جا رہے ہیں۔

اشفاق احمد: مشکل یہ ہے کہ کچھ لوگوں کے ذہن میں یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں یہ ملا کیوں بیٹھا ہوا ہے؟ اس کو جوتے مار کر باہر نکالو، کیا ہم دین کا مسئلہ خود نہیں جانتے؟ اکثر ایسی باتیں کرتے ہیں کہ اسلام میں ملائیت کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ اس پر میں یہ کہتا ہوں کہ قانون میں وکیل کی گنجائش ہی نہیں، میں پڑھا لکھا آدمی ہوں، میں قانون پڑھ سکتا ہوں تو وکیل کی کیا ضرورت ہے، میں اپنا کیس خود لڑوں گا۔

کل آپ کو کوئی تکلیف ہو پیٹ میں اور آپ یہاں آ جائیں تو میں کہوں یہ تو اپنڈکس ہے جلدی سے لیٹ جاؤ، میں چھری لاتا ہوں، میں نے کتاب پڑھی ہے اور وہ پاس رکھ کر تمہارا اپریشن کر دوں گا۔ لیکن آپ کہیں گے کہ مجھے مرنا منظور ہے لیکن میں تم سے اپریشن نہیں کراؤں گا۔

جنگ: تو کیا آپ کا خیال ہے کہ ملا کا ہونا ضروری ہے؟

اشفاق احمد: میرا یہ خیال نہیں۔ میں آپ پر چھوڑتا ہوں کہ آپ بتائیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اس پر غور کیا جانا چاہیے۔ میں درس نظامی والوں کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ یہ آپ کا اتنا پرانا سلیبس ہے اس میں کوئی تبدیلی کریں جس پر انہوں نے کہا کہ ہم

اس میں کوئی تبدیلی نہیں کریں گے لیکن آپ سے درخواست کریں گے کہ آپ اپنے بچوں کو فزکس، کیمسٹری اور بیالوجی ضرور پڑھائیں تاکہ جب کبھی ہمیں کوئی کام ہو، کوئی بیماری ہو تو ہم آپ کے پاس آئیں اور جب کبھی آپ نے کوئی دینی مسئلہ پوچھنا ہو تو آپ ہمارے پاس آئیں۔ دیکھئے عزیز من! جان ہمیں بہت پیاری ہے ہم ڈاکٹر کی طرف رجوع کرتے ہیں، عزت ہمیں بہت پیاری ہے ہم وکیل کی طرف رجوع کرتے ہیں لیکن ایمان ہمیں پیارا نہیں اس لئے ہم کہتے ہیں کہ ہم ملا کو کیوں رکھیں؟ اس لئے درس نظامی کی ضرورت ہے۔ انہوں نے بڑی اچھی بات کی کہ درس نظامی کے کورس کو ماڈرن کرنے کے لئے آپ ہمیں جو کہہ رہے ہیں یہ بالکل اسی طرح ہے کہ کل کو آپ کہیں گے ایل ایل بی کے کورس میں ٹیڈی بکریاں پالنے کے طریقے پڑھائے جائیں اور ایم بی بی ایس کے کورس میں جوئیں مارنے کے طریقے پڑھائے جائیں، ہنستے ہوئے اللہ کے واسطے کچھ سوچیں۔

جنگ: اشفاق صاحب جب آپ نے ملا کی حمایت شروع کی تو اس وقت کے ملا میں اور آج کے ملا میں بہت فرق ہے اس وقت کا ملا ایک مظلوم اور غریب آدمی تھا آج کا ملا بہت طاقتور ہے اس کے ہاتھ میں کلاشنکوف ہے تو کیا اب بھی آپ اس کی حمایت کرتے ہیں؟

اشفاق احمد: میں اس کی پہلے سے زیادہ حمایت کرتا ہوں کیونکہ میں اس سے روز ملتا ہوں میں نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں جاتا ہوں میں نے ملا کو وہی پایا ہے جو آج سے ۲۰ برس پہلے تھا۔ یہ جو کلاشنکوف والے ہیں یہ ملا نہیں ہیں۔ اللہ کے واسطے یہ ملا نہیں ہیں۔ یہ سیاستدان ہیں جنہوں نے مولوی کا چولا پہنا ہوا ہے۔ یہ بڑے ظالم لوگ ہیں یا مافیا ہیں یہ ملا نہیں ہے۔ ملا سے میں آپ کو ملاتا ہوں جو جمعدار سے کم تنخواہ لے رہا ہے۔ ۶۳۰ روپے تنخواہ لیتا ہے اور جمعہ کو خطبہ دیتا ہے۔ پلیز اصلی ملا کی

پشت پناہی کریں اور ان بد بختوں سے جان چھڑائیں۔

جنگ: تو پھر جہاد کرنے والے کون ہیں؟

اشفاق احمد: کون.....؟

جنگ: کلاشکوف کے ساتھ جہاد بھی تو کیا جا رہا ہے، کیا آپ اس جہاد کو جائز سمجھتے ہیں۔

اشفاق احمد: ہاں ہاں اگر آپ کے محلے کا ملا اس کی منظوری دیتا ہے تو یہ جہاد جائز ہے لیکن اگر کوئی کہتا ہے کہ تم جا کر شیعہ کو مار دو تو اس بات کی منظوری مولوی نہیں دے گا۔

جنگ: اشفاق صاحب آپ کیا بات فرما رہے ہیں؟ کچھ مولوی تو ظاہر ہے منظوری دیتے ہیں تبھی تو فرقہ وارانہ دہشت گردی چلتی ہے۔

اشفاق احمد: یہ ایک مافیا ہے۔ آپ کل مولوی کے روپ میں کوئی سکیم چلا دیں۔ داڑھی رکھ لیں اور چھوٹے چھوٹے ڈبوں والا عمامہ باندھ لیں۔ مافیا بن جائیں۔ ان لوگوں کا دین سے کوئی تعلق نہیں یہ بندے سارے جن کے بڑے بڑے نام ہیں مولوی نہیں ہیں۔ ان کا کلاشکوف سے، ان کا پیسے سے، ان کا باہر کی دولت سے تعلق ہے۔ ان کے خلاف ڈٹ کر جہاد کریں۔ جب آپ ملا کہہ دیتے ہیں تو ساری کی ساری برادری شمار ہوتی ہے اور پرویز مشرف بھی کہہ دیتے ہیں کہ ملا نے برباد کر دیا۔ ان کو کچھ نام دیں لیکن خدا کے واسطے یہ ملا نہیں ہیں یہ مولوی نہیں ہیں یہ عطائی ملا ہیں جس طرح عطائی ڈاکٹر ہوتے ہیں یہ اس طرح کے عطائی ملا ہیں۔

جنگ: صوفی اور ملا تو بالکل دو متضاد رویے ہیں لیکن آپ صوفی کے بھی حمایتی ہیں اور ملا کے بھی.....؟

اشفاق احمد: بہت زیادہ میں صوفی کا بہت حمایتی ہوں وہ اس لئے کہ صوفی دین کا عملی

رخ پیش کرتا ہے۔ ملا دین کا فکری رخ لے کر چلتا ہے، میں نے آپ سے کہا نا کہ ملا ظالم، سخت اور سیاسی بن کر چلتا ہے۔ اس کی بھی ضرورت ہے اور ایک محبت کے ساتھ ذکر کرنے والا ہوتا ہے اس کی بھی ضرورت ہوتی ہے یہ دونوں پول ہیں ایک مثبت اور دوسرا منفی جس سے بلب جلتا ہے۔ آپ کسی ایک کو مثبت اور کسی دوسرے کو منفی نہیں کہہ سکتے۔ میں اس وقت عام مثبت اور منفی کی بات نہیں کر رہا بلکہ بجلی کی رو میں استعمال ہونے والے مثبت منفی پولز کی بات کر رہا ہوں، جو کہ ایک دوسرے کے لئے ضروری ہوتے ہیں، یہ دونوں ہوں تو بلب جلے گا خالی صوفی یا ملا بلب نہیں جلا سکتے۔ اسلام کی عملی زندگی کا نمونہ صوفی پیش کرتا ہے، خود اس پر عمل کر کے اور مولوی کہتا ہے کہ اگر تم نے مجھ سے کوئی بات پوچھنی ہے تو میں تمہیں قرآن و سنت کی بات بتا دیتا ہوں تم سے اس پر عمل ہوا جاتا ہے یا نہیں ہوا جاتا۔

جنگ: لیکن سر اگر ملا اتنا ہی آئیڈیل ہوتا تو معاشرے کا پسندیدہ آدمی ہوتا۔

اشفاق احمد: اتنا ہی آئیڈیل ہو ملا تو اب تک زندہ نہ رہے۔ یہ تو چلتا رہے گا۔ یہ کاروان اسلام کا چلتا رہے گا اور ملا اس میں اسی طرح زندہ رہے گا، میں نے بڑی کوشش کی اس کو نکالنے کی، علامہ اقبال نے بھی یہ کوشش کی، میں تو چھوٹا آدمی ہوں، مولانا روم نے بھی کی لیکن یہ تو چلے گا، یہ چوکیدار ہے یہ آواز دیتا رہے گا، سیٹی بجاتا رہے گا کہ خبردار۔

جنگ: علامہ اقبال کی بات نہیں مانی کونسی بات اور کس نے نہیں مانی؟

اشفاق احمد: نہیں مانی۔ یہ ملا اسلام سے نکل ہی نہیں سکتا۔ علامہ اقبال بہت بھلے آدمی تھے، وہ بے چارے روز سوچتے تھے انسانیت کے نام پر انہوں نے بھی بڑی بات کی ہے، اسلام کے نام پر انہوں نے بات کی ہے، صوفی کے نام پر انہوں نے بات کی ہے، اس ملا کو نکالو لیکن یہ ملا بڑا میٹر ہا ہے، ملا میں اتنی بجلیاں ہیں کہ آپ ان کو گننے

بیٹھ جائیں تو آپ کو شام پڑ جائے، لیکن اس کے باوجود میرے باپ کو اسلام تک لانے والا وہی ملا ہے۔

دیکھئے میں آپ کو ایک واقعہ سناتا ہوں کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ایک ملا کو پھانسی کی سزا ہو گئی وہ بھاگا اور چلتا چلتا آسام کے جنگلوں میں پہنچ گیا، وہاں ایک جگہ پر چھپ گیا وہاں بڑے بڑے نزل ہوتے ہیں جہاں پر ہاتھی چھپ سکتے ہیں۔ اس نے وہاں پر دیکھا کہ جولا ہے بیٹھے کپڑا بن رہے تھے، ان جولا ہوں سے اس نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو انہوں نے بتایا کہ ہم مسلمان ہیں، اس نے کہا کلمہ سناؤ تو انہوں نے کہا کہ ہم کو تو نہیں آتا، اس نے پوچھا کہ تمہارا رسول کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں نہیں پتہ، لیکن ہیں مسلمان کیونکہ ہمارے دادا پر دادا مسلمان تھے۔ اس نے کہا کہ دیکھو پتھر اکٹھے کرو۔ پتھر اکٹھے کر کے اس نے ایک کوٹھری بنائی، اس کو دروازہ لگایا اور ان سے کہا کہ میں یہاں کھڑا ہو کر ایک آواز نکالا کروں گا تم اس وقت اپنا کام چھوڑ کر یہاں پہنچ جایا کرنا، چنانچہ وہ وہاں پر اذان دینے لگا اور وہ لوگ اس کی آواز سن کر وہاں پہنچ جاتے اور جس طرح وہ کرتا اسی طرح وہ بھی نماز پڑھتے جاتے، اسی طرح دو تین سال بعد انگریز کے ہاتھوں وہ پکڑا گیا اور اس کو تھکڑی لگ گئی، تو وہ سارے جولا ہے رونے لگے کہ ہمارا لیڈر پکڑا گیا اور مسجد کو تالا ڈال دیا تو اس نے جاتے ہوئے ان سے کہا کہ مجھے تو یہ کالے پانی لے کر جا رہے ہیں لیکن تم کو وہ وقت یاد ہیں تم ان ہی اوقات میں اسی طرح اس مسجد کے باہر آ کر اسی طرح کرتے رہنا، کیونکہ ان بیچاروں کو ابھی پوری نماز نہیں آتی تھی، تو وہ ویسے ہی کرتے رہے۔ ۲۳۱) بلکہ ۸۹ سال، کیونکہ 1857ء سے لے کر 1946ء تک اتنے ہی بنتے ہیں۔ ۱۲ قادری) گزرنے کے بعد جب ریفرنڈم ہوا تو وہ علاقہ پاکستان میں شامل ہوا، یہ سلبٹ کا علاقہ تھا وہ مسلمانوں اور ملا کی وجہ سے شامل ہوا انہوں نے کہا کہ ہم مسلمان ہیں ہم تو مشرقی پاکستان میں

شامل ہوں گے، تو یہ تو چلے گا مجبوری ہے۔ اگر اس کے ساتھ دوستی کر لو گے تو ریلیکس ہو جائے گا۔ اس کو تو ہم نے معاشرے کا ”شور“ بنا کر رکھا ہوا ہے۔ کسی بھی پڑھے لکھے آدمی سے پوچھیں سوائے میرے، صرف میں ہی ان کو لے کر چلتا ہوں کہ اللہ کے واسطے ان سے ملو۔

یہ ہیں جناب اشفاق احمد کے خیالات، عرض یہ کرنا ہے کہ ہمیں مولوی کے بارے میں اپنی سوچ کا زاویہ درست کرنا چاہیے، کبھی ہم نے سوچا کہ ایم۔ اے کے مساوی سند رکھنے والا دینی مدرسہ کا مدرس ماہانہ چار ہزار روپے تنخواہ پارہا ہے، کالج اور یونیورسٹی کا مدرس پندرہ سے اٹھارہ ہزار تنخواہ لے رہا ہے، اتنے بڑے فرق کے باوجود دینی مدرسہ کا مدرس پانچ گھنٹے پڑھاتا ہے اور کالج کا لیکچرار ڈیڑھ دو گھنٹے پڑھا کر فارغ ہو جاتا ہے اس کے باوجود اگر دین کے خادموں کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جائے اور انہیں کہا جائے کہ یہ بھی تمہاری ذمہ داری ہے اور یہ بھی تو اس کی شکایت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہی کی جاسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین اور خادمان دین کے بارے میں صحیح سوچ اور فکر عطا

فرمائے۔

محمد عبدالکلیم شرف قادری

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ

لاہور..... پاکستان

۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

۶/۱ اگست ۲۰۰۲ء

عربی کے دو صفحات کا ترجمہ:

الامن والعلی

از: امام احمد رضا خاں بریلوی

میں کہتا ہوں کہ اضمحلال (مستغرق اور گم ہونا) دو قسم ہے (۱) اضطراری یہ تمام مخلوق کے لئے ثابت ہے (۲) اختیاری یہ اللہ تعالیٰ کے مخصوص بندوں کے ساتھ خاص ہے، جو صفت مشیت اور اللہ تعالیٰ کی ہر صفت میں امتیاز رکھتے ہیں ان کے سردار اور نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ملا علی قادری نے ان دونوں قسموں کے درمیان فرق نہیں رکھتے۔

ملا علی قاری نے علامہ طیبی کی تقریر پر یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ ان کے جواب سے ”واو“ کے استعمال کرنے کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ طیبی نے اپنا کلام ”واو“ کے استعمال کو جائز ثابت کرنے کے لیے نہیں چلایا تھا، یہاں تک کہ اگر ان کا کلام اس مقصد کا فائدہ نہ دے سکے تو ان کے مقصد میں نقص لازم آئے۔ ان کا مقصد تو یہ تھا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دوسروں کی مشیت میں فرق ظاہر کرنا چاہتے تھے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فلاں کی مشیت کا ذکر ”ثم“ کے لفظ کے ساتھ کر دیا، لیکن اپنی مشیت کا ذکر نہیں فرمایا (ارشاد فرمایا: لکن قولوا ما شاء اللہ ثم شاء فلان، مشکوٰۃ شریف) یہ فرق ان کے ایک وجہ کے بیان سے مستفاد ہے، جیسے کہ آپ ہم سے اس کی تقریر سن چکے ہیں، مجھے معلوم نہیں ہو سکا کہ اس اعتراض سے ان کا مقصد کیا ہے؟

پھر فرق کی ایک اور وجہ بیان کرتے ہوئے ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان گزر چکا ہے کہ وَلٰكِنْ قَوْلُوا

مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ شَاءَ فَلَانٌ) یہ محض رخصت کے لئے ہے اور اگر اس جگہ فرماتے (قُولُوا مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ شَاءَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) تو یہ امر و جوہر یا استحباب کے لئے ہوتا حالانکہ اس طرح نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ دوسرے ارشاد میں لفظ ”لکن“ مذکور نہیں ہے اس لئے ملا علی قاری اس سے اس بات کا استنباط کرتے ہیں کہ اس صورت میں امر مقصودی ہوگا جو کم از کم استحباب کے ہوتا ہے، برخلاف پہلے ارشاد کے کہ وہاں نبی کے بعد لفظ ”لکن“ استدراک کے لئے ہے اس لئے محض رخصت کا فائدہ دے گا۔ یہ وہ بات ہے جو ان کے مقصد کی وضاحت کے لئے مجھے ظاہر ہوئی ہے، قارئین کرام! آپ جانتے ہیں کہ اس تقریر کے مطابق فرق عبارت کی طرف راجع ہے اگر اس جگہ لفظ ”لکن“ ذکر کیا جاتا تو ”ثُمَّ“ کے ساتھ عطف جائز ہوتا اور اگر اس جگہ لفظ ”لکن“ ترک کر دیا جائے تو فرماتے کہ ہو: مَا شَاءَ اللَّهُ وَحْدَهُ“ پھر ملا علی قاری نے فرمایا کہ فلاں کی طرف جس مشیت کی نسبت کی گئی ہے مشیت جزئیہ ہے اسے مشیت کلیہ پر محمول کرنا جائز نہیں ہے، جیسے کہ ہم کلام سابق میں اس کی طرف اشارہ کر چکے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بحث سے علیحدہ چیز ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مشیت بھی اللہ تعالیٰ کی تمام مرادوں کا احاطہ نہیں کرتی ہذا۔

علامہ طیبی نے ایک چوتھی وجہ بھی بیان کی تھی اور وہ یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہو (مَا شَاءَ اللَّهُ وَحْدَهُ) اس لئے کہ اگر صحابہ کرام یوں کہتے (مَا شَاءَ اللَّهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ) تو اس میں بطور ریا اور سُمعہ آپ کی عظمت کے اظہار کے وہم کا گمان ہوتا۔ اس وہم کو دور کرنے کے لئے فرمایا: مَا شَاءَ اللَّهُ وَحْدَهُ کہو۔ میں کہتا ہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک لفظ ”ثُمَّ“ کے ساتھ بھی ذکر کیا جاتا تو بھی وہ وہم برقرار رہتا، اس لئے وہاں بھی صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر ہونا چاہیے تھا۔

ان کا مقصد یہ نہیں ہے کہ وہم ”واو“ کی وجہ سے پیدا ہوا ہے (۱)، اگر یہ ان کا مقصد ہوتا تو جو کچھ انہوں نے بیان کیا ہے وہ وجہ فرق نہ بن سکتا، یعنی ”ثم“ کے بعد غیر کی مشیت کا ذکر کیا جاسکتا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مشیت کا ذکر نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ اس تقریر کے مطابق اگر خرابی لازم آتی ہے تو ”واو“ میں ہے نہ کہ ”ثم“ میں، حالانکہ گفتگو ”ثم“ ہی میں ہے، لہذا یہ مطلب مراد لینے سے اصل مقصد سے خارج ہونا لازم آئے گا، یہ ان کے کلام کی تقریر ہے جو میری سمجھ میں آئی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ میرے نزدیک یہ سب سے کمزور وجہ ہے، اس گمان کا کیا جواز ہے کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ذکر فرمادیں تو آپ کو اپنے صحابہ کرام کے بارے میں یہ گمان ہو کہ انہیں ریاء اور سمعہ کا وہم ہوگا، یہ گمان تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے لائق ہے اور نہ صحابہ کرام کے۔

سب سے بہتر وجہ وہ ہے جو ہم علامہ طیبی اور شیخ محقق کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں، اگرچہ ان توجیہات کی ضرورت نہیں ہے، جیسے کہ آپ جان چکے ہیں اور ملا علی قاری نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے، انہوں نے فرمایا کہ اصل سوال مندرج ہے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ”فلان“ کے عموم میں داخل ہیں، اس لئے (ماشاء اللہ ثم ماشاء محمد“ صلی اللہ علیہ وسلم) کہنا جائز ہے اور (ماشاء اللہ و ماشاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہنا جائز نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر ملا علی قاری کو ابن ماجہ کی حدیث مستحضر ہوتی تو انہیں ”فلان“ کے عموم کی حاجت نہ ہوتی اور یہ حدیث سائل کے پیش نظر ہوتی تو وہ سوال ہی نہ کرتا اور جواب دینے والے حضرت کو یاد ہوتی تو انہیں طرح طرح کی توجیہوں کی ضرورت نہ پڑتی، پاک ہے وہ ذات اقدس جس سے کوئی چیز مخفی نہیں رہتی۔ والحمد لله تعالیٰ۔

۲۶ / جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ (ترجمہ: محمد عبدالکلیم شرف قادری)

(۱) جیسے کہ رد کرنے والے فاضل (ملا علی قاری) نے وہم کیا، انہوں نے گمان کیا کہ واو میں محض تہمت نام نہاں نہیں ہے بلکہ وہ برابری میں نص ہے، اور آپ ان کے وہم کا ناقابل تردید وجود سے باطل ہونا جان چکے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت سید ابراہیم میاں صاحب مازہروی رحمہ اللہ تعالیٰ

کے فرزند ارجمند کی

تاریخ پیدائش

”تاریخ ولادۃ الوجیہ“ (معزز بچے کی تاریخ ولادت)

۱۲ ھ ۱۳

نتیجہ فکر: امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

ترجمہ و تشریح: محمد عبدالحکیم شرف قادری

درس می گفتیم بہ منطق منطقم معنی کشا

طالبان چوں ذہن حاضر، ذہن چوں معنی رسا

(ترجمہ) میں علم منطق کا سبق پڑھا رہا تھا، میری گفتگو مطلب کو بے نقاب کر رہی تھی،

طالب علموں کا ذہن حاضر تھا اور میرا ذہن مطلب تک پہنچنے والا تھا۔

(شرح) اس شعر میں لفظ منطق دو دفعہ آیا ہے، پہلی مرتبہ منطق سے مراد علم منطق ہے

اور دوسری دفعہ منطق سے مراد گفتگو ہے۔

بود ذکر وضع حج ت، رمز عام وضع وحمل

حج ہی گفت آمد و ت آنکہ باخیر و بہا

(ترجمہ) حج ت کی وضع کا ذکر تھا جو کہ وضع وحمل کا عام اشارہ ہے۔ حج کہتا تھا کہ وہ آ

گیا ہے اور ت نے کہا کہ آنے والا خیر و خوبی کے ساتھ آ گیا۔

(شرح) منطقیوں نے مختلف قضایا حملہ کی مثال دینے کے لئے ایک مختصر قضیہ تیار کیا

ہے اور وہ ہے سبب۔ سبب سے مراد موضوع ہے اس جگہ کسی بھی موضوع کو رکھا جاسکتا ہے۔ سبب سے مراد محمول ہے خواہ کوئی بھی محمول ہو۔ چونکہ منطقی گفتگو کا ذکر ہو رہا ہے اس لئے وضع اور حمل کا قریبی معنی ہوگا موضوع اور محمول ہونا اور وضع کا بعید معنی ہوگا، بچے کا جننا اور حمل کا بعید معنی ہوگا عورت کا امید سے ہونا، سننے والے کا ذہن قریب معنی کی طرف جائے گا، جبکہ متکلم کی مراد بعید معنی ہے اسے صنعت ایہام کہتے ہیں۔

می زدم فال فرح از منطق این ہر دو حرف
کادم از بلگرام این مژدہ فرحت فزا

(ترجمہ) میں ان دو حرفوں کی گفتگو سے خوشی کی فال لے رہا تھا کہ اچانک بلگرام سے یہ فرحت افزا خوشخبری آئی۔

کاقرانی، شکل جانی منبج! مطلوب شد
آمد آں مقصود منبج باخیر آں محمود با

(ترجمہ) کہ شکل جانی اقرانی نے مطلوب کا نتیجہ فراہم کر دیا ہے، وہ سبب کا مقصود آگیا اور سبب کا محمود خیر کے ساتھ جلوہ گر ہو گیا۔

(شرح) قیاس اقرانی منطق کی اصطلاح میں وہ قیاس ہے جس کا نتیجہ یا نقیض نتیجہ قیاس میں بالفعل (یکجا) مذکور نہ ہو، اسی طرح منطق کی اصطلاح میں شکل صغریٰ اور کبریٰ کی اس مجموعی کیفیت کو کہتے ہیں جو انہیں حد اوسط کی تکرار کے اعتبار سے لاحق ہو، لیکن امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ان کا لغوی معنی مراد لے رہے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ بلگرام سے یہ خوشخبری آئی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سید ابراہیم میاں مارہروی کو فرزندار جمد عطا فرمایا ہے، جیسے کہ آئندہ شعر میں یہ بات صراحت کے ساتھ آرہی ہے۔

(۱) میرے سامنے جو تاریخ ولادت کی منظوم تاریخ ہے اس میں ہے ”منبج و مطلوب“ معنوی اعتبار سے یہ واہ زاد معلوم ہوتی ہے اس لئے حذف کر دی گئی، ۱۲ اشرف قادری

حق بہ ابراہیم نورِ عین و سعدِ قلبِ داو
موصول تصدیق ایمانِ کنہ فضلِ خدا

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم مازہرِ وی (راء پرزبر، باء ساکن اس کے بعد پھر راء پر فتح) کو آنکھ کا نور اور دل کا سرور عطا فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کا فضل ان کے ایمان کو تصدیق تک پہنچانے والا بنائے (یعنی ان کے ایمان کو دوسروں کے لئے حصول تصدیق کا ذریعہ بنائے۔

قولِ شارعِ را الہی قولِ او شارحِ بکن
دینِ بارعِ را خدا یا فعلِ او حجتِ نما

(ترجمہ) اے اللہ! ان کے قول کو حضرت شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کا شارح بنا اور اے خدا! دینِ عظیم کے لئے ان کے فعل کو حجت بنا (یعنی ان کا ہر فعل دینِ متین کے مطابق بنا۔)

(شرح) منطق کی اصطلاح میں قولِ شارح اس معلومِ تصوری کو کہتے ہیں جو مجہولِ تصوری تک پہنچنے کا ذریعہ بنے اور حجت اس معلومِ تصدیقی کو کہتے ہیں جو مجہولِ تصدیقی تک پہنچنے کا وسیلہ بنے، لیکن امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے قولِ شارح اور حجت کو لغوی معنی میں استعمال کیا ہے۔

منطقیے گفتم تاربخش بگو گفتم بجاں
از ہمیں حج سے کہ خوانی سال می آید بجا

(ترجمہ) ایک منطقی نے کہا کہ اس نومولود کی تاریخِ پیدائش ارشاد فرمائیں، میں نے کہا میں دل و جان سے تیار ہوں، یہی حج سے جو آپ پڑھ رہے ہیں، اسی سے سال

پیدائش برآمد ہو رہا ہے۔

لیک عکسِ مستوی گن، وفقِ وضع و طبع
حمل پیش از وضع باشد ب بود^۱ بالائے جا

(ترجمہ) لیکن وضع اور طبع کے مطابق اس کا عکس مستوی نکالیں (یعنی جج جو موضوع تھا اسے محمول بنا دیں اور ب جو محمول تھا اسے موضوع بنا دیں) حمل وضع (پیدائش) سے پہلے ہوتا ہے اور ب اپنی جگہ پر آ جائے گی۔

(شرح) منطقی اصطلاح کے مطابق جج موضوع کی علامت اور باء محمول کی علامت ہے، امام احمد رضا اس جگہ بھی حمل اور وضع کو لغوی معنوں میں استعمال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ب حمل کی علامت ہوتی ہے اور حمل پہلے ہوتا ہے اور جج وضع کی علامت ہے اور وضع (پیدائش) بعد میں ہوتی ہے، اب عبارت یوں ہوگی:

ب ج

نزد اکثر با الف است جج را ہجوت
لفظ را حاکم بکن تا حرف گرد چار تا

(ترجمہ) اکثر علماء کے نزدیک ب کی طرح جج کو بھی الف کے ساتھ الفت ہے، لفظ کو حاکم بنائیں تاکہ چار حرف ہو جائیں (ب آج آ)

پس چہار آ حادرا اعداد ترتیباً • نگار
ایں مراتب میرود تا الف و حاجت شد روا^۲

(۱) لفظ "بود" اصل میں نہیں تھا راقم نے اضافہ کیا ہے۔ ۱۲ اشرف قادری

(۲) یہ جگہ خالی تھی راقم نے "شدروا" لکھ کر شعر پورا کر دیا ہے۔ ۱۲ اشرف قادری

(ترجمہ) پھر چار حرفوں کو ترتیب وار ہندسوں میں لکھو یہ مراتب الف تک جائیں گے اور حاجت پوری ہو جائے گی۔

(شرح) بت کے عدد دو ہیں بج کے تین اور الف کا ایک، جب ہم حرفوں کو اعداد میں تبدیل کریں گے تو یہ اعداد سامنے آئیں گے؛

(۱۳۱۲) یہی سال پیدائش ہے۔

باز از بت، بج بہند آرائے شادی می رسد
در عجم فال شہی کو خواست باج از ابتدا

(ترجمہ) پھر بت بج سے ہندوستان کو سنوارنے والی خوشی پہنچتی ہے۔

عجم میں بادشاہی کی نیک فال یہ ہے کہ انہوں نے ابتدا ہی سے باج (خراج،

لگان) طلب کیا ہے۔

(شرح) باج سے تاریخ پیدائش معلوم ہوئی، باج کا معنی ہے خراج اور لگان جو بادشاہ

اپنی رعایا سے وصول کرتے ہیں، معلوم ہوا کہ نومولود بادشاہ عجم ہیں کہ انہوں نے ابتدا

ہی میں باج (خراج) طلب کیا ہے۔

در عرب از شادیش لمعانِ روئے والدین
تشنیہ از لوج باج البرق زشد از سما

(ترجمہ) عرب میں ان کی خوشی سے والدین کے چہرے کی چمک دمک ہے۔ دودفعہ

کی چمک (کہا جاسکتا ہے) بجلی آسمان سے چمکی۔

(شرح) عربی زبان میں باج کا مصدر بوج ہے جس کا معنی چمکنا ہے، فرزند نومولود کی

پیدائش سے والدین کے چہرے جگمگاٹھے، گویا آسمان سے بجلی چمکی۔

درود و حرف آں بحث علم ایں گونہ سال آں سہ زبان
ایں چینس تاریخ نغزوتر کہ گوید؟ جز رَضَا

(ترجمہ) دو حرفوں میں وہ علمی بحث اور اس طرح سال (پیدائش) کا تین زبانوں میں
بیان ایسی عمدہ اور شاندار تاریخ رَضَا کے علاوہ کون کہے گا؟
(شرح) تین زبانوں عربی، فارسی اور بصورت ب آج آس سال پیدائش کا استخراج کیا،
یہ امام احمد رضا بریلوی ہی کا کمال فن ہے، ہر شخص کی فکر پر واز اتنی بلند نہیں ہو سکتی۔

جلال التاریخ

۱۲ ھ ۱۳

رسد	از	ما	ہزار	ہا	تسلیم
بر	برائیم	و	آل	ابراہیم	
۷۵۹	-	۵۵۳	=	۱۳۱۲	ھ

(ترجمہ) ہماری طرف سے ہزاروں سلام پہنچیں ابراہیم اور آل ابراہیم پر۔
(شرح) یہ انداز ماخوذ ہے درود ابراہیمی سے ”کَمَا صَلَّيْتَ عَلَيَّ اِبْرَاهِيمَ وَ
عَلَيَّ آلِ اِبْرَاهِيمَ“

(نوٹ:) تاریخ ولادت پر مشتمل یہ اشعار امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے فکر کا نتیجہ
ہیں، ایک عرصہ ہوا کسی دوست نے مجھے دئے تھے، کئی دفعہ انہیں سمجھنے اور حل کرنے کی
کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی، چند دن پہلے پھر یہ کاغذ میرے سامنے آیا تو میں نے
اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی یا اللہ! ان اشعار کو میرے لئے آسان فرما اور امام
احمد رضا بریلوی کے روحانی فیوض و برکات سے مالا مال فرما، الحمد للہ! اس کے بعد میں
ان اشعار کو پڑھتا گیا اور ان کے مطالب مجھ پر منکشف ہوتے گئے، فالحمد للہ

علی ذلک۔

یہ سوچ کر کہ

ع ”حلوہ نہ تنہا بایست خورد“

اسے اشاعت کے لئے بھجوا رہا ہوں تاکہ براہِ ان اہل سنت بھی ان سے محفوظ ہوں اور امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی عبقری شخصیت کا اندازہ لگائیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ مطالب و مضامین ان کے سامنے دست بستہ کھڑے ہوتے تھے، جدھر توجہ فرماتے انہیں صفحہ قرطاس پر منتقل کر دیتے انہوں نے بجا فرمایا ہے

ع ”جس سمت آگئے ہو سکے بٹھادئے ہیں“

۸ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ

محمد عبدالحکیم شرف قادری

۳۰ اپریل ۲۰۰۳ء

<http://t.me/Tehqiqat>

مکتوب تعزیت:

بررحلت یاوگار اعلیٰ حضرت،
استاذ الفضلاء مولانا تقدس علی خاں
رحمہ اللہ تعالیٰ پیر جو گوٹھ، سندھ

حضرت استاذ العلماء، فقیہ عصر، یاوگار امام احمد رضا خاں بریلوی، مولانا تقدس علی خاں قدس سرہ العزیز علم، عمر، فضل و شرف اور دینی خدمات کی بنا پر صفِ اول کے علماء میں سے تھے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے چچا زاد بھائی مولانا سردار ولی خاں نوری (متوفی ۶ صفر ۱۸ فروری ۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵ء) کے صاحبزادے، حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد اور داماد، دارالعلوم منظر اسلام، بریلی شریف کے سابق مہتمم جامعہ راشدیہ، پیر جو گوٹھ سندھ کے شیخ الجامعہ پیر صاحب پگارا اور سینکڑوں علماء کے استاذ تھے۔

حضرت صاحب قبح عالم دین، مخدوم اہل سنت اور حضور سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت سے سرشار تھے۔ آخر عمر میں شوگر کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ مدینہ منورہ جا کر خوب میٹھی چیزیں اور حلوہ وغیرہ کھاتا ہوں اور اس سے کچھ نقصان نہیں ہوتا، نہ کوئی تکلیف ہوتی، فرماتے آپ زم زم مل جائے تو مجھے افاقہ ہو جائے گا۔ حافظہ اس غضب کا تھا کہ راقم پہلی مرتبہ ملا تعارف ہوا، پھر تقریباً ایک سال بعد ملاقات ہوئی فوراً پہچان لیا۔

باوجودیکہ بیوی، بچے، بھائی اور والد صاحب سب وصال فرما گئے اور آپ تنہا رہ گئے تھے، لیکن ہر وقت ہشاش بشاش رہتے، بلکہ ان کی خدمت میں حاضر ہونے والا بھی غم و آلام کو بھول کر دل شاد اور خوش وقت ہو جاتا تھا، چہرے پر وہ ملاحظت

اور دلکشی کہ صرف بچوں کے چہرے پر ہی دیکھی جاسکتی، بلند ہمت اتنے کہ طویل طویل سفر تنہا بغیر کسی پریشانی کے کرتے اور فرمایا کرتے تھے کہ میرے ساتھ سفر میں فرشتے چلا کرتے ہیں، وہ جہاں بیٹھتے وہاں محفل جم جاتی اور وہ جانِ محفل ہوتے تھے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ سے محبت عقیدت کا عالم دیدنی تھا وہ ان کی عظمت اور تبحر اور حضور سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور اتباع کے چشم دید گواہ تھے۔ امام احمد رضا بریلوی نے انہیں شرح جامی کا خطبہ تبرکاً پڑھایا، علماء ان سے تبرکاً شرح جامی کا خطبہ پڑھا کرتے تھے، راقم نے بھی ان سے یہ خطبہ پڑھا تھا۔

راولپنڈی میں ایک ملاقات کے موقع پر فرمایا، ہمارا خیال تھا کہ ”المحجة المؤمنة“ اعلیٰ حضرت کی آخری تصنیف ہے، لیکن ردّ مرزائیت میں آپ کا رسالہ البحر از الدیانی دیکھنے سے اندازہ ہوا کہ وہ آخری رسالہ ہے، لیکن افسوس کہ میں مدینہ منورہ سے اپنے ساتھ نہیں لاسکا۔ پھر بریلی شریف تشریف لے گئے اور واپسی پر وہ رسالہ راقم کو دے گئے۔ اور فرمایا کہ صرف یہ رسالہ حاصل کرنے کے لئے مجھے بریلی سے پہلی بھیت جانا پڑا۔ ایسے عظیم اور سراپا شفقت و محبت پھر کہاں ملیں گے۔

والسلام

محمد عبدالحکیم شرف قادری

۱۱ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ

۲۳ اکتوبر ۱۹۸۸ء

امام اہل محبت

امام احمد رضا بریلوی کے حضور

عالم اسلام کی قدیم ترین یونیورسٹی الازہر میں تعلیم کے دوران مختلف یونیورسٹیوں میں امام احمد رضا کا چہ چاہوتے دیکھا اور خود راقم نے الازہر یونیورسٹی سے فاضل بریلوی کی عربی شاعری پر پیش کئے گئے مقالے میں ایک سیلنٹ گریڈ حاصل کیا جسے عربی میں ممتاز کہتے ہیں، اور اس موقع پر فرحت و انبساط نے درج ذیل اشعار کا روپ دھار لیا، مقطع میں اسی طرف اشارہ ہے:

تو کہ ہے عرب و عجم کے اہل سنت کا امام
عشق و مستی کے جہاں میں پالیا اپنا مقام
اہل فن کو آج بھی اس میں نہیں ہے کچھ کلام
جامعہ سے جامعہ تک کو بہ کو تیرا پیام
جانپ منزل چلا پھر کاروان تیز گام
تجھ پہ میری جاں فدا ہو تجھ کو از ہر کا سلام
باغ جنت کی ہوا دائم رہے مست خرام
کر سکوں جو تیری مدحت یہ نہیں میرا مقام

اے محمد مصطفیٰ کے عاشق صادق غلام
خونِ دل سے لکھ کے نعتِ حضرت عالی جناب
تجھ کو ملکِ شعر کی شامی خدانے کی عطا
سرزمینِ مصر پہ ہیں چار سو چہرے ترے
تو نے خفتہ بخت امت کو دیادرسِ حیات
مجھ سے کیونکر ہو سکے گا تیری عظمت کا بیاں
”آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے“
تیرے ہی صدقے ملا ”ممتاز“ کو ”ممتاز“ آج

بتاریخ: ۶ ستمبر ۱۹۹۹ء

نتیجہ فکر: ممتاز احمد سیدی

حال مقیم: قاہرہ مصر

ملت اسلامیہ کے لیے روح پرور اور نشاط انگیز ارمان
 حاصل میلاد میں بیان کی جانے والی حدیثِ نور اور حدیثِ نفی سایہ اپنی صحیح سندوں کے ساتھ
 منظر عام پر جگمگانے لگیں

مُصَنَّف عبد الرزاق

کی پہلی جلد کے دس گم گشتہ ابواب

ز: جلیل القدر حافظ الحدیث امام ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام صنعانی یمنی

امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے شاگرد امام احمد بن حنبل کے استاد،

امام بخاری اور مسلم کے استاذ الاستاذ (رحمہم اللہ تعالیٰ)

(ولادت ۱۲۶ھ..... وفات ۲۱۱ھ)

تحقیق و تقدیم

ڈاکٹر عیسیٰ ابن عبد اللہ ابن مانع خُمیری مدظلہ العالی

سابق ڈائریکٹر محکمہ اوقاف و امور اسلامیہ، دہلی

پرنسپل امام مالک شریعہ اینڈ لاء کالج

تقریظ

محدث جلیل ڈاکٹر محمود سعید مدوح مصری شافعی مدظلہ العالی (دہلی)

ترجمہ و تقدیم

شیخ الحدیث علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری

مکتبہ قادریہ، لاہور

marfat.com



مکتبہ قادریہ • لاہور